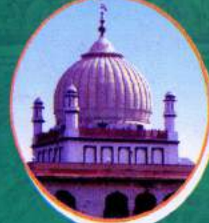
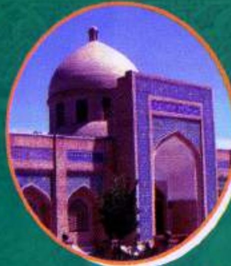
وَاتَّبِعۡ سَبِيۡلَ مَنۡ اَنَابَ اِلَيَّ (لقمٰن:15)

اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔



سلوک مجددیہ



تحفہ نقشبندیہ



وجد کی شرعی حیثیت

مجموعہ رسائلِ سلوک

تدوین وتحقیق

علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی

دارالاخلاص (مرکز تحقیق اسلامی)
۳۹۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (لقمان:15)

اور اس کی راہ چل جو میری طرف رجوع لایا۔

مجموعہ رسائلِ سلوک

تدوین وتحقیق

علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی

دارالاخلاص (مرکز تحقیق اسلامی)

۳۹۔ ریلوے روڈ۔ لاہور

کتاب : مجموعہ رسائل سلوک

تحقیق وتدوین : علامہ ڈاکٹر محمد شہزاد مخلص المجددی سیفی

اشاعت : اپریل 2017ء

ڈیزائننگ : علی رضا نقشبندی

ناشر : دار الاخلاص لاہور

قیمت : 400 روپے

ملنے کے پتے

مرکزی آستانہ عالیہ سیفیہ فقیر آباد لاہور، آستانہ عالیہ محمدیہ سیفیہ راوی ریان لاہور

مکتبہ نبویہ دربار مارکیٹ لاہور، منہاج بک سنٹر دربار مارکیٹ لاہور،

دار الاخلاص (مرکز تحقیق اسلامی) سٹریٹ ۴۹/۱۹ ریلوے روڈ لاہور

0300-9436903, 0313-4456644

انتساب

حضرت سیدنا رضی الدین خواجہ محمد باقی باللہ قدس اللہ سرہ

کے نام

جن کے واسطے سے

برصغیر پاک و ہند میں

نقشبندی فیض

کا مکمل اجراء ہوا

منقبت

امام ربانی مجدد الف ثانی قدس سرہ

زمانے بھر میں ہے چرچا مجدد الف ثانی کا
ہر عاشق والا و شیدا مجدد الف ثانی کا

ہوائیں فیض و رحمت کی اسی گلشن میں چلتی ہیں
ریاض خلد ہے روضہ مجدد الف ثانی کا

روانہ غوث اعظم نے کیا جبہ محبت سے
مقام اس میں ہے پوشیدہ مجدد الف ثانی کا

یہی دربار ہے چاروں سلاسل کا حسیں سنگم
بھرا ہے فیض سے دریا مجدد الف ثانی کا

کمالاتِ نبوت کا مزہ جس نے نہیں چکھا
وہ کیا جانے بھلا رتبہ مجدد الف ثانی کا

بٹی تھی خاص غار ثور کی خلوت میں جو نعمت
ہے اس فیضان میں حصہ مجدّد الف ثانی کا

شب الحاد و بدعت چھٹ گئی یکسر زمانے سے
نکل کر مہر جب چمکا مجدد الف ثانی کا

ملی مردہ دلوں کو زندگی ذکر الٰہی سے
یہ ہے واللہ کرم سارا مجدد الف ثانی کا

خدا کے فضل سے شہزاؔد ہم بھی نقشبندی ہیں
ہمارے سر پہ ہے سایہ مجدد الف ثانی کا

رشحات قلم: محمد شہزاد مجددی سیفی

منقبت

حضرت مبارک صاحب قدس سرہ

بزمِ اہلِ عشق رقصاں از نگاہ مست تو
دشت قلبم شد گلستاں از نگاہِ مست تو

لطف بر پنجاب کر دی ازرہ اہل قلوب
تیرہ شب شد صبح تاباں از نگاہِ مست تو

بے ثمر ہر نخل بود و خالی از بو گل تمام
یک چمن شد ہر بیاباں از نگاہِ مست تو

محفل جذب و جنون و ذوق و شوق و ھاوہو
پیرمن! ای سیف رحماں! از نگاہِ مست تو

ای کریما! طالب یک چشم لا ہوتی منم
کار مشکل باشد آساں از نگاہِ مست تو

ای مجددا! جانشین شیخ سرہندی توئی

نقشبندیت فروزاں از نگاہِ مست تو

باغ سنت میشود از آمد تو پر بہار
زندہ دل قیوم دوراں از نگاہِ مست تو

تشنہ لب شہزاد ہست اے ساقیٔ جام وصال
دارد ایں امید احساں از نگاہِ مست تو

رشحات قلم: محمد شہزاد مجددی سیفی

☆☆☆

پیش گفتار

• اللہ رب العالمین نے قرآن پاک میں کامیابی کا جو نسخہ کیمیا دیا ہے وہ ہے وَ اذْكُرُو اللّٰهَ كَثِيرًا۔ ایک ہے اللہ کا ذکر کرنا اور ایک ہے اللہ کا ذکر کثرت سے کرنا تا کہ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اگر کامیاب ہونا چاہتے ہو تو صرف ذکر نہیں اور اپنی مرضی کا ذکر نہیں اور اپنے مزاج کے مطابق ذکر نہیں۔ جس کا ذکر ہے اس کی مرضی، اس کے مزاج اور اس کے حکم کے مطابق ذکر ہو گا تو کامیابی یقینی ہو گی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں آپ دیکھیں تو سب سے اہم پہلو جس کا ذکر سب سے کم ہوتا ہے اس حوالے سے تو بات ہی نہیں ہوتی صرف وہی لوگ اس بارے میں بات کر سکتے ہیں جنہوں نے اس چیز کو، اس علم کو اپنا تجربہ بنایا ہے۔ ایک ہوتا ہے علم یعنی کسی چیز کو آپ جانتے ہیں اور ایک ہے اپنے علم کا تجربہ ہونا جس کی آپ نے ڈگری لی ہے۔

جیسے آپ نے MBBS کر لیا ہے لیکن کبھی کسی کو Injection نہیں لگایا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ عملاً ابھی آپ ڈاکٹر نہیں ہیں، ابھی ڈگری ہے ابھی House Job کرو گے کسی ڈاکٹر کے پاس بیٹھو گے کچھ وقت گزارو گے، پھر سیکھو گے، پھر ڈاکٹر بنو گے پھر اس کو پریکٹس میں لاؤ گے۔ اسی طرح ذکر کا معاملہ بھی ایسا ہی ہے، اللہ کا ذکر ایک ہم تسبیح کے دانے پھیر کر کرتے ہیں یا زبان سے پڑھ لیتے ہیں۔

عارفین فرماتے ہیں، اللہ کا ذکر کیا ہے؟ ذکر کا مطلب "یاد کرنا"۔ یاد تو ہم کتنے لوگوں کو صبح شام کتنی مرتبہ کرتے ہیں، کتنی چیزیں یاد کرتے ہیں کتنی باتیں یاد کرتے ہیں ۔ایسے ہی جب وقت ملا اللہ کو بھی یاد کر لیتے ہیں۔ اللہ رب العالمین کو یہ گوارا نہیں ہے

کہ میرا بندہ ہو، میں نے پیدا کیا ہو، میں نے وجود بخشا ہو اور میرا ذکر ایسا کرے۔

کال النبی صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ [1]

جس کا ترجمہ سلطان باہو علیہ الرحمہ نے کیا ہے

جو دم غافل سو دم کافر

سانہوں مرشد ایہہ پڑھایا ہو

کیونکہ سانسیں اللہ کی دی ہوئی ہیں، نبض اللہ کے فضل سے چل رہی ہے، دھڑکن اس کے کرم سے دھڑک رہی ہے تو اس کی یاد، اس کے ذکر سے جو سانس خالی چلا گیا، اللہ والے کہتے ہیں وہ حالت کفر میں گیا ہے۔ اس کا دیا ہوا سانس تھا، اس کی یاد سے خالی کیوں چلا گیا۔ اللہ کے محبوب علیہ الصلوۃ والسلام کی سیرت دیکھیں، صحیح مسلم کی حدیث ہے ام المومنین عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں، نبی علیہ السلام

ہر گھڑی ہر لمحہ اور ہر حالت میں اپنے رب کی یاد میں رہتے تھے اپنے رب کے ذکر میں رہتے تھے۔ یہ کیسے ہو گا، صرف زبان سے نہیں ہو گا کیونکہ زباں سے آپ تھوڑی دیر تسبیح پڑھ سکتے ہیں، تھوڑی دیر ذکر کر سکتے ہیں، قضائے حاجت کے لئے بھی جانا ہے، زبان بند ہے لیکن تقاضا کیا ہے کی

اُذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيرًا [2]

ذکر کثیر کا مطلب ہے اور کچھ چھوٹتا ہے تو چھوٹ جائے ذکر نہیں چھوٹنا چاہیے۔ ڈکشنری میں کیا ہے "یاد کرنا" اور اصطلاح شرح میں ذکر کیا ہے، حضرت امام ربانی

۱۔ ترمذی، الجامع الصحیح، ابواب الدعوات، ج ۵، ص ۳۹۴، ۲۔ القرآن، الاحزاب، ۴۱،

حضرت مجدد الف ثانی فرماتے ہیں:

ع ذکر آنست که ضدش نسیان است

فرماتے ہیں ذکر اسے کہتے ہیں جس کی ضد نسیان ہے بھول جانا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سب کچھ بھول جائے تو خطرہ نہیں لیکن رب کو نہ بھولے۔ جو حالت ذکر سے خالی جارہی ہے غفلت میں جارہی ہے وہ خطرناک ہے اس میں پھر کوئی برکت نہیں کچھ خیر نہیں رحمت نہیں پھر اسی کا فائدہ شیطان اٹھاتا ہے۔

اور انسان کے قلب سے شیطان چمٹ جاتا ہے، چھاڈال دیتا ہے، جکڑ لیتا ہے: جب وہ ذکر کرتا ہے اللہ کا نور پیدا ہوتا ہے تو پھر یہ ناری اس نور سے بھاگتا ہے وہ ناری ہے نور سے بھاگتا ہے۔

جب وہ غافل ہوتا ہے بھول جاتا ہے تو پھر شیطان اٹیک کرتا ہے۔

دلوں کو چمکانے والی چیز اللہ کا ذکر ہے اور اللہ کی یاد ہے اور یہ آقا علیہ السلام نے ایسے ہی صحابہ کرام کو سکھائی تھی اللہ کا ذکر ایسے سکھایا تھا۔ بڑے بڑے بزنس مین تاجر اور حضرت بلال اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم اجمعین صفہ پر بیٹھتے ہیں، اللہ اللہ کررہے ہیں وہ وہاں بزنس کررہے ہیں، شام کی منڈیوں میں عراق کی منڈیوں میں لیکن کوئی ایک لمحہ بھی اللہ کے ذکر میں خالی نہیں۔ اللہ نے مرد کہا ہی اس کو ہے،

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ [1]

مرد ہے ہی وہ اور مرد خدا وہ شخص ہے کہ جس کو دن رات، تجارت، خرید و فروخت

۱۔ القرآن، سورہ نور، آیت: ۳۸

اور تجارت رب کی یاد سے غافل نہ کرے۔

اور دوسری جگہ فرمایا:

الرجال قوامون علی النسا [1]

مرد عورتوں پر حاکم ہیں یہاں مفسرین نے لکھا ہے یہ مرد کون ہوتا ہے:

جس کے چہرے پر داڑھی اور سر پر عمامہ

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

لوگو میری آنکھ سوتی ہے، میرا قلب نہیں سوتا۔

اللہ کا ذکر چوبیس گھنٹے جاری ہے ہر ساعت ہر لحظہ ہر لمحہ جاری ہے۔ کوئی وقت اس سے خالی نہیں اور یہ ذکر ذکرِ قلبی ہے۔ جو بھی کام کررہے ہوں، دل ذکر کررہا ہوتا ہے۔

ہتھ کار ول، تہ دل یار ول

حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں یہ ذکر نہ کتابوں سے آتا ہے نہ مدرسوں سے آتا ہے نہ خود ریاضت مجاہدے، کسب سے آتا ہے یہ کسی شیخ کامل کے سینے سے سینے میں آتا ہے اور جس کو کہتے ہیں ذکر ماخوذ۔ جو کسی سے اخذ کیا ہو۔ ایک کلمہ وہ ہے جو ہم خود پڑھتے ہیں اور ایک کلمہ وہ ہے جو کوئی پڑھاتا ہے، سلطان باہو فرماتے ہیں:

ایہہ کلمہ مینوں پیر پڑھایا
تے میں سدا سہاگن ہوئی ھُو

۱۔ القرآن، النساء، آیت: ۳۴

نبی کریم ﷺ کی حدیث مبارکہ ہے کہ اگر ترازو کے ایک پلڑے پر سارے اعمال رکھ دیئے جائیں اور ایک پلڑے میں یہ کلمہ رکھ دیا جائے تو فرمایا یہ (کلمہ والا) پلڑا بھاری رہے گا۔1

یہ کلمہ اتنا عظیم الشان ہے اور اس میں اتنی قوت ہے اتنی طاقت ہے فرمایا کہ جب تک زمین پر کوئی ایک بھی اللہ اللہ کرنے والا ہے قیامت نہیں آئے گی۔ آج اس ذکر سے غفلت کی وجہ سے ہم پریشان ہیں۔ بزرگ فرماتے ہیں پریشان وہ ہوتا ہے جو ا شان سے پرے ہوتا ہے۔ اور شان کیا ہے ہم جانتے ہی نہیں۔

اپنی ملت پر قیاس اقوام مغرب سے نہ کر
خاص ہے ترکیب میں قوم رسول ہاشمی

یہ دشمنوں کا بنایا ہوا راستہ ہے، جس پر ہم چل رہے ہیں۔ وہ جو رحمۃ اللعالمین ٹریک ہے، اس سے منہ پھیرا ہوا ہے۔

مولانا جلال الدین رومی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اگر سورج کے ہونے یقین کرنا چاہتے ہو تو بس ایک کام کرو سورج کی طرف پشت نہ کرو۔ سورج کی طرف منہ کرلو۔

حقیقت یہ ہے کہ جس مرکز ایمان کی طرف ہمارے رب نے ہمیں متوجہ تھا ان سے وابستہ رہنا ان سے جڑے رہنا دنیا کی خیر بھی ملے گی آخرت کی خیر بھی گی، جس نے اس سے منہ پھیر لیا تو قرآن کہتا ہے:

۱۔ احمد بن حنبل، مسند، ج۲، ص۱۶۹، حدیث ۶۵۸۳

من اعرض عن ذکری فان له معیشة ضنکا ۱

فرمایا جو ہمارے ذکر سے منہ پھیر لیتا ہے ہم معشیت کھینچ لیتے ہیں۔

معشیت میں ظاہر بھی آتا ہے، باطن بھی آتا ہے۔ روحانی اور دینی ضروریات بھی ہوتی ہیں، دنیاوی ضروریات بھی ہوتی ہیں۔ تعلق باللہ کے ساتھ، ذکر کے ساتھ بندہ کربلا میں سے بھی گزر جاتا ہے کیونکہ یہ تعلق، یہ وابستگی قوت ہے طاقت ہے۔ یہ نہیں ہوتا کہ پریشانیاں نہیں آتیں، وہ آتی ہیں اور رہیں گی لیکن بندہ ان میں سے ایسے گزر جائے گا۔ جیسے حضرت ابراہیم خلیل علیہ السلام نار نمرود سے گزرے تھے۔ نمرود نے جو آگ جلائی تھی لیکن رب کائنات نے فرمایا:

وَقُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَّسَلَامًا عَلَىٰ إِبْرَاهِيمَ ۲

انہوں نے آگ ایسی جلائی کہ بندہ اس کے قریب بھی نہ جائے، کتنے دن ایندھن اکٹھا کرتے رہے، کتنے دن آگ جلاتے رہے، جب پوری بھڑک گئی تو جناب خلیل علیہ السلام کو منجنیق سے آگ کی طرف بھیجا، منجنیق اور آگ تک کے درمیانی مسافت تھا، اس میں جناب جبرئیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ اے خلیل کوئی میری ضرورت ہے تو بتائیں میں کچھ کرسکتا ہوں آپ کے لئے تو جناب خلیل علیہ السلام نے فرمایا "جبرئیل میرا رب جلیل میرے حال سے واقف ہے جو کچھ ہو رہا ہے، فرمایا تو پھر خلیل جانے اور رب جلیل جانے۔ آپ کی یہ ادا باری تعالی کو اتنی پسند آئی کہ اس سے پہلے کہ وہ آگ میں گرتے فرمایا:

۱۔ القرآن، طٰہٰ، آیت:۱۲۴

۲۔ القرآن، سورہ الانبیاء، ۶۹

اے آگ میرا خلیل آ رہا ہے، نار نہیں، گلزار بن اور ٹھنڈی بھی ایسی ہونا ہے کہ سلامتی والی۔

اللہ رب العالمین کے جو پیارے ہوتے ہیں، انبیاء میں اولیاء میں ان کے ساتھ یہ چلتا ہے، آزمائشیں آتی ہیں، امتحان بھی آتے ہیں، لیکن رب کائنات نے، اور شریعت مطہرہ نے جو طریق دیا ہے وہ یہ کہ ادھر ادھر جانیکی بجائے، ہانڈی کا نمک بھی چاہیے اور جوتے کے تسمہ بھی چاہیے تو اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔ انبیاء کرام، اہل بیت اطہار، صحابہ کرام، صوفیاء کرام نے یہ سکھایا ہے کہ رب سے رجوع کرو، اللہ سے تعلق بناؤ، یہ جو ہم انبیاء، صحابہ، اہل بیت اور اولیاء اللہ کا ذکر کرتے ہیں اس کا مطلب کیا ہے کہ ان سے سبق سیکھ کر اس راستے پر چلیں جو ان کا راستہ ہے اسی طریق کو اختیار کریں۔ اس لئے کہ اس امت پر جو بڑا عظیم کرم ہے، وہ یہ ہے کہ ولایت کا معرفت کا اللہ کی دوستی کا دروازہ بند نہیں ہے، کھلا ہے اور قیامت تک کھلا رہے گا۔ اصل کام جو اِن کا تھا اور ان سے لینا تھا کہ ان سے سیکھ کے ان کے طریقے پر چل کر آپ بھی اپنے رب سے رابطہ قائم کرو، تعلق بناؤ۔ اس کے دوستوں سے دوستی بناؤ تاکہ کوئی تعلق ہمارا بھی رب سے بن جائے اور سمجھ آئے کہ بندگی کیا ہوتی ہے اور دنیا سے جانے سے پہلے جو کلمہ پڑھا تھا وہ کلمہ چکھ کر جائیں جس توحید کی گواہیاں دیتے تھے اس توحید کو اپنے اوپر طاری بھی تو کریں جس رسالت کی گواہی دی ہے اس رسالت کا کوئی عرفان بھی حاصل کریں اور اس کو Practice بھی کریں۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِي رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ [۱]

۱۔ القرآن، الاحزاب، آیت: ۲۱

اسوہ حسنہ کیا ہے کہ چوبیس گھنٹے کی ہر گھڑی اس کی یاد میں رہیں۔ گھر میں خاتون خانہ ہنڈیا بنا رہی ہو تو ساتھ اللہ کا ذکر کر رہی ہو تو کسی تعویذ دھاگے کی اس گھر کو ضرورت نہیں رہتی، باوضو ہو ذکر میں ہو اور روٹی اور ہانڈی میں کوئی پرابلم ہے، کوئی وائرس ہو ختم ہو جائے گا۔ اگر چالیس دن کوئی گھر کوئی فیملی اس طرح گزارے تو سارے درد ٹھیک ہو جائیں گے۔

ایک بزرگ تھے بڑے اللہ کے پیارے، اللہ کے ولی، ایک دفعہ اپنی بیوی کے پاس بیٹھے تھے، اپنی کیفیت میں، وہ بیوی کہنے لگی جو کچھ آپ کو ملا ہے، جو رب سے دوستی ہوئی ہے، یہ سب میری وجہ سے ہے کہنے لگے ہم نے عمر لگادی ہے، عبادت اور ریاضت میں، ہمارا Credit بھی چھین رہی ہو، جھڑک دیا بیوی کو۔ کہنے لگیں نہ مانو۔ آگے دیکھتے ہیں۔ بزرگ نے فرمایا ٹھیک ہے دیکھ لیں گے۔

ایک دو روز گزرے، تہجد نہ پڑھ سکے، تہجد رہ گئی، اگلے دن بھی، وہ پریشان ہو گئے کہ کبھی تہجد نہیں رہی، یہ کیا ہو رہا ہے۔ وہ بی بی کہنے لگیں کیا ہوا، کیوں اتنے پریشان ہیں، کہنے لگے میری تہجد کئی دن سے رہ رہی ہے، معمولات، ذکر، وظائف سب رہ رہے ہیں۔ کہنے لگیں، میں نے کہا تھا نہ یہ سب میری وجہ سے ہے، کہنے لگے وہ کیسے۔ جواب میں کہا کہ میں نے کبھی بے وضو تمہیں کھانا دیا ہی نہیں تھا۔ جب آپ نہیں مانے تو میں نے بے وضو کھانا دینا شروع کر دیا۔ میں نے وضو کرنا چھوڑ دیا۔ فرمایا ٹھیک ہے، یہ تمھاری وجہ سے ہی ہے۔ تمھاری مہربانی اب تم باوضو ہی رہنا۔

حضور شہنشاہ بغداد حضور غوث اعظم رضی اللہ عنہ آپ کے والدین کو دیکھیں۔ والدہ صاحبہ ذکر والی تھیں، تلاوت کرنے والی تھیں، استاد صاحب کے پاس پڑھنے

گئے، سترہ سپارے سنا دیئے، استاد صاحب نے کہا آگے پڑھیں، فرمایا میری اماں جان کو سترہ حفظ تھے۔ قطب الدین بختیار کاکی رحمۃ اللہ علیہ نے پندرہ سیپارے پڑھ دیئے، کہا بیٹا آگے پڑھو، فرمایا میری ماں نے اتنے ہی پڑھے تھے جب میں ماں کے پیٹ میں تھا۔

یہ اولیاء اللہ تھے اور ہر بچے پر تاثیر ہوتی ہے، خاص طور پر وہ وقت جب وہ ماں کے پیٹ میں گزارتا ہے، اس وقت کے جو اثرات ہیں وہ زندگی بھر اس کے ساتھ رہتے ہیں۔ یہ ساری جو آج پریشانیاں ہیں، اس لئے ہیں کہ اللہ کا ذکر چھوڑ دیا ہے، اس کی یاد چھوڑ دی ہے، باقی سب کچھ ہو رہا ہے، اس کے لئے ٹائم نہیں ہے، تو پھر علماء کرام فرماتے ہیں کہ جب قبر میں ویلا (فارغ) پڑا ہوگا تو پھر کچھ بھی نہیں کر سکتا۔

کہتے ہیں ایسے ہی زندگی جا رہی ہو، اور اس کی اصل قیمت اور Value تب ہے جب ہر لمحہ جو گزر رہا ہے وہ رب کی یاد میں گزرے۔ اور یہ ذکر نصیب ہوتا ہے، دلوں سے دلوں کو، سینوں سے سینوں کو۔ قلوب سے قلوب میں جاتا ہے۔

اللہ رب العالمین ہمیں اپنے ذکرِ حقیقی کی توفیق عطاء فرمائے، آمین ثم آمین

علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی

دار الاخلاص

۴۹۔ ریلوے روڈ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تحفہ نقشبندیہ

اردو ترجمہ

الحديقة الندية فى الطّريقة النقشبندية

تالیف

امام محمد بن سلیمان بغدادی حنفی نقشبندی (م ۱۲۳۴ھ)

تقدیم: تصحیح: تخریج: علامہ محمد شہزاد مجددی سیفی

مترجم: مولانا سلطان احمد افغانی

دار الاخلاص (مرکز تحقیق اسلامی)

۴۹۔ ریلوے روڈ، لاہور

بَلَغَ العُلیٰ بِکَمَالِہٖ

آپ اپنے کمال کے سبب بلندی پر پہنچے

کَشَفَ الدُّجیٰ بِجَمَالِہٖ

آپ نے اپنے جمال سے اندھیروں کو دُور کر دیا

حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ

آپ کے تمام تر خصائل نہایت حسین ہیں

صَلُّوْا عَلَیْہِ وَآلِہٖ

آپ پر آپ کی آل پر درود و صلوٰت ہو

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

انتساب

خالدِ عصر

فخر الاماثل - شیخ الشیوخ حضرت سیدنا و مرشدنا اخندزادہ

سیف الرحمٰن

مبارک نور اللہ مرقدہٗ

پیر ارچی کے نام!

جن کی ذات میں حضرت خالد کردی (علیہ الرحمۃ) سے کمال مماثلت پائی جاتی ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

''قطعہ تاریخ طباعت'' (کتاب ہذا)

''نقشہ فتوحات خالدیہ''

۲۰۰۰ء

اس کے ہر اک حرف میں ہے خالدِ کردی کا فیض
یہ صحیفہ حکمت و عرفان کا شہکار ہے
خواجگانِ نقشبندی کے معارف کا ورود
شیخ بغدادی کے علم و فضل کا اظہار ہے
ترجمہ سلطان احمد نے کیا باصد خلوص
کاروانِ علم کا جو اک علمبردار ہے
صوفیہ شہزاد ہوں گے اس سے بیحد مستفیض
کیا ہی دلکش بھجت افزا ''روضۂ احرار'' ہے

۱۴۲۱ھ

رشحات قلم!

احقر العباد: محمد شہزاد مجددی سیفی

دار الاخلاص-۴۹، ریلوے روڈ، لاہور

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱	انتساب	3
۲	مقدمۂ ناشر	9
۳	ابتدائیہ	19
۴	شجرہ بیان کرنے کی وجہ	24
۵	طریقہ نقشبندیہ کی فضیلت	25
۶	ایک وہم کا ازالہ	27
۷	ذکر قلبی کا بیان	"
۸	حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد	29
۹	ایک وہم کا ازالہ	31
۱۰	سالک مجذوب اور مجذوب سالک	32
۱۱	ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد	34
۱۲	شیخ عبد الحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد	35
۱۳	طریقہ نقشبندیہ کے مختلف ادوار میں مختلف نام	36
۱۴	لفظ نقشبندیہ کا مفہوم	"
۱۵	پہلا باب	41
۱۶	جن فقہاء نے سلوک کو واجب کہا	"
۱۷	شیخ شہاب الدین ابن حجر مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ	42
۱۸	خطیب شربینی شافعی کا فرمان	43

۱۹	امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں	43
۲۰	خاتمۃ المتاخرین شیخ ابوبکر رحمہ اللہ تعالیٰ کا فرمان	"
۲۱	محقق طاہر خوارزمی کا ارشاد	44
۲۲	علامہ محمد آفندی کا ارشاد	45
۲۳	علامہ حسن شرنبلالی کا ارشاد	"
۲۴	حضرت ابراہیم حلبی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں	47
۲۵	امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں	48
۲۶	قاعدۂ کلیہ	49
۲۷	طریقت کا انکار	"
۲۸	امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رحمھما اللہ تعالیٰ	51
۲۹	شیخ اکبر نے فرمایا	57
۳۰	دوسرا باب	60
۳۱	حکایت	61
۳۲	شرائط وآداب مرید	"
۳۳	طریقت میں شیخ کے متفقہ پندرہ آداب	64
۳۴	قرب کے چار طریقے	67
۳۵	قرب الٰہی کا دوسرا طریقہ	69
۳۶	حکایت	70
۳۷	تیسرا طریقہ	"
۳۸	لطائف اور اذکار کا بیان	71

۳۹	لطائف عالم خلق	72
۴۰	نفی واثبات	"
۴۱	مراقبہ	74
۴۲	مراقبہ کیسے کیا جائے	"
۴۳	ذکر قلبی قرآن وسنت	76
۴۴	احادیث مبارکہ	"
۴۵	اقوالِ علماء ومشائخ	77
۴۶	دل کی خصوصیات کا بیان	79
۴۷	ذکر کرنے کے آداب	82
۴۸	تتمہ	84
۴۹	صوفیہ کرام کا انکار خدا سے دوری کی علامت	87
۵۰	نیم ملا اور صوفیۂ کرام کا انکار	88
۵۱	فقہائے کرام نے اہل طریقت کا انکار نہیں کیا	"
۵۲	صوفیاء کے احوال کے انکار کیلیے ستر چیزوں کا علم ضروری ہے	90
۵۳	مشائخ عظام پر وارد ہونے والے شبہات اور انکے جوابات	93
۵۴	شبہہ نمبر 2	96
۵۵	شبہہ نمبر 3	97
۵۶	جذب قرآن وحدیث کی روشنی میں	100
۵۷	شبہہ نمبر 4	103
۵۸	کیا کرامت ولایت کی شرط ہے	"

۵۹	شبہہ نمبر 5	105
۶۰	شبہہ نمبر 6	"
۶۱	شبہہ نمبر 7	110
۶۲	شبہہ نمبر 8	111
۶۳	وجد کے بارے شیخ سُنبل کا مناظرہ	112
۶۴	شبہہ نمبر 9	113
۶۵	تیسرا باب	117
۶۶	مولانا خالد رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کی تالیفات	127
۶۷	مولانا خالد رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خوارق وکرامات	"
۶۸	مولانا خالد رومی رحمہ اللہ تعالیٰ کے خلفاء کرام	128

بسمہ اللہ الرحمٰن الرحیم ○

مقدمہ ناشر

اللہ تبارک وتعالیٰ کے احسانات میں سے عظیم ترین احسان جو اس نے بنی نوع انسان پر فرمایا یہ ہے کہ ان کی رشد وہدایت کے لیے ان ہی میں سے انبیاء کرام علیہم السلام کو مبعوث فرما کر اپنی معرفت اور کتاب وحکمت کی تعلیم کا نورانی سلسلہ جاری فرمایا اور مشیّت ایزدی کے تحت جب بعثت انبیاء کا سلسلہ امام الانبیاء والمرسلین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات والاصفات پر ختم ہوا تو ان کی امت کے علماء عارفین اور صوفیۂ کاملین کو نیابت ووراثت انبیاء کے منصب پر فائز فرما کر فیضانِ نبّوت کے تسلسل کو دوام اور ہیشگی عطا فرمادی۔

حدیث شریف میں ہے:-

اِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاء

بے شک اہل علم انبیاء کے وارث ہیں۔[1]

یہ وراثت ان اہل کمال کے حصہ میں آئی جنہیں قسام ازل نے علوم ظاہری وباطنی سے وافر فیوضات عطا فرما کر معرفت وحقیقت کے زیور سے مزین فرمادیا۔

ان کے قلوب وارواح ذکر الٰہی کے انوار سے منور اور افکار ونظریات، سنّت و شریعت مطہرہ کے تقاضوں کے عین مطابق ہوتے ہیں۔خشیّت ان کی رگ رگ سے چھلکتی ہے۔اقوال، افعال اور احوال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ کا مظہر ہوتے ہیں۔ الغرض اِذَا رُءُوْا ذُكِرَ اللهُ۔[2]

؎ یاد آتا ہے خدا دیکھ کے صورت ان کی
ایسے ہی خاصان خدا کے لیے فرمایا گیا ہے

---

[1] الجامع الترمذی: ۲/۹۷ [1](ب) سنن الدارمی: ۱/۶۸، مطبوعہ بیروت لبنان

[2] الجامع الصغیر: ۲/۷

ان ہی نفوس قدسیہ میں سے ایک دوست خدا، ولی کامل اور مرشد اکمل حضر[ت] ''ذی الجناحین'' مولانا ضیاء الدین شیخ خالد عثمانی نقشبندی (م ۱۲۴۲ھ) مجددی رحمۃ اللہ عل[یہ] ہیں۔ آپ ۱۱۹۰ھ میں بمقام ''قرہ باغ'' پیدا ہوئے جو سلیمانیہ سے پانچ میل کے فاصلے [پر] واقع ہے۔

کم عمری میں ہی علوم وفنون میں کمال حاصل کیا اور اپنی جودت ذہنی، بے مثال حافظہ اور فہم وفراست کی فراوانی سے اساتذہ کرام کو متاثر کیا۔ آپ صرف، نحو، فقہ، منطق، عروض، مناظرہ، بلاغت، بدیع وحکمت، علم کلام، اصول وحساب، ہندسہ، ہیئت علم حدیث ا[ور] تصوف میں ید طولیٰ رکھتے تھے۔

آپ کے اساتذہ کرام میں اس عہد کے جید ترین علماء وفقہاء شامل ہیں۔ جن میں سے چند ایک کے اسماء درج ذیل ہیں:۔

۱۔ علامہ شیخ عبدالکریم برزنجی۔[1]

۲۔ عالم محقق ملا صالح۔

۳۔ عالم فاضل ملا ابراہیم البیادی۔

۴۔ فاضل مدقق سید عبدالرحیم برزنجی۔

۵۔ علامہ شیخ عبداللہ الخربانی۔

۶۔ عالم باعمل ملا عبدالرحمٰن جلی رحمۃ اللہ علیہم۔

ان علماء کرام کے علاوہ بھی حضرت مولانا خالد کردی رومی رحمۃ اللہ علیہ نے [ک]دوسرے اہل علم سے استفادہ کیا اور پھر سند درس وتدریس کو رونق بخشی۔ ہزاروں طلبہ کو ظا[ہری] وباطنی علوم کے زیور سے آراستہ وپیراستہ فرمایا۔ آپ حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ [عنہ]

[1] متوفی: ۱۲۱۳ھ

کے اس قول کی صحیح تصویر نظر آتے ہیں:۔

مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ، وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهْ فَقَدْ تَزَنْدَقَ، وَمَنْ جَمَعَ بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ۔[1]

جس نے فقہ بغیر تصوف کے حاصل کیا وہ فاسق ہے اور جس نے تصوف بغیر فقہ حاصل کیا وہ زندیق ہے اور جس نے دونوں کو حاصل کیا وہ محقق (جامع ظاہر وباطن) ہے۔

شیخ خالد قدس سرہ ۱۲۲۰ھ میں حج بیت اللہ اور روضۂ خیر الانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حاضری کے لیے نہایت عقیدت واحترام اور ذوق وشوق سے روانہ ہوئے۔ اسی سفر میں شام کے عالم اجل اور محدث کبیر حضرت شیخ محمد الکوبری سے ملاقات وصحبت کا شرف حاصل کیا اور ان سے حدیث کی سند واجازت حاصل کی۔ شام ہی میں ان شیخ کے شاگرد خاص شیخ مصطفیٰ کردی علیہ الرحمۃ سے بھی ملاقات فرمائی، انہوں نے بھی دیگر اسناد کے علاوہ سلسلہ عالیہ قادریہ کی اجازت سے نوازا۔

سلیمانیہ واپس پہنچ کر کمال استعداد اور وسعت ظرف کے تقاضوں نے جوش مارا اور کسی صاحب حال پیشوائے طریقت کی طلب ہوئی۔ آخر ایک ہندوستانی سیاح (مرزا عبدالرحیم بیگ المشہور درویش محمد عظیم آبادی قدس سرہٗ مرید وخلیفہ حضرت شاہ غلام علی دہلوی علیہ الرحمۃ) کی تحریک پر اس کے پیرو مرشد مجدد عصر، قیوم زماں حضرت عبداللہ معروف بہ شاہ غلام علی دہلوی (متوفی ۲۲ صفر ۱۲۴۰ھ) رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات کا شوق پیدا ہوا اور طلب فیض وتحصیل سلوک کے لیے عازم ہندوستان ہوئے۔

کابل، پشاور اور لاہور سے ہوتے ہوئے دہلی پہنچے حضرت شاہ غلام علی دہلوی قدس

[1] صوفیۃ والتصوف: ص: ۵۳، طبع کویت۔

سرہ پہلے سے ہی خدام کو اشارہ فرما چکے تھے کہ ایک فاضل اجل حصول فیض ونسبت کے لیے آرہا ہے۔

شیخ طریقت کی خدمت میں پہنچ کر نذرانہ عقیدت منظوم قصائد ومناقب کی صورت میں پیش کیا اور ان کی خوشنودی اور خاص توجہ حاصل کی۔ پانچ ماہ کے قلیل عرصہ میں صاحب حضور ومشاہدہ ہوئے۔ خانقاہ عالیہ میں تقریباً نو ماہ مقیم رہے اور پانی بھرنے کی خدمت انجام دیتے رہے۔ پیر روشن ضمیر کی توجہ سے اعلیٰ مدارج تک پہنچے۔

شیخ طریقت نے آپ کو پانچ سلاسل (نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ، کبرویہ اور چشتیہ) میں خلافت مطلقہ عطا کی اور ارشاد، حدیث، تفسیر، تصوف اور اشغال و اوراد کی اجازت بھی عطا کی۔ شیخ ہی کے ارشاد کی تعمیل میں آپ سراج الہند حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ انہوں نے بھی اپنی سند حدیث اور اجازت روایت سے نوازا بلکہ بعض خاندانی وظائف بھی عنایت فرمائے۔

حضرت شیخ خالد رومی علیہ الرحمۃ بھی ان سے کافی متاثر ہوئے اور اکثر ان کی تعریف فرمایا کرتے تھے۔

شیخ الشاہ غلام علی دہلوی قدس سرہ نے خرقۂ خلافت اور کلاہ عطا فرمانے کے بعد وطن واپسی کی اجازت دی۔ پیر ومرشد آپ کو الوداع کرنے کے لیے اپنی خانقاہ سے شیخ عابد کے مزار تک ساتھ آئے اور اقلیم کردستان کے قطب ہونے کا اشارہ فرمایا۔

حضرت شاہ غلام علی قدس سرہ آپ کے بارے میں فرمایا کرتے تھے، "مولانا خالد جامیٔ وقت اور خسرو عہد ہیں"۔

آپ کا شجرہ طریقہ نقشبندیہ حسب ذیل ترتیب سے امام ربانی سیدنا مجدد الف ثانی الشیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ تک پہنچتا ہے۔

مولانا خالد کردی شہر زوری، حضرت شاہ غلام علی، حضرت مظہر جان جاناں، حضرت خواجہ سید نور محمد بدایونی، حضرت خواجہ سیف الدین، حضرت خواجہ محمد معصوم اور حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

حضرت مولانا خالد کردی علیہ الرحمۃ کی وساطت سے سلسلہ عالیہ نقشبندیہ کو بلاد روم، عراق، کردستان، شام اور حجاز مقدس میں بہت فروغ حاصل ہوا۔ آپ خود لکھتے ہیں:۔

"ایک ہزار عالم متبحر داخل طریقہ ہو کر میرے سامنے دست بستہ کھڑے ہیں اور ایک لاکھ افراد مجھ سے بیعت ہو چکے ہیں۔"[1]

مولانا عربی و فارسی کے علاوہ کردی زبان میں بھی شعر کہتے تھے۔ فارسی دیوان ترکی سے طبع ہو چکا ہے۔ آپ کے خوارق وکرامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ "اگر کوئی مولانا خالد کردی رحمۃ اللہ علیہ کا نام بے ادبی سے زبان پر لاتا تو بے ہوش ہو کر زمین پر گرتا تھا۔ آپ کے خلیفہ شیخ عبدالوہاب تھے۔ وہ صاحب کرامات اور مجمع کمالات ہو گئے تھے۔ شیطان نے وسوسہ اندازی کی تو وہ اپنا مقام حضرت سے بڑھ کر خیال کرنے لگے۔ یہ خیال آتے ہی ان کی نسبت باطل ہو گئی اور اپنے ساتھیوں میں ذلیل ہو کے رہ گئے[2]۔ آخر حضرت شاہ ابو سعید مجددی قدس سرہ کی توجہ سے نسبت بحال ہوئی۔

حضرت مولانا کا انتقال ۱۲۴۲ھ/۱۸۲۶ء میں طاعون کی وبا کے دوران ہوا۔ نماز جنازہ علامہ ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ نے پڑھائی۔ آپ کے جس طرح معتقدین بہت زیادہ تھے ایسے ہی حاسدین اور منکرین بھی کافی تعداد میں پائے جاتے تھے۔

آپ کے خلاف دنیادار مولویوں نے پراپیگنڈہ اور فتویٰ بازی شروع کی تو سب

1۔ مقامات مظہری: ص، ۱۴۹

2۔ ایسا ہی واقعہ ہمارے پیر ومرشد حضرت اخندزادہ سیف الرحمن مدظلہ العالی کے ایک مرید وخلیفہ کے ساتھ پیش آچکا ہے۔

سے پہلے حضرت علامہ ابن عابدین سید محمد امین شامی (م ۱۲۵۲ھ) صاحب ''ردالمختار'' نے ان کا رد کیا اور آپ کی تائید وحمایت میں نہایت محققانہ کتاب ''سل الحسام الهندی لنصرة مولانا خالد النقشبندی ''[1] تصنیف کی۔ اسکے علاوہ بھی معاصر علماء وفضلاء نے آپ کی سیرت وکمالات روحانی پر کتب کی تصنیف کا فریضہ نہایت عقیدت مندی سے سرانجام دیا۔

مفتی غلام سرور لاہوری صاحب ''خزینۃ الاصفیاء'' نے آپ کی تاریخ وفات یوں کہی ہے۔

عجب تاریخ ترحیلش عیاں شد = ز ''خالد جنتی محبوب مولیٰ''

۱۲۴۲ھ

''خلفاء مولانا خالد قدس سرہٗ''

آپ کے خلفاء کی تعداد سو سے کچھ اوپر بیان کی جاتی ہے لیکن ہم یہاں چند اکابر خلفاء کے اسماء درج کرتے ہیں:۔

سب سے پہلے صاحب ''الحديقة الندية فی الطريقة النقشبندية'' حضرت علامہ سید محمد بن سلیمان البغدادی علیہ الرحمۃ کا ذکر کرنا مناسب ہے۔ آپ بغداد کے نہایت فاضل اہل علم میں سے ہوئے ہیں۔ معاصر علماء میں نہایت احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ کتاب ھذا آپ کے علم وفضل، وسعت مطالعہ، تحقیق وتدقیق اور اپنے شیخ سے والہانہ عقیدت ومحبت کی عکاسی کرتی ہے۔ آپ نے اسی تالیف میں اپنی ایک کتاب ''المطالب الوفیه'' کا تذکرہ عربی نسخہ کے صفحہ ۱۰۸ پر فرمایا ہے۔ شیخ بغدادی نے شعبان المعظم ۱۲۳۴ھ میں اسی کتاب کی تکمیل فرمائی اور اسی سال آپ کا وصال بھی ہوگیا۔ یعنی آپ

[1] یہ مجموعہ رسائل ابن عابدین (مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور) میں شامل ہے۔

اپنے شیخ کی حیات میں ہی اللہ کو پیارے ہوگئے۔ آپ کی تصنیف ''الحديقة الندية'' کے حوالے حضرت خالد رومی علیہ الرحمہ کے سیرت نگار جا بجا دیتے ہیں۔ معاصر مشائخ، مورخ اور برادران طریقت میں سے سلسلہ خالدیہ اور سیرت خالدیہ پر تحریری کام کرنے والوں نے آپ کی اس تصنیف سے خاصا استفادہ کیا ہے۔

''الحديقة الندية'' کے علاوہ حضرت خالد رومی علیہ الرحمہ اور ان کے خلفاء کے حالات وواقعات پر مشتمل چند اہم کتب کا تعارف درج ذیل ہے:۔

۱- اصفى الموارد فى سلسال احوال مولانا خالد، از شیخ عثمان بن سند وائلی۔
(ہماری کتاب حديقة الندية اس کے حاشیے پر بھی شائع ہوئی تھی۔)

۲- الفيض الوارد على روضة مرثية مولانا خالد، ابو ثنا محمود آلوسی، جو ۱۲۷۸ھ میں شائع ہوئی ہے۔

۳- المجد التالد فی مناقب مولانا خالد، از ابراہیم فصیح حیدری بغدادی، مطبوعہ ۱۲۹۲ھ استانبول۔

۴- سل الحسام الهندی لنصرة مولانا خالد النقشبندی از محمد امین معروف بہ ابن عابدین مطبوعہ ۱۳۵۱ھ۔ دمشق۔

۵- البهجة السنية فی آداب الطريقة العلية الخالدية، از محمد بن عبداللہ خانی مطبوعہ ۱۳۵۳ھ۔

۶- الانوار القدسية فی مناقب السادة النقشبنديه، از یٰسین بن ابراہیم السنہوتی، مطبوعہ ۱۳۴۴ھ۔ مصر۔

۷- الحدائق الوردية فی حقائق اجلاء النقشبنديه، از شیخ عبدالمجید بن محمد خانی خالدی نقشبندی۔

۲- شیخ اسمٰعیل انارانی علیہ الرحمۃ مولانا خالد کی وفات کے بعد ان کے جانشین قرار پائے لیکن بعارضۂ طاعون 24 چوبیس روز بعد وفات پا گئے-

۳- شیخ عبداللہ ھراتی ان کے بعد مسند نشین ہوئے لیکن وہ بھی اسی مرض میں مبتلا ہو کر اپنے پیشرو سے جا ملے-۱۲۴۵ھ میں ان کے وصال کے بعد شیخ عبدالفتاح نے اس ذمہ داری کو قبول کیا اور خوب نبھایا- ان کے علاوہ شیخ عثمان سراج الدین، ملا ابوبکر کردی، ابراہیم فصیح حیدری، شیخ خالد کردی مدنی (مدینہ منورہ میں مقیم تھے) علامہ شیخ محمد قرشلی (امام شافعیہ) سید طٰہٰ نہری، سید عبداللہ حیدری اور شیخ احمد خطیب اربلی قابل ذکر بزرگوں میں سے ہیں-

کچھ ترجمہ کے بارے میں:-

فاضل عزیز سلطان احمد افغانی زید مجدہ نے ''الحدیقة الندیة'' کا ترجمہ اردو میں کرنے کی سعادت حاصل کی ہے- جامعہ نظامیہ لاہور سے فراغت کے بعد منڈی بہاء الدین کے جامعہ چشتیہ غوثیہ میں تدریسی فرائض سرانجام دے رہے ہیں-

یہ غالباً ان کا کسی کتاب کا پہلا اردو ترجمہ ہے لیکن ان کی محنت اور دلچسپی نے اس میں رنگ بھر دیا ہے-

حق تعالیٰ شانہٗ جناب مترجم کے علم و عمل میں برکت دے، تاکہ وہ آئندہ بھی اس سے بہتر انداز میں تحریری خدمات سرانجام دے پائیں-

ہم نے کتاب ھذا کی طباعت کے اہتمام کے علاوہ اس میں بعض حواشی اور ایک مختصر مقدمے کا اضافہ کیا ہے تاکہ قارئین کے لیے افزونیٔ معلومات کا باعث ہو- مترجم عزیز چونکہ پیدائشی پختون ہیں اسی لیے بعض مقامات پر زبان و بیان کے مسائل آڑے آئے جنہیں ہم نے قلت وقت اور عدیم الفرصتی کے باوجود سلجھانے کی حتی المقدور کوشش کی ہے-

امید ہے کہ قارئین رواں اور شستہ اردو نثر سے محظوظ ہوں گے-

تاہم اہل علم سے ہم گزارش کریں گے کہ وہ ہماری فروگزاشتوں کی نشاندہی فرما کر علم پروری کا مخلصانہ فریضہ سرانجام دیں-

باغ جہاں کے گل ہیں یا خار ہیں تو ہم ہیں-
گر یار ہیں تو ہم ہیں اغیار ہیں تو ہم ہیں-
(خواجہ میر درد نقشبندی)

ماخذ و مراجع مقدمہ:

مقدمہ تحریر کرتے ہوئے درج ذیل کتب سے استفادہ کیا گیا:

۱- الحدیقة الندیة فی الطریقة النقشبندیة (مطبوعہ استنبول) از محمد بن سلیمان بغدادی مطبوعہ ۱۹۷۷ء
۲- مولانا خالد نقشبندی و پیروان طریقت او (مطبوعہ ایران) ۱۳۶۸ھ-
۳- مقامات مظہری، مطبوعہ اردو سائنس بورڈ، لاہور-
۴- خزینۃ الاصفیاء، مطبوعہ لاہور، از مفتی غلام سرور لاہوری-
۵- ارغام المرید، مطبوعہ استنبول، ۱۴۰۴ھ از شیخ محمد زاہد الکوسری-
۶- الجامع الترمذی مطبوعہ کراچی پاکستان-
۷- الجامع الصغیر مطبوعہ بیروت الامام السیوطی رحمۃ اللہ-
۸- مجموعہ رسائل ابن عابدین مطبوعہ سہیل اکیڈمی، لاہور-
۹- تذکرہ مشائخ نقشبندیہ، از علامہ نور بخش توکلی، مطبوعہ لاہور-
۱۰- الصوفیہ والتصوف، از سیّد یوسف ہاشم الرفاعی- مطبوعہ کویت-
۱۱- سنن الدارمی، مطبوعہ بیروت، لبنان-

۱۸/رمضان المبارک ۱۴۲۱ھ

محمد شہزاد مجددی سیفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ابتدائیہ

اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہ اقدس میں درود وسلام عرض کرنے کے بعد عرض کرتا ہے بندہ فقیر ضعیف گنہگار محمد ولد سلیمان وطن بغداد شریف مذہباً حنفی عقیدے کے اعتبار سے ماتریدی ہوں۔طریقت میں نقشبندی نسبت کے لحاظ سے خالدی ہوں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے مجھے عمل کرنے والا بنائے اور خدا تعالیٰ میرے آباو اجداد اور اولاد کو باطنی فیوضات سے مستفیض فرمائے۔میں پورے (۱۹) انیس سال سے شیخ کامل کی تلاش میں سرگرداں رہا کہ کوئی ایسا مرد کامل مل جائے جو علم الیقین عین الیقین حق الیقین کے ذریعے سالکین کی تربیت ورہنمائی کرتا ہو لیکن پورے انیس سال میں شیخ کامل کی زیارت سے مشرف نہ ہو سکا سوائے ایک ایسے شخص کے جو تکلف سے عابد بنا ہوا تھا اسکی نسبت چار مشہور ومعروف طریقوں (نقشبندیہ، قادریہ، چشتیہ، سہروردیہ) میں سے کسی ایک طریقے کے ساتھ نہ تھی بلکہ وہ طریقے جس کی طرف وہ منسوب تھا من گھڑت تھے یہی وجہ تھی کہ میں (۱۹) انیس سال سے زائد انکی خدمت وصحبت میں رہا لیکن طریقت کے برکات میں سے کچھ بھی حاصل نہ کر سکا۔

حتیٰ کہ شریعت اور حقیقت کا چاند طلوع ہوا (مراد اپنے پیرومرشد ہیں) اس چاند نے زمین کو زمین کے رب کے نور کے ساتھ روشن کر دیا اور انکے وجود مبارک کی برکت سے زمین کی تاریکیاں سرنگوں ہو گئیں، میری مراد معرفت کا وہ سورج ہے جو عراق میں طلوع ہوا جس نے رات کے تاریک سفر کو انتہائی بلندیوں تک روشن کر دیا جو جن وانس کی تربیت کرنے والے ہیں جن کا ذکرِ خیر ابدال واوتاد جیسے اولیاء کی زبانوں پر جاری ہے۔

عالم باعمل رہبر طریقت اللہ تعالیٰ سے ڈرنے اور نفس کے ساتھ جہاد کرنے والے

ہمارے شیخ، ہمارے مولا حضرت خالد شافعی اشعری نقشبندی قادری سہروردی کبروی چشتی سہروردی، خدا تعالیٰ انکے مرقد کو ٹھنڈا کرے بندہ آپ کے دست اقدس پر بیعت ہو کر طریقہ عالیہ نقشبندیہ میں داخل ہونے سے مشرف ہوا خدا تعالیٰ ہمیں اور جو بھی اس طریقہ میں بیعت ہیں، صدق سے نوازدے۔

آپ کی توجہ سے بہت سے لوگ بغداد، کرکوک، واربل، اکراد شہر، سلیمانیہ، کوئی عمادیہ، ھکاریہ، ماردین، عنتاب، حلب، شام، اور حرمین شریفین کے مستفیض ہوئے یہاں تک کہ آپکی حقانیت کا اعتراف ہر اس شخص نے کیا جس کا دل حسد کی بیماری سے محفوظ تھا لیکن بعض لوگوں نے آپ کی ولایت کا انکار کیا اس وقت منکرین کی کئی قسمیں تھیں بعض نے تو سرے سے اصل طریقت کا انکار کیا اور کہتے کہ فقہ کے علاوہ طریقت خدا تعالیٰ کے قرب کا کوئی ذریعہ نہیں بن سکتی بعض نے طریقت اور اہل طریقت بزرگوں میں سے پہلے گزرے ہوؤں کو تو مانا لیکن انہوں نے ہمارے مرشد کریم اور موجودہ بزرگوں کا انکار کیا یہ انکار مماثلت اور حسد کی بنا پر تھا اور بعض منکرین میں سے آپ کی عقیدت مند ہو سکتے تھے لیکن ان کے لیے ان لوگوں نے پردہ اور کاوٹ پیدا کردی جو ہمارے شیخ کے ساتھ دشمنی رکھتے تھے۔

امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی کتاب ''روض الریاحین'' میں منکرین کی تین قسمیں بیان فرمائی ہیں اور فرمایا کہ یہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کے ولیوں کی برکات سے محروم ہوتے ہیں اور فرمایا کہ لوگ اولیاء اللہ کی کرامات کے انکار کرنے میں کئی قسم کے ہیں بعض تو مطلقاً کرامات کا انکار کرتے ہیں (اس سے قطع نظر) کہ موجودہ دور کے اولیاء ہوں یا سابقہ اولیاء ہوں) اور بعض موجودہ دور کے اولیاء کی کرامات کا انکار کرتے ہیں اور سابقہ دور کے ولیوں کی کرامات کو مانتے ہیں مذکورہ منکرین کا انکار بقول شیخ ابوالحسن شاذلی صرف اور صرف اسرائیلیت ہے کیونکہ بنی اسرائیل نے بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تصدیق کی اور حضور نبی

اکرم ﷺ کو جھٹلایا اس لیے کہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا زمانہ پایا تھا اور حضور نبی اکرم ﷺ کا زمانہ نہیں پایا بعض منکرین تو اولیاء اللہ کی کرامت کو مانتے ہیں لیکن موجودہ دور کے اولیاء میں سے کسی ایک کی کرامت کو بھی نہیں مانتے، منکرین کا یہ ٹولہ بھی محروم ہوتا ہے۔ اس لیے کہ جب تک کسی ایک ولی کیلئے بھی سر تسلیم خم نہ کیا جائے اس وقت تک کسی ایک سے بھی فیض یاب نہیں ہو سکتا۔ ہم اللہ تعالیٰ سے توفیق اور حسن خاتمہ کا سوال کرتے ہیں کہ اس عمدہ رسالہ کے لکھنے میں مجھ پر مہربانی فرمائی یہ رسالہ سلسلہ نقشبندیہ عالیہ کے بیان اور اس بات کے اثبات پر مشتمل ہے کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے قلب سلیم عطا کیا ہے وہ طریقت سے مستغنی (بے نیاز) نہیں ہو سکتا اور مرید کے ضروری آداب واوراد اور منکرین کے بعض شبہات کے جوابات پر مشتمل ہے یہ رسالہ پیر بھائیوں کے لیے تذکرہ (ضرورت کو یاد کرنے والی) ہے اور حق کے طالب کے لیے پہچان اور یقین ہے اور یہ رسالہ حقیقتاً ''حدیقة الندية فی الطريقة النقشبنديه و البهجة الخالديه'' جود اور سخا کا باغیچہ'' ہے۔ میں نے اس رسالہ کو ایک مقدمہ اور تین ابواب اور خاتمہ پر مرتب کیا۔ مقدمہ میں طریقہ نقشبندیہ اور اس کے احکام کا بیان ہے اور پہلا باب ضرورت علم باطن کو واضح دلائل سے ثابت کرنے کے بیان میں ہے اور دوسرا باب مرید کی شرائط، آداب اور اوراد کے بیان میں ہے اور تیسرا باب اپنے مرشد کریم کے تصرف کے بیان میں ہے، خاتمہ میں منکرین کے شبہات کے ازالے کا بیان ہے شبہات کا ازالہ اس طرح کیا گیا ہے کہ ہر انصاف پسند و عقلمند اس کو قبول کریگا۔ میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آہ و زاری کرتا ہوں کہ اس رسالے کو صرف اپنی رضا کے لیے قبول فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شیطان مردود اور نفس امارہ کے مکر و فریب اور بڑی مصیبت سے بچائے۔ آمین۔

(از مولف)

مقدمہ

میں فقیر بہت زیادہ کوتاہیاں کرنے والا سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں اپنے وقت کے شیخِ رشد وہدایت ،منبع حقیقت ، قطبُ الاُقطاب ، غوث الثقلین ، مَرجع ابدال واوتاد ، صاحب شریعت وطریقت ، کتاب وسنت سے شریعت وطریقت کے روشن چراغ سے روشنی حاصل کرنے والے ، سیر فی اللہ کے مقام پر فائز حضرت مولانا شیخ ضیاء الدین خالد نقشبندی مجددی کے دستِ مبارک پر بیعت ہوا ، آپ نے دور دراز سفر کر کے دہلی میں جامع معقول والمنقول جامع کمالات صوری ومعنوی شیخ عبداللہ دہلوی اور انہوں نے شیخ شمس الدین حبیب اللہ جان جاناں انہوں نے تجلی ذاتی وصفاتی سے مشرف سید نور محمد بدایونی سے انہوں نے سلطان الاولیاء شیخ سیف الدین قدس سرہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی شیخ المشائخ عروۃ الوثقی محمد معصوم قدس سرہ سے انہوں نے اپنے والد گرامی مظہر العجائب منبع اسرار ومعانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہ سے انہوں نے مؤید الدین شیخ محمد باقی قدس سرہ سے انہوں نے اپنے شیخ حضرت خواجگی الاماثل سے انہوں نے والد مکرم شیخ المشائخ مولانا درویش محمد قدس سرہ سے انہوں نے اپنے ماموں شیخ المشائخ مولانا محمد زاہد قدس سرہ سے انہوں نے شیخ المشائخ خواجہ عبیداللہ احرار قدس سرہ سے انہوں نے حضرت یعقوب چرخی حصاری قدس سرہ سے انہوں نے قطب الاقطاب شیخ محمد البخاری معروف بہ علاء الدین عطار سے انہوں نے امام طریقت حضرت شاہ نقشبند بہاء الدین محمد اویسی بخاری سے انہوں نے منبع معارف وکمال سید سادات امیر سید کلالی سے انہوں نے قطب اولیاء شیخ محمد بابا سماسی سے انہوں نے علی رامتینی قدس سرہ سے انہوں نے شیخ المشائخ محمد محمود الخیر فغنوی سے انہوں نے شیخ عارف ریوگری سے انہوں نے غوث الخلائق عبدالخالق غجدوانی سے انہوں نے غوث صمدانی شیخ یوسف ہمدانی سے انہوں نے قطب اولیاء ابوعلی فارمدی سے انہوں نے حضرت ابوالقاسم گرگانی سے انہوں نے

حضرت ابوالحسن خرقانی سے انہوں نے حضرت بایزید بسطامی سے انہوں نے حضرت امام جعفر صادق سے انہوں نے حضرت قاسم بن محمد ابن ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے سلمان فارسی سے انہوں نے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے صدق و صفا کے منبع مخلوقات میں سب سے افضل حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے۔

شجرہ شریفہ بیان کرنے کی وجہ:

شیخ عارف عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ نے اپنی کتاب ''مدارج السالکین'' میں لکھا ہے:

اِعلَمْ اَیُّھَا الطَّالِبُ الْمُرِیْدُ وَفَّقَنَا اللّٰہُ تَعَالٰی وَاِیَّاکَ لِمَرْضَاتِہٖ اَنَّہٗ مَنْ لَمْ یَعْلَمْ اٰبَاءَہٗ وَاَجْدَادَہٗ فِی الطَّرِیْقِ فَھُوَ اَعْمٰی وَرُبَّمَا انْتَسَبَ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ فَیَدْخُلُ فِیْ قَوْلِہٖ ﷺ لَعَنَ اللّٰہُ مَنِ انْتَسَبَ اِلٰی غَیْرِ اَبِیْہِ

جان لو اے راہ حق کے طالب خدا تعالیٰ ہمیں اور آپکو اپنی رضا کے لیے وقف فرمائے جو طریقت میں اپنے مشائخ کو نہیں جانتا تو وہ اندھے کی طرح ہے بعض اوقات اپنے آپکو اپنے شیخ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کر دیتا ہے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد پاک کے تحت داخل ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ اس شخص پر لعنت فرماتا ہے جو اپنے آپکو باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرے۔

حضرت سیدی عمر بن فارض فرماتے ہیں کہ روحانی اور شرعی نسبت، باپ دادا کی ظاہری نسبت سے زیادہ قریب ہوتی ہے اس لیے کہ روح، تیری حقیقت کے زیادہ قریب ہے لھذا روحانی باپ تجھے جسمانی باپ سے زیادہ قریب ہے تو اپنی نسبت روحانی باپ کی طرف کرنا ظاہری باپ کی نسبت سے بھی زیادہ ضروری ہے اسی لیے بزرگان دین نے مرید کی تعلیم

کے لیے آداب شیخ اور شجرے اپنی کتابوں اور تحریروں میں درج فرمائے ہیں اور بزرگانِ دین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جس کی نسبت (باطنی نسبت) درست نہ ہو وہ راستے میں گری ہوئی چیز کی طرح ہے جس کا کوئی مالک و مربی نہیں ایسے شخص کے لیے جائز نہیں کہ وہ مرید پکڑنے شروع ہو جائے اس وقت تک کہ جب کسی شیخ کامل سے اخذ فیض نہ کرے اور پھر ایسے رشد و ہدایت کی تلقین کرنے کی صراحتاً اجازت نہ دے اور وہ ان شرائط کے ساتھ جنکی رعایت بزرگانِ دین کرتے تھے خرقہ نہ پہنے پھر فرماتے ہیں کہ جان لو اے میرے بھائی کہ تلقین (طریقت وسلوک) میں جو راز ہے وہ صرف وصرف دلوں کا ارتباط ہے جو طالب و مشائخ کے دلوں سے ہوتا ہوا حضور اکرم ﷺ تک اور حضور سے اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے اور مرید جب سلسلہ طریقت میں داخل ہو جاتا ہے اسکو بسا اوقات اپنے مشائخ کا وہ سلسلہ جو حضور اکرم ﷺ سے ہوتا ہوا اللہ تعالیٰ تک پہنچتا ہے، بہت کم علم ہوتا ہے تو جو طریقت میں بغیر سلسلہ کے داخل ہوا سے اہل طریقت میں شمار ہی نہیں کیا جاتا بعض مریدین (اپنی نا علمی کی وجہ سے) ایسے بھی ہیں کہ جب اس سے شجرہ کے بارے میں پوچھا جائے تو وہ جواب ہی نہیں دیتے۔ انتہی (یہاں تک امام شعرانی کا فرمان مکمل ہوا)

ہمارے مرشد کریم (اللہ تعالیٰ آپکی قبر شریف کو ٹھنڈا فرمائے اور ہمیں آپکے فیوضات سے مستفیض فرمائے) کو چاروں طریقوں میں خلافت و اجازت عطا کی گئی ہے اسی طرح آپکے مرشد کریم سے لے کر حضور نبی اکرم ﷺ تک تمام کے تمام خلفاء (جنہیں چاروں طریقوں میں خلافت حاصل ہوئی) ہوئے اگر طوالت کا خطرہ نہ ہوتا تو میں آپکے شجرہ شریفہ کو تفصیلاً ذکر کر دیتا۔

طریقہ نقشبندیہ کی دیگر طرق سے افضلیت کا بیان:

رہی یہ بات کہ آپ نے (چاروں طریقوں میں خلافت

صرف طریقہ نقشبندیہ عالیہ کی تعلیم و تربیت کیوں دی؟

جواب: اس لیے کہ علم میں یکتا علماء اور اصحاب کشف و مشاہدہ پر یہ بات مخفی (پوشیدہ) نہیں کہ طریقہ نقشبندیہ بنسبت دیگر طریقوں سے قرب خداوندی میں قریب ترین ہے اور مرید کے لیے توحید کے درجات پانے میں زیادہ مددگار اور آسان ہے- کیونکہ طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد تصرف وجذبہ کو پانے پر ہے جو سلوک کا مقدمہ ہے- تصرف وجذبہ مرید کے دل میں اس مرشد کامل کے ہاتھ سے حاصل ہوگا جس نے حضور کی اس وراثت کو پایا ہو، جس کو حضور نے کچھ یوں بیان فرمایا:

مَاصَبَّ اللّٰهُ فِیْ صَدْرِیْ شَیْأً اِلَّا وَصَبَبْتُهُ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ

جو چیز (روحانیت میں سے) اللہ تعالیٰ نے میرے سینے میں ڈالی وہ میں نے حضرت ابوبکر کے سینے میں ڈال دی-!

تصرف وجذبہ طریقہ نقشبندیہ میں ایک واسطہ اور بنیاد ہے اور سنت کا اتباع، بدعت سے اجتناب، عزیمت کو رخصت پر ترجیح دینا، برے اخلاق سے دور ہونا اور اچھے اخلاق فضائل سے مزین ہونا طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد ہے-

مکمل خلاصہ اس طریقہ کا یہ ہے کہ جذب اس طریقہ عالیہ میں سلوک سے مقدم ہے تو جو شخص پہلے جذب کی کیفیت سے مشرف ہو پھر سلوک سے تو یہ شخص وصل (قرب الٰہی تعالیٰ) کے اعتبار سے اس شخص سے زیادہ قریب ہے جو پہلے سلوک پھر جذب س مشرف ہو اس لیے کہ پہلا شخص مجذوب سالک ہے اور دوسرا سالک مجذوب اور ان میں فرق فضیلت کے لحاظ سے کسی پر پوشیدہ نہیں-

دوسرے طریقوں کی بنیاد اس بات پر ہے کہ سلوک مقدم ہے جذب پر

اولیاء کی بات ہے بعضوں کی نہیں- اس لیے ان بزرگوں میں (باوجود اسکے کہ وہ نقشبندی نہیں) بعض ایسے بھی ہوئے ہیں جن کا جذب سلوک پر مقدم تھا اور یہ وہ بزرگ ہیں جنہوں نے مقام محبوبیت ومرادیت میں قدم رکھا ہو-

ایک وہم کا ازالہ:

مذکورہ بحث سے کوئی یہ گمان نہ کرے کہ اولیاء نقشبندیہ کو عموماً دوسرے طریقوں کے اولیاء پر فضیلت دی جارہی ہے اس لیے کہ بحث اس بات میں ہے کہ کونسا طریقہ وصل کے لحاظ سے زیادہ قریب ہے اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ طریقہ نقشبندیہ کے بزرگوں کو دوسرے طریقوں کے بزرگوں پر مطلقاً فضیلت دی جارہی ہے بلکہ مذکورہ بات سے جو فضیلت ثابت ہوئی وہ عموم وخصوص من وجہ کی ہے مثلاً ہم کہتے ہیں: اَلرَّجُلُ خَیْرٌ مِّنَ الْمَرْأَةِ (مرد عورت سے بہتر ہے) یہاں مرد اور عورت کی حقیقت مراد ہے (کہ حقیقت کے لحاظ سے مرد عورت سے افضل و بہتر ہے) اس سے عورتوں پر مردوں کی فضیلت مطلقاً ثابت نہیں ہوتی انصاف کرنے والے کے لیے مذکورہ مثال بہت واضح اور کافی ہے-

علم ظاہر و باطن سے مشرف جید علماء کرام نے بزرگوں کے اس قول کی کہ اللہ تعالیٰ کے ذکر کو اس وقت تک جاری رکھ جب تک تجھے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حضور نصیب نہ ہو- "اِلٰی اٰخِرِهٖ" کی تشریح و وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ذکر کی حقیقت غفلت کو دور کرنا ہے اب دوری غفلت کے کئی مراتب ہیں:-

1- پہلا مرتبہ زبان کے ساتھ ذکر کرنا زبانی ذکر کے ثبوت کے لیے قرآن وسنت میں بہت سے دلائل موجود ہیں- تو اے میرے بھائی زبانی ذکر ہمیشہ کرتا رہ تاکہ قلبی ذکر سے مشرف ہوجائے-

---

[1] یعنی تصرف وجذبہ مرید کو اس شیخ کے ہاتھ سے حاصل ہوسکتا ہے جس کی نسبت باطنی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

2- قلبی ذکر بعض طریقوں میں دوسرا مرتبہ ہے حالانکہ ذکر قلبی نقشبندی حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے نزدیک پہلا مرتبہ ہے پس نقشبندی حضرات کا پہلا قدم ہی ذکر قلبی ہے لیکن مرید ذکر قلبی بزرگوں کے بغیر حاصل نہیں کر سکتا اور سالک کا مشائخ نقشبندیہ کی توجہ کے بغیر اس مرتبہ میں ثابت قدم رہنا ناممکن ہے تو اے بھائی ان بزرگوں (نقشبندی مشائخ) سے حصول فیض کا قصد کر اور تو ان کے عرفان کی خوشبو کو سونگھنے کی کوشش کر ممکن ہے کہ تو ان بزرگوں میں سے کسی ایک سے فیض حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے پس تو اپنی کامیابی کے اس نفیس جوہر کے حاصل کرنے میں سمجھ تاکہ تجھ سے شیطان کا فریب دور ہو جائے اس لیے کہ نقشبندی حضرات کا طریقہ سب سے زیادہ آسان اور قرب خداوندی میں سب سے زیادہ قریب ہے اور اس طریقہ میں بھوک اور زیادہ شب بیداری نہیں بلکہ اس میں اعتدال (میانہ روی) ہے اور ان حضرات کی خلوت، جلوت میں ہے یہ حضرات عام مجلسوں میں حاضر ہوتے ہیں لیکن ان کے دل اپنے مولا کی یاد میں مشغول ہوتے ہیں تو ہر مجمع ان کے لیے خلوت گوشہ نشینی ہے-

فرمان الٰہی:

اللہ تعالیٰ نے اس حالت کو یوں ارشاد فرمایا:

رِجَالٌ لَّا تُلْهِيهِمْ تِجَارَةٌ وَّلَا بَيْعٌ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ -

وہ مرد ہیں جنہیں تجارت اور خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل نہیں کرتی - سورۃ النور، آیت: ٣٦

حضرت رابعہ عدویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اس معنی و مقصد کو بیان فرماتے ہوئے کتنا اچھا شعر پڑھا ہے-

وَلَقَدْ جَعَلْتُكَ فِي الْفُؤَادِ مُحَدِّثِيْ وَاَبَحْتُ جِسْمِيْ مَنْ اَرَادَ جُلُوْسِيْ

میں نے تجھے (اللہ تعالیٰ) اپنا دلی ہم کلام بنایا لیکن جس نے (انسانوں میں سے) میرے ساتھ بیٹھنے کا ارادہ کیا اس کے ساتھ میرا (ظاہری) جسم ہمکلام ہوتا ہے-

فَالْجِسْمُ مِنِّيْ لِلْجَلِيْسِ مُؤَانِسٌ وَحَبِيْبُ قَلْبِيْ فِي الْفُؤَادِ اَنِيْسِيْ

پس میرا جسم میری طرف سے ہم نشین کے ساتھ انس کرتا ہے- لیکن دلی محبوب (اللہ تعالیٰ) دل میں مجھے پیارا ہوتا ہے-

جو شخص اس مرتبہ کو نہ پہنچ سکے تو اس کے لیے تصدیق کرنا اور اس کیفیت کو دل کی گہرائیوں سے ماننا چاہیے تاکہ اس کو ولایت صغریٰ حاصل ہو جائے جیسے جنید بغدادی قدس سرہ نے فرمایا: کہ اس طریقت کی تصدیق کرنا ولایت صغریٰ ہے کیونکہ جب تو چاند کو نہ دیکھے تو دوسرے لوگوں کی بات کو تسلیم کر جنہوں نے چاند کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہو- انتھیٰ -

حضرت جنید نے صوفیا کرام کا مذکور قول (کہ جب تک تجھے خدا تعالیٰ کی یاد میں حضور نصیب نہیں ہوتا تو ذکر کو مت چھوڑ) کی تشریح فرماتے ہوئے لکھا ہے کہ جب ذکر فوت ہو جائے (چھوڑ دیا جائے) تو خدا تعالیٰ کے ذکر کی کوئی قضا نہیں (کہ بعد میں تو اس کی قضا تلاش کرتا رہے) اور حضور قلب کی کیفیت اس وقت حاصل ہوتی ہے جب رب تعالیٰ کا ذکر پختہ ہو جائے تو پھر تیرے خلوت اور جلوت میں کوئی تضاد باقی نہیں رہے گا بلکہ ظاہر میں تو لوگوں کے ساتھ ہو گا لیکن تیرا دل تیرے رب کی یاد میں کامیاب رہیگا - اور یہی (کیفیت) طریقہ نقشبندیہ کی بنیاد ہے ابتدا میں بھی اور انتہا میں بھی ان حضرات (نقشبندیہ حضرات) کی خلوت انکی جلوت میں ہے تو یوں سالک کا سلوک مکمل ہو جاتا ہے یہ حضرات جب لوگوں (دنیاداروں) کے ساتھ بیٹھتے ہیں تو ظاہراً انکے جسم انکے ساتھ بیٹھے ہوتے ہیں لیکن دل میں وہ انہیں دور کرتے ہیں وہ ایسے مرد ہیں جنہیں تجارت خرید و فروخت اللہ تعالیٰ کی یاد سے نہیں روک سکتی یہ خدا تعالیٰ کا فضل

تو اے میرے بھائی تو اس عالی شان مرتبہ کو حاصل کرنے کی کوشش کر اسلیے کہ تیر
عمر کی کوئی قیمت نہیں اور یہ عمر تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی مگر جب تو اسے اس (طریقت
عظیم سرمایہ کے حاصل کرنے میں صرف کرے۔انتہی

علامہ سید محمد بن شرف حسینی نقشبندی نے اپنے رسالہ "نجعة السالکین فی ذک
تاج الدین" میں فرمایا ہے کہ کسی کو ذکر کی تلقین اس وقت تک نہ کی جائے جب تک
خدمات اور دشوار ریاضات جس کے ذریعے نفس کی سرکوبی کی جاتی ہے اور جس کے ذری
تذکیہ حاصل ہوتا ہے میں قدم نہ رکھے کیونکہ اکثر مشائخ کے نزدیک تذکیہ تصفیہ سے پہلے
ہے لیکن طریقہ نقشبندیہ میں ایسا نہیں بلکہ ان حضرات کا طریقہ بالعکس ہے نقشبندی حضرا
فرماتے ہیں کہ انسان جب تصفیہ اور حق کی طرف صدق دل سے متوجہ ہو تو اسے ایک لمحے م
خدا تعالیٰ تذکیہ عطا فرما دیتا ہے تذکیہ بھی ایسا کہ غیر نقشبندی کو سالوں کی ریاضات سے
حاصل نہیں ہوتی یہ اسلیے کہ ان حضرات کے نزدیک جذبہ سلوک پر مقدم ہے اور ان کا سلوک
متدیر[1] ہے، مستطل نہیں اور انکا پہلا قدم ہی حیرت اور فنا میں ہوتا ہے جیسے کہ حضر
بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ہماری (نقشبندیوں کی) ابتداء دوسرے طریقو
کی انتہا ہے اور مزید فرمایا کہ اگر بہاء الدین کی ابتداء بایزید (بسطامی) کی انتہاء نہ ہوت
بہاء الدین پر معرفت حق حرام تھی۔

اور حضرت خواجہ عبید اللہ احرار قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے اسی بات
وجہ سے (کہ انکی ابتداء دوسرے طریقوں کی انتہا ہے) بزرگوں کا انکار کیا حالانکہ انکی مذک
بات امور شرع میں سے کسی شے کے خلاف نہیں بلکہ انکی مذکورہ بات تو حدیث سے ثابت
حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا: "میری امت اس بارش کی طرح ہے جس

[1] یعنی جیسے متدیر ... اضلاع ... کے اعتبار سے مستطیل سے قریب تر ہے اسی طرح طریقہ نقشبندیہ بھی قرب کے لحا

بارے میں یہ معلوم نہیں کہ اس کی ابتداء خیر کی ہے یا انتہا خیر کی (یعنی دونوں ممکن ہیں)۔

ایک وہم کا ازالہ:

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ شیخ تاج الدین نقشبندی ہونے کے باوجود اپنے مریدوں کو پہلے دشوار ریاضات اور تذکیہ میں رکھتے پھر مرید کرتے تھے اس کا جواب یہ ہے۔

جواب:

آپ پہلے طریقہ عشقیہ کبرویہ میں بیعت تھے پھر جب آپ طریقہ نقشبندیہ میں داخل ہوئے اور حضرت شیخ خواجہ محمد باقی نقشبندی کے ہاتھ پر آپ نے سلوک کے منازل طے کیے اور آپکو طریقہ نقشبندیہ میں بیعت کرنے کی اجازت ملی تو آپ نے اپنا پہلے والا معاملہ بدل لیا اور سادات نقشبندیہ کا طریقہ اپنایا اور آپ خلافت پانے کے بعد صرف طریقہ نقشبندیہ میں بیعت کرتے تھے۔ "تحفۃ السالکین" میں ہے کہ حضرت خواجہ تاج الدین فرماتے ہیں کہ جب مجھے حضرت خواجہ باقی نے اجازت عطا فرمائی تو میں مریدوں کو حضرات نقشبندیہ کے اکابرین کے طریقوں پر تربیت دینے میں مشغول ہوا، اور اگر کوئی طریقہ عشقیہ میں بیعت کرنے آتا تو میں اسکو طریقہ عشقیہ میں بیعت کرتا اور اسی طریقہ میں اسکی تربیت کرتا ایک دن حضرت غوث اعظم عبید اللہ احرار کی روحانیت ہمارے شیخ خواجہ باقی پر ظاہر ہوئی اور خواجہ محمد باقی کو کہا کہ شیخ تاج الدین ہمارے دستر خوان سے کھاتے ہیں اور شکریہ غیر کا کرتے ہیں میں نے اسکو اپنی نسبت سے خارج کر دیا حضرت خواجہ باقی نے خواجہ عبید اللہ سے کہا کہ اس دفعہ انہیں معاف کر دو تاکہ میں اسکو آپکے شکوے کی خبر کر دوں تو حجرت خواجہ باقی نے مجھے ایک خط بھیجا جس میں مذکورہ واقعہ بیان فرمایا گیا تھا اس کے بعد میں نے سلسلہ نقشبندیہ کے علاوہ تمام سلسلوں کو چھوڑ دیا بیعت و تربیت کو طریقہ نقشبندیہ میں ہی محصور کر دیا۔انتہی کلامہ

بعض شارحین نے حکم عطائیہ (مراد اس سے صوفیا کا یہ قول ہے خدا تعالیٰ کے ذکر کو اس وقت تک نہ چھوڑ جب تک تجھے خدا تعالیٰ کا حضور نصیب نہ ہو) کی شرح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سالکین و مریدین کی دو قسمیں ہیں:

سالک مجذوب اور مجذوب سالک

سالک مجذوب پہلے آسمان کے موجود ہونے کی نشانیوں کا مشاہدہ کرتا ہے پھر ان نشانیوں سے آسمان کے وجود پر دلیل پکڑتا ہے اور پھر (آسمان کے وجود کو ثابت کرنے کے بعد) اس کے بنانے والے کے لیے صفات کمال ثابت کرنے پر دلیل قائم کرتا ہے اوصاف کے ثبوت سے ذات خداوند متعال کے وجود پر دلیل قائم کرتا ہے یہ اس لیے کہ یہ محال و ناممکن ہے کہ ذات کے صفات تو ہوں اور ذات کا وجود نہ ہو (مطلب یہ ہے کہ سالک مجذوب محسوسات سے وجود باری پر دلیل پکڑتے ہیں) تو یوں وجود باری تعالیٰ کے وجود پر دلیل پکڑتا ہے- قرآن وسنت میں اکثر وارد ہوا ہے خدا تعالیٰ کا ارشاد پاک ہے:

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (الایہ)

زمینوں اور آسمانوں کے پیدا کرنے میں خدا تعالیٰ کے موجود ہونے کی نشانیاں ہیں-

اور مجذوب سالک پہلے ذات کا مشاہدہ کرتا ہے وہ بھی اپنی استعداد کے مطابق (اگر استعداد ہے تو ذات کا مشاہدہ کر سکے گا ورنہ نہیں) پھر صفات کے مشاہدہ کی طرف لوٹتا ہے پھر آثار (صفات کے علامات) کی مشاہدہ کی طرف لوٹتا ہے یعنی مجذوب سالک کا معاملہ سالک مجذوب کے بالعکس (الٹ) ہوتا ہے تو (ثابت ہوا کہ) سالک مجذوب کی انتہا مجذوب سالک کی ابتداء ہے اس کا مطلب یہ نہیں کہ ہر لحاظ سے مجذوب سالک، سالک مجذوب سے افضل ہوگا اس لئے کہ سالک مجذوب محو اور فنا کی تحقیق کے درپے ہے اور مجذوب سالک بقا اور صحو کے طریقے پر چلا ہے-

جب دونوں کی مذکورہ شان ہے تو اس سے خود بخود معلوم ہوتا ہے کہ ان دنوں میں سے کون منازل کے لحاظ سے ترقی میں ہے اور کون پستی میں- ظاہر ہے کہ مجذوب سالک بہتر واعلیٰ ہے منازل سلوک طے کرنے میں تو دونوں برابر ہیں لیکن مجذوب سالک کی افضلیت اس وجہ سے ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے ذریعے اشیاء کا مشاہدہ کرتا ہے اور سالک مجذوب اشیاء کو مشاہدہ اس لیے کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا مشاہدہ[1] کر سکے-

اسی طرح سالک مجذوب کے عروج کی انتہا فنا تک ہے اور مجذوب سالک کے عروج کی انتہاء فنا کے بعد بقا وصحو تک ہے مجذوب سالک، سالک مجذوب سے کامل ہے تو اس لیے ہے کہ فنا کے بعد بقا کی نعمت سے مشرف ہونا انبیاء علیہم السلام اور انکے وارثین جو کامل ومکمل رہنما، ہیں کا مقام ہے جس کو فنا کے بعد بقا حاصل نہ ہو اس کے لئے جائز نہیں کہ وہ مقام رشد وہدایت پر بیٹھ جائے اور نہ ہی وہ رشد وہدایت کی صلاحیت رکھتا ہے- تو سالک مجذوب کے لیے ضروری ہے کہ وہ فنا سے بقا کی طرف رجوع کرے تا کہ اس سے اخذ فیض و رہنمائی حاصل کرنا درست ہو اور طریقہ نقشبندیہ میں جذب کا غلبہ ہوتا ہے پھر سلوک کی یہ بات وہ شخص جان سکتا ہے جس نے طریقہ نقشبندیہ عالیہ سے کچھ چکھا ہو تو اے میرے بھائی! تو اس طریقہ (نقشبندیہ) کو حاصل کرنے میں کوشش کرتا کہ تو بادشاہ بن جائے- انتہی (مذکورہ شرح ختم ہوئی)-

یہ مذکورہ بحث نفیس بحث ہے علامہ متبحر شیخ شہاب ابن حجر ھیتمی مکی رحمۃ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب ''خاتمہ فتاویہ'' میں ذکر کیا کہ طریقہ نقشبندیہ ہی ایک ایسا طریقہ ہے جو جاہل صوفیہ کی خرافات وکدورات سے محفوظ وسالم ہے-

---

[1] یوں سالک مجذوب کی انتہا ...

ملاعلی قاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ارشاد:

حضرت ملاعلی قاری حنفی نے اس حدیث پاک کہ جو بازار میں داخل ہو اور وہ: ''لَااِلٰهَ اِلَّاللّٰهُ لَاشَرِيْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ حَيٌّ لَا يَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَئٍ قَدِيْرٌ: پڑھے تو اللہ تعالیٰ ایسے ہزاروں نیکیاں عطا فرماتا ہے اور ہزاروں گناہ مٹا دیتا ہے اور ہزاروں درجات بلند فرماتا ہے کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کہ یہ فضیلت بازار کے ساتھ اس لیے خاص ہے کہ بازار غفلت کی جگہ ہے تو بازار میں ذکر کرنے والا جارح مجاہد کیطرح ہے تو یہ حدیث حضرات نقشبندیہ کی اس اصطلاحوں کی دلیل ہے کہ (ہماری) خلوت جلوت میں ہے اور گوشہ نشینی شرکت (مجلس) میں ہوتی ہے صوفی دور دراز علاقہ میں بھی قریب ہے عرشی ہونے کے باوجود فرشی ہے وغیرہ ذلک- جو شخص حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی احادیثِ مبارکہ کی تحقیق کرتا ہو اور حضور علیہ الصلوٰۃ ولاسلام کی احادیث کو سمجھتا ہو حضور کے اقوال وافعال کو بخوبی جانتا ہو اس پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ طریقہ نقشبندیہ ہی وہ طریقہ ہے جس کو حضور نے اپنی بعثت کے بعد اپنایا اور صحابہ کرام اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی امت نے بھی اس طریقہ کو اپنایا (اس سے بدعتی لوگ مستثنیٰ ہیں) انتہی (ملاعلی قاری کی عبارت ختم ہوئی)-

عارف محقق شیخ محمد مراد از بکی نے اپنے رسالہ میں مطلع میں لکھا ہے کہ طریقت میں مقصودِ اہم کمالِ ایمان واسلام اور احسان (اخلاص) کا ہونا ہے احسان سے مراد ''حق الیقین'' ہے جو دائمی عبادت کی کیفیت کو پیدا کرتا ہے-

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ طریقہ نقشبندیہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ عنہم طر...

ہے نہ تو اس میں (نقشبندی حضرات نے) زیادت کی گئی اور نہ کوئی کمی کی گئی ہے- طریقہ نقشبندیہ ظاہر و باطن میں دائمی عبادت سے عبارت ہے اس میں سنت وعزیمت کا علی وجہ الکمال التزام کیا جاتا ہے اور حرکات سکنات عادات وعبادات اور معاملات میں بدعت اور رخصت سے بالکل اجتناب کیا جاتا ہے- اس طریقہ میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا حضور نصیب ہوتا ہے کہ غیر خدا کا خیال بھول جاتا ہے اور مرید اپنی خودی کو ختم کر دیتا ہے اور اس طریقہ میں بوڑھے بچے سب فیض یاب ہوتے ہیں اور اس طریقہ کا شیخ مُردوں اور زندوں کو فیض پہنچا سکتا ہے اور اس کی انتہاء ابتداء میں درج ہے اس کی ابتداء دوسرے طریقوں کی انتہاء ہوتی ہے اس لیے کہ اس میں محبت ذاتیہ کی کشش پائی جاتی ہے محبت ذاتیہ اس کو نصیب ہوتی ہے جس پر اللہ تعالیٰ کا خاص فضل ہو اس طریقہ کا سبب وذریعہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اس طریقے کی بنیاد دو چیزیں ہیں اور جس کو یہ دو چیزیں دی جائیں تو اس کو سب کچھ مل گیا-

1- ایک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال اتباع-

2- اپنے شیخ کامل کی محبت-

اس طریقہ میں تکلف کے ساتھ محبت نہیں پائی جاتی بلکہ تکلف کے ساتھ محبت اس میں زندیقیت ہے- شیخ کی محبت خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک عطا ہے- خدا تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس پر اپنا فضل واحسان کر دے- تو شیخ کی محبت اپنی شرائط کے ساتھ باوجود ان مذکورہ دو اصول کے روحانیت کے رنگ میں رنگے جانے کے لیے کافی ہے- انتہی (شیخ از بکی کی عبارت اختتام پزیر ہوئی)

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد:

جس کو ہمارے ایک پیر بھائی ''جہان آباد'' سے ''بغداد'' لے کر آئے تھے جو مرید کے آداب و نصیحت پر مشتمل ہے لکھا ہے کہ عالم شریعت و حقیقت شارح مشکوٰۃ شیخ عبدالحق حنفی دہلوی قادری نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ، آپ نے جب طریقہ قادریہ عالیہ میں فیض حاصل کیا اس کے بعد آپ حضرت خواجہ محمد باقی باللہ نقشبندی علیہ الرحمہ کے حضور حاضر ہوئے اور خواجہ محمد باقی باللہ کے ہاتھ پر بیعت کی تو آپ نے ایک رسالہ تحریر فرمایا جس میں آپ نے اپنے طریقت مشائخ کے شجروں کو بیان فرمایا (آپ لکھتے ہیں کہ) منصف (انصاف دار شخص) کے لیے فنا و بقا کی کیفیات و حالات حاسل کرنے میں طریقہ نقشبندیہ سے کوئی طریقہ بھی افضل و احسن نہیں-فنا و بقا کی نعمت حاصل کرنے میں طریقہ نقشبندیہ ہی بہترین طریقہ ہے-آپ نے اس رسالہ میں حضرت خواجہ باقی باللہ سے فیض یاب ہونے اور اپنے طریقت کے مشائخ کے شجروں کو بیان فرمایا-آگے جا کر فرمایا کہ تجھ پر نسبت حضور جس کو طریقت میں مشائخ احسان سے تعبیر کرتے ہیں حاصل کرنا ضروری ہے-انتہی-

طریقہ نقشبندیہ کے مختلف ادوار میں مختلف نام:

بیشک سلسلہ کے القاب زمانے کے اختلاف سے مختلف ہوتے رہے-سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے لے کر حضرت شیخ طیفور ابن عیسی ابو یزید بسطامی تک اس طریقے (نقشبندیہ) کو طریقہ صدیقیہ کہا جاتا تھا-شیخ طیفور سے لے کر خواجہ خواجگان شیخ عبدالخالق نجدوانی تک ''طیفوریہ'' کہا جاتا تھا اور حضرت عبدالخالق غجدوانی سے لے کر امام طریقت شیخ بہاء الدین محمد اویسی بخاری تک ''خواجگانیہ'' کہا جاتا تھا اور آپ سے لے کر غوث اعظم خواجہ عبیداللہ احرار تک ''نقشبندیہ'' کہلایا ہے-

لفظ نقشبندیہ کا مفہوم:

[illegible]

دِل پر نقش کا ثبت ہونے سے مراد کمال حقیقی کی صورت کا مرید کے دِل پر ثابت ہونا ہے-

ان حضرات (نقشبندی) کا ذکر شروع سے لے کر حضرت شیخ بہاء الدین نقشبند کے زمانہ تک انفرادی طور پر خفیہ اور محفل و جماعت میں جہراً ذکر ہوتا تھا، تو شیخ بہاء الدین نے حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی کے حکم سے (جو آپ نے عالم سیر میں شیخ بہاء الدین کو فرمایا تھا) دونوں حالتوں (انفرادی و اجتماعی) میں خفیہ طور پر ذکر کرنے کا حکم فرمایا اس کے بعد اجتماع و محافل میں بھی خفیہ ذکر ہونے لگا-خفی ذکر مرید کے دِل میں انتہائی تاثیر کرتا ہے تو گویا اس تاثیر کو نقش کہا گیا اور ذکر خفی کو بند کہا گیا-مراد ربط نقش ہے نقش سے مراد ذکر کی مہر اور ربط (جس کا معنی ثبت ہونا ہے) سے مراد اس مہر کا ہمیشہ کے لیے ثابت رہنا اور کبھی بھی نہ مٹنا-لفظ نقشبند میں (اس کے علاوہ) اور بھی بہت سے معانی پائے جاتے ہیں-

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند سے ''مَجْمَعُ الْاَسْرَارِ وَالْمَعَانِیُ قطب الطرایق غوث الخلائق، امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی قدس سرہٗ تک ''نقشبندیہ احراریہ'' کا کہا جاتا تھا آپ سے خواجہ شیخ شمس الدین حبیب اللہ جان جاناں حنفی دہلوی تک ''نقشبندیہ مجددیہ'' کہلایا-آپ سے لیکر ہمارے پیر و مرشد تک یہ طریقہ ''مجددیہ مظہریہ'' کہلایا ہمارے پیر بھائیوں نے اس کو طریقہ ''مجددیہ مظہریہ خالدیہ'' کے نام کے ساتھ موسوم کیا اس میں صحو صدیقی پائی جاتی ہے اور اس میں فنا سے بقاء حقیقی کیطرف رجوع پایا جاتا ہے-اس میں مخلوق کو ظاہری و باطنی ریاست کے ساتھ مخلوق خدا کو راہِ ہدایت کی طرف رہنمائی دی جاتی ہے اور یہ طریقہ قیامت تک اللہ تعالیٰ کی رسی کے ساتھ ملا ہوا ہے-[1]

اللہ تعالیٰ ہمیں اور ہمارے پیر بھائیوں، دوست واحباب کو قیامت کے دن ان

---

[1] یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے دین کے بالکل مطابق ہے-دین کے سوا کوئی اور چیز اس میں قطعاً نہیں

حضرات کے جھنڈوں تلے اٹھائے-

اس کتاب کے پڑھنے والے اس فقیر قصوروار کو اس طریقہ کے فضائل ومناقب کو طویل کرنے پر ملامت نہ کریں اسلئے کہ یہ طریقہ ایک نفیس جوہر ہے جس کی قیمت صرف انصاف کرنے والا اور ماہر شخص ہی جان سکتا ہے- یہ ایک نفیس جوہر کیوں نہ ہو، جبکہ اس کی بنیاد رکھنے والے انبیاء علیہم السلام کے بعد تمام امت میں افضل واعلیٰ شخصیت، حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں-

انتہائی گہری نظر اور کشف صحیح کے ساتھ یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ جس شخصیت کی ابتداء انتہاء اور انتہا کی کوئی حد مقرر نہیں، وہ اس طریقہ کے امام شیخ الاسلام بھاء الدین نقشبند ہیں- اس طریقہ میں جس قدر ارادے پختہ ہوں اس قدر ہی اللہ تعالیٰ کی جانب سے بخشش و عنایتیں ملتی ہیں- یہ طریقہ طریقوں کی ماں اور سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اسرار وحقائق کا منبع ہے، اور اس طریقہ کی نسبت دیگر طرق سے انتہائی عظیم الشان ہے تو دیکھیے گا کہ اولیاء کرام کے منکرین کو کہ وہ بھی اس طریقہ کی استقامت اور اعتدال کو سر تسلیم خم کرتے ہیں- وہ بھی اس بات کو دل کی گہرائیوں سے مانتے ہیں کہ اس طریقہ میں رخصت اور سماع کے لغویات سے اعراض کیا جاتا ہے اور اس کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ یہ طریقہ جہلاء صوفیہ کے کدورات وخرافات سے محفوظ وسالم ہے اور بدعتیوں اور بے حیاؤں کے جھوٹ وفریب سے پاک ہے اور غلبہ علم دین، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اتباع کے ساتھ اس طریقہ کو مزیّن کیا گیا ہے اور یہ طریقہ وہ ہے جس کو مقبولیت عامہ حاصل ہے اور ہر زمانے کے علماء کرام نے اس کی فضیلت کا اقرار کیا ہے-

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ طریقہ ایک ایسا طریقہ ہے جو قربِ خدا تعالیٰ کے لحاظ سے زیادہ قریب اور بہت زیادہ سالم (بدعات وخرافات سے محفوظ) محکم اور واضح، اور ایک میٹھا،

صاف ستھرا، مشرب ہے، جو ہر طعن وتشنیع کرنے والے کے طعن سے محفوظ ہے- بیجا طعن غصہ کرنے والا شخص اسکی خصوصیات کا ادراک نہیں کر سکتا، اگر چہ وہ ایک فضیلت کا متحمل ہو، اللہ تعالیٰ ہمیں اس طریقہ کی وہ نفیس وعمدہ خوشبو نصیب کرے جو علوم کے اسرار کے انوار کی مہر کے ساتھ مہر زدہ ہیں- اللہ تعالیٰ اس طریقہ کے مشائخ عظام پر رحم فرمائے-

تو اے میرے بھائی! انصاف کی راہ اپنا اور حدود سے واقفیت حاصل کر تعسّف (بے راہ روی) نہ کر کیونکہ حق تعالیٰ زیادہ حقدار ہے کہ اس کی تابعداری کی جائے اور باطل ان حضرات (نقشبندی) سے دور ہوا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں قیامت میں ان حضرات کے جھنڈے تلے اٹھائے ار اللہ تعالیٰ ہمیں ان حضرات کی پاک ارواح سے دنیا وآخرت میں نفع بخشے- آمین والحمدللہ رب العلمین-

الباب الاول (پہلا باب)

جان لو! اللہ آپ کو تصدیق وتوفیق سے مشرف فرمائے۔علم باطن کا جاننا ہر اس شخص پر جاننا فرض عین ہے جسکو قلب سلیم نصیب نہین ہوا۔مراد علم باطن سے ان چیزوں کا علم ہے جو انسان کو ہلاک کرتی اور ہلاکت سے نجات بخشنے والی اشیاء،طریقت کے آداب واحکام و معاملات ہیں۔مذکورہ اشیاء کا علم جذب الٰہی اور علم لدنی ،نفوس قدسیہ (مراد مشائخ کاملین ہیں) کے ذریعے حاصل کیا جاتا ہے۔

جن فقہانے سلوک کو واجب کیا:

صرف ظاہری علم (علم دین) علم باطن کے حاصل کرنے سے انسان کو مستغنی (بے پروا) نہیں کرتا اکثر متقدمین ومتاخرین علماء سے مذکورہ بات ہے (کہ صرف علم ظاہر نجات کے لیے بغیر علم باطن کافی نہیں)۔

احناف میں سے:

علامہ ابن ہمام، علامہ ابن شبلی، علامہ شرنبلالی ، علامہ خیر الدین رملی، علامہ حموی (جو الاشباہ کے محشی بھی ہیں) وغیر ذلک۔

شوافع میں سے:

سلطان العلماء عز اابن عبدالسلام، امام غزالی، علامہ تاج الدین سبکی، علامہ جلال الدین سیوطی، علامہ شیخ الاسلام قاضی زکریا انصاری، علامہ شہاب ابن حجر ہیتمی، وغیر ذلک۔

مالکیوں میں سے:

عارف شیخ ابوالحسن شاذلی، خلیفہ شیخ ابو عباس، خلیفہ شیخ ابن عطا اللہ سکندری ...

عاف ابن ابوحمزہ، علامہ ناصر الدین القانی، شیخ علامہ محقق عارف احمد زردق، وغیرذلک۔

حنابلہ میں سے:

شیخ عبدالقادر جیلی، شیخ الاسلام شیخ عبداللہ انصاری ھرَوی، شیخ ابونجار فتوحی وغیرذلک۔

مذکورہ جید علماء ہیں ان سب نے علوم دینیہ میں کامل حصہ پانے کے بعد مشائخ عظام سے صحبت خدمت سلوک حسن اعتقاد واخلاص کے ذریعے فیض یاب ہوئے اور علوم باطن حاصل کرنے میں مشغول ہوئے تھے ، جیسے بعض علماء نے نقل کیا کہ میں نے امام غزالی کو دیکھا کہ آپ کے لباس میں کئی پیوند لگے ہوئے تھے ہاتھ میں لاٹھی اور وہ برتن تھا جس میں انگور نچوڑتے ہیں (مقصد یہ ہے کہ آپ نے مکمل طور پر صوفیاء وفقراء طریقت کی حالت بنائی ہوئی تھی۔) تو میں (نے غربت کی یہ حالت دیکھ کر) کہا اے امام! کیا اس سے بغداد میں تدریس کرنا بہتر نہیں تو آپ نے مجھے غصہ سے دیکھ کر کچھ اشعار فرمائے:

ترجمہ اشعار: فرمایا جب سے سعادت کا چاند ارادت کے آسمان میں طلوع ہوا اور سعادت کا سورج وصل کے اصل مقام کو پہنچا تو میں نے نفس کی لیلی کو چھوڑ دیا اور میری محبوبہ علیحدگی میں ہے، وہی محبوبہ (جدائی وگوشہ نشینی) میری پہلی منزل ہے۔ مجھ پر شوق ومحبت کے دریا پھر سے امنڈ آئے ہیں، یہ منازل جس کی تو خواہش کرتا ہے چھوڑ دے، اتنی بات کہہ کر آگے چل دیے۔

شیخ شہاب الدین ابن حجر مکی فرماتے ہیں:

بہت ساری معتبر کتابوں میں علم باطن کے حاصل کرنے کو واجب قرار دیا ہے

''تحفۃ المحتاج'' میں شیخ محقق متبحر شیخ شہاب ابن حجر ھیتمی مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ج

شخص کو قلب سلیم کی دولت عطا نہیں ہوئی اس پر واجب ہے کہ دل کی بیماریوں (جیسے کبر، ریاء عبادت میں سستی وغیرہ) کی دوائیوں کا علم حاصل کرے۔ جیسے علم طب کا حاصل کرنا واجب ہے لیکن فرق صرف اتنا ہے کہ علم طب کا وجوب علی الکفایہ ہے (محلے یا قریہ میں اگر ایک شخص طبیب ہے تو سب سے وجوب ساقط ہوگا) جبکہ علم باطن ایسا نہیں (علم باطن سب کے لیے یکساں واجب ہے ایک شخص کے حاصل کرنے سے دوسروں کے ذمہ سے اس کا وجوب ساقط نہ ہوگا) انتہی۔

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ مذکورہ عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ دل کی بیماریوں کی ادویات کا علم فرض عین ہے۔

خطیب شربینی شافعی شرح ''الغایۃ'' میں فرماتے ہیں

طہارت کی دو قسمیں ہیں۔ واجب ومسنون (سنت) پھر واجب کی دو قسمیں ہیں واجب بدنی اور واجب قلبی۔ واجب قلبی طہارت، حسد، عجب، ریاء، کبر، دنیا کی محبت، عبادت میں سستی، جیسی بیماریوں سے پاکی حاصل کرنا ہے۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

طہارت قلبی (دل کی پاکی) کی حدود واسباب اور اس کی دوائیوں اور علاج کا جاننا واجب ہے۔ انتہی

خاتمۃ المتاخرین شیخ ابوبکر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

علم باطن جیسے دل کی بیماریوں یعنی حسد، حرص، عجب، ریا، کبر، حقد، بخل اور وہ جو دل جوان سے پیدا ہوتی ہیں ان کی حدود کو جاننا اور اس کے علاج کو جاننا اور ان کی ضدوں کا علم، جیسے رضا بالقضاء، قناعت، تحقیر نفس (نفس کو ذلیل کرنا) اخلاص،

عاجزی، صفا، سخاوت، امام غزالی اور امام بغوی قاضی حسین وغیرھم فرماتے ہیں کہ (مذکورہ) بیماریوں اور انکی ضدوں کا علم فرض عین ہے۔ انتہی

شیخ علاء الدین حنفی در المختار میں فرماتے ہیں:

وَاعْلَمْ اَنَّ تَعَلَّمَ الْعِلْمِ يَكُوْنَ فَرْضُ عَيْنٍ

جان لو کہ علم کا حاصل کرنا فرض عین ہے اور فرض کفایہ اور مستحب ہوا کرتا ہے۔

وَفَرْضُ كِفَايَةٍ وَمَنْدُوْباً وَهُوَ التَّبَحُّرُ فِى عِلْمِ الْفِقْهِ وَعِلْمِ الْقَلْبِ

اور وہ (جو فرض عین ہے) علم فقہ اور دِل کے علم میں بہت زیادہ وسعت حاصل کرنا ہے میں کہتا ہوں (مؤلف کتاب) وسعت علم سے مراد قلب ہے اور یہ بات شیخ عبارت میں عطف سے مستفاد و معلوم ہے۔ (اس لیے کہ آپ اس کے بعد فرماتے ہیں)

وَاَمَّا اَصْلُ عِلْمُ الْقَلْبِ فَهُوَ فَرْضُ عَيْنٍ

اور علم قلب پس وہ فرض عین ہے۔

شیخ محقق طاہر خوارزمی کا قول:

عالم محقق شیخ طاہر بن سلام ابن قاسم انصاری خوارزمی رحمہ اللہ "جواہر فقہ" فرماتے ہیں:

لیکن علم قلب پس وہ ذوقی و وجدانی علم ہے جو قلموں کے زبانوں سے لکھا نہیں جاتا اور نہ ہی دفاتر[1] اور اوھام[2] اس کا احاطہ کر سکتی ہیں، علم باطن، علم ظاہر کے مقابلے میں بمنزلہ میوہ بمقابلہ درخت کے ہے، اہمیّت درخت تو ہے لیکن میوہ کے بغیر اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ انتہی

---

[1] دفاتر، دفتر کی جمع۔ س

[2] اوھام، وہم کی جمع، خیال وفکر۔ مراد کتب وتحریر ہے۔ س

علامہ محمد آفندی کا قول:

علامہ محمد آفندی برکلی حنفی، طریقہ محمّدیہ میں فرماتے ہیں کہ غرور میں سب سے بڑا غرور و کبر اپنے خطا، رائے پر غرور کرنا اور پھر اس پر خوش ہونا اور اس پر اصرار کرنا ہے اور کسی نصیحت کرنے والے کی نصیحت ورہنمائی کو نہ سننا بلکہ غیر کو جاہل سمجھنا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تمام بدعتیوں اور گمراہ لوگوں نے اپنے برے عمل پر اصرار کیا اور یہ اصرار انکا اپنی رائے کے تکبر و غرور کی وجہ سے تھا اور اس غرور کا علاج انتہائی دشوار و سخت ہے۔ اس لیے کہ (اس قسم کا) مغرور اپنے آپ کو عالم سمجھتا ہے اور اپنے غرور کو مکروہ (بُرا) سمجھنے کی بجائے نعمت اور بیماری کی بجائے صحت سمجھتا ہے تو وہ اس بیماری کا علاج نہیں کرتا اور نہ ہی طبیبوں کی بات سنتا ہے۔ طبیب علماء اہل سنت و جماعت ہیں۔ انتہی

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ امام غزالی کی مراد (اس قول سے کہ طبیب علماء اہل سنت ہیں) دلوں کے طبیب و علماء آخرت اور وہ علماء ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجائے اور انکے ہم نشین کبھی بد بخت نہیں ہوتے اور یہ علماء ظاہر و باطن حقیقت و شریعت کے جامع ہوتے ہیں صرف علم ظاہر کا عالم اکثر اپنے دل کے علاج پر قادر نہیں ہوتا، تو دوسروں کے لیے کیسے معالج و طبیب بن سکتا ہے۔ یہ مشائخ فرماتے ہیں کہ یہ بات مشاہدہ و تجربہ سے ثابت ہے کہ بسا اوقات طبیب لوگوں کا علاج کرتے ہیں لیکن خود بیمار ہوتے ہیں۔

علامہ شیخ حسن شرنبلانی کا قول:

علامہ شیخ حسن شرنبلالی رحمہ اللہ تعالیٰ "نور الایضاح" کی شرح "مراقی الفلاح" میں فرماتے ہیں کہ طہارت شرعیہ شرط ہے، تاکہ

عبادت کا فائدہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوسکتا جب تک اخلاص نصیب نہ ہو اور جب ... پوشیدہ نجاستوں سے پاکی حاصل نہ ہو پوشیدہ نجاستیں مثلاً: کینہ، فریب، بغض، ... ریاکاری، وغیرہ۔ طریقت میں پہلے دل کی اصلاح ہوتی ہے تاکہ تمام جسم کی اصلاح ... جائے تو خدا تعالیٰ کے سوا تمام چیزوں (کی محبت) سے دل پاک ہو جاتا ہے اور (یہ کیفیت ... اس وقت حاصل ہوتی ہے کہ جب) تمام مخلوق اور جس چیز کی طرف نفس میلان و خواہش ... ہے، سے تعلق قطع ہو جائے۔

(جب مذکورہ کیفیت حاصل ہو جائے) تو پھر انسان صرف خدا تعالیٰ کا قصد ... ہے اور خدا تعالیٰ کی عبادت اس لیے کرتا ہے کہ وہ ذات مستحق عبادت ہے اور خدا تعالیٰ ... جلال و بڑائی کی رعایت کرتے ہوئے اس کا حکم بجالاتا ہے وہ شخص عبادت اسلیے نہیں کرتا ... اسکو جنت ملے اور نہ ہی جہنم کی آگ کے خوف کی وجہ سے عبادت کرتا ہے (بلکہ اس کی نیت ... ہوتی ہے کہ) خدا تعالیٰ بہت بلند و بالا ذات ہے اس خالق کی عبادت کرنا اس کا حق ہے ... خدا تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ O [1]

میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کیلئے پیدا کیا ہے۔

اس لیے وہ عبادت اخلاص نیت کے ساتھ کرتا ہے اور پھر جب وہ خدا تعالیٰ ... نیاز) سے دینوی یا دینی حاجت کے بارے سوال کرتا ہے تو اپنی محتاجی کے اظہار ... مولیٰ کے قرب کی طرف بے چینی کا اظہار کرنے کی غرض سے کرتا ہے اور یہ کیفیت ... حاصل ہوگی جب زبان فضول باتوں سے پاک ہو جائے چہ جائے کہ جھوٹ وغیبت ... سے پاک ہو اس کی تربیت، تسبیح وتہلیل اور قرآن پاک کی تلاوت پر مرتب ہو ممکن ...

[1] الذاریات: آیت نمبر ۵۶

مذکورہ شخص، عبدیت کی بعض صفات کے ساتھ موصوف ہو جائے اسلیے کہ عبدیت، عہد و پیمان کے وفا اور حدود اللہ کی حفاظت کرنے، (جو کچھ موجود ہے اس پر) راضی ہونے، جو پاس نہیں اس پر صبر کرنے کا نام ہے (جب یہ مقامات تمہیں حاصل ہو جائیں) تو تو فرد الفرد ولی بن جائے گا تجھ سے دنیا کی کوئی شے پوشیدہ و مجہول نہیں ہوگی اور پھر تمہیں نفس کی خواہش کی طرف کوئی شے مائل نہ کر سکے گی۔

شیخ ابراہیم حلبی کا قول:

شیخ ابراہیم حلبی نے ”شرح کبیر“ (منیۃ کی شرح) شیخ شرف الدین اسمعیل ابن مقری کا ایک قصیدہ نقل فرمایا:

تُصَلِّيْ بِلَاقَلْبٍ صَلٰوةً بِمِثْلِهَا   يَكُوْنُ الْفَتٰى مُسْتَوْجِبًا لِلْعُقُوْبَةِ

ترجمہ: تو دلی توجہ کے بغیر نماز پڑھتا ہے اس قسم کی نماز بندے کے لیے عذاب کا باعث بنتی ہے

فَوَيْلَكَ تَدْرِيْ مَنْ تُنَاجِيْهِ مُعْرِضًا   وَبَيْنَ يَدَيْ مَنْ تَنْحَنِيْ غَيْرُ مُخْبِتٌ

افسوس ہے تجھ پر تجھے معلوم ہے کہ تو کس ذات کے ساتھ اعراض (بغیر توجہ) کی مناجات کرتا ہے۔ حالانکہ جو شخص اس ذات کے حضور (نماز میں، بغیر عذر) کے گلہ صاف کرے عاجزی کرنے والا نہیں ہوتا۔

وَلَوْرُدَّ مَنْ نَاجَاكَ لِلْغَيْرِ طَرْفَهُ   تَمَيَّزْتَ مِنْ غَيْظٍ عَلَيْهِ وَغَيْرَةٍ

اور جس نے تجھے نجات دی اگر وہ تجھے اپنے سے دور کردے تو تو غصہ وغیرت سے اس پر پھٹ پڑتا ہے۔

اَمَا تَسْتَحْيِيْ مِنْ مَالِكِ الْمُلْكِ اَنْ يَرٰى   صُدُوْدَكَ عَنْهُ يَاقَلِيْلَ الْمُرُوَّةِ

کیا تجھے مالک الملک سے شرم نہیں آتی کہ وہ دیکھ لے گا۔ تیرے اعراض کو اس

سے اے کم مروت ومحبت والے۔

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ یہ بات عادت وتجربہ سے ثابت ہے کہ [illegible] نجاسات سے پاکی حاصل کرنا تمام عبادات اور نماز میں حضور وعاجزی اس وقت حاصل ہو[illegible] کہ تم خداتعالیٰ کی اس طرح عبادت کرو کہ تم اس کو دیکھ رہے ہو اس کیفیت کو مقام احسا[ن] کہتے ہیں اور یہ کیفیت (اکثر طور پر) صرف ایسے شیخ کے ہاتھ پر بیعت کرنے سے حاص[ل] ہوتی ہے جو عالم کامل مذکورہ بیماریوں کے علاج پر خبردار ہو، اگر کوئی شخص ان بیماریوں [illegible] بارے میں بہت ساری کتابیں یاد کرلے تب بھی شیخ کامل کی تربیت سے مستغنی (بے پر[illegible] نہیں ہوسکتا (شیخ کی تربیت اس لئے ضروری ہے) تاکہ بندہ نفس امارہ کی رعونت اور خف[illegible] فریب سے بچ نکل سکے حالانکہ بہت سارے فقہی علماء ظواہر نفس امارہ کی خفیہ فریب میں مب[illegible] ہیں۔ مشاہدات وتجربات، قطعی یقینیات کے ساتھ جا کر ملتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

بَلِ الْاِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِهٖ بَصِیْرَةٌ

بلکہ انسان خود ہی اپنے حال پر پوری نگاہ رکھتا ہے۔

امام عبدالوہاب شعرانی کا قول:

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ نے اپنی کتاب "انوار قدسیہ فی العهود المحمد[illegible] میں فرمایا کہ اس بات پر اہل طریقت کا اجماع واتفاق ہے کہ انسان پر واجب ہے کہ وہ ای[illegible] شیخ کی بیعت کرے جو اس کی تربیت کرتا رہے یہاں تک کہ اس سے وہ تمام صفات زائل [illegible] جائیں جو خداتعالیٰ کے قلبی ذکر میں رکاوٹ پیدا کرتے ہوں تاکہ انسان کی نماز درست [illegible] جائے۔

قاعدہ کلیہ:

جس چیز کے بغیر واجب مکمل نہ ہو وہ چیز بھی واجب ہوتی ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ باطنی بیماریاں مثلاً دنیا کی محبت، تکبر، ریاکاری، حسد، وغیرہ کا علاج کرنا واجب اور ان بیماریوں کے حرام ہونے اور ان کے ارتکاب کرنے والے کو عذاب ہونے پر بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ تو اس سے یہ معلوم ہوا کہ جس نے بھی کسی شیخ کو نہ پکڑا (تاکہ وہ اسکو ان بیماریوں سے نکلنے کی رہنمائی کرے) وہ خدا اور اس کے رسول کا نافرمان ہوا اس لیے کہ شیخ کے بغیر کوئی ان بیماریوں کے علاج کے درست طریقہ تک رسائی حاصل نہیں کرسکتا اگر کسی نے اس علم میں ایک ہزار کتابیں یاد کرلیں تو وہ اس شخص کیطرح ہے جس نے علم طب میں ایک کتاب یاد کی ہو لیکن دوا کے بیماری پر اثر انداز ہونے کو نہیں جانتا اس نے جو کچھ کتاب میں پڑھا ہے اس کا ہی درس دیتا ہے اور اپنے آپ کو بہت بڑا طبیب سمجھتا ہے اگر کوئی اس سے بیماری کا نام اور اس بیماری کو دور کرنے کی کیفیت پوچھے تو وہ اس کو جاہل کہہ دیگا۔

طریقت کا انکار کفر ہے:

اور یہ بات کہنے سے بچو کہ صوفیہ کے طریقے قرآن وسنت سے ثابت نہیں (بلکہ من گھڑت ہیں) کیونکہ یہ بات کہنا کفر ہے اس لیے کہ صوفیہ کے طریقے تمام کے تمام اخلاق محمدیہ ہی تو ہیں۔ انتہی

امام علامہ عبدالوہاب شعرانی کی کتاب "جواہر والدُرَرُ الصُغریٰ" میں ہے کہ مجھ سے کسی نے یہ سوال کیا وہ کونسی دوا ہے جس کے استعمال کرنے سے انسان سے ریاکاری، نیک عمل پر فخر کرنا زائل ہوجائے۔ میں نے جواباً کہا اس کی دوا خداتعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کرنا ہے تاکہ دِل حقیقی توحید کے ساتھ منور ہوجائے اور اپنے نیک عمل کو خداتعالیٰ کا پیدا کردہ سمجھے۔ اپنا ان اعمال میں کوئی عمل دخل نہ سمجھے تو پھر اس کے اندر، ریاکاری، اور عمل پر فخر

کرنا، اپنے آپ کو گناہگاروں سے افضل سمجھنا باقی نہیں رہتا۔ کیونکہ (اس وقت) بندہ نیک عمل صرف خدا تعالیٰ کے لیے کرتا ہے اور غیر خدا اس کا مقصد نہیں ہوتا۔ اور نہ ہی اس عمل میں اپنی بڑائی سمجھتا ہے اور نہ ہی اس کے ہاں (عمل نیک پر) کوئی دعوی باقی رہتا ہے پھر اس نے مجھ سے کہا (کہ ان بیماریوں کا) توحید حقیقی کے علاوہ بھی کوئی علاج ہے میں نے کہا کہ میں نہیں جانتا کہ توحید کے علاوہ بھی ریاکاری کی کوئی زیادہ تیز دوا ہو اور کثرت ذکر قلبی کے ساتھ ریا کو ختم کرنے کا طریقہ تمام صوفیہ کرام کا مریدوں کے لیے وضع کیا ہوا طریقہ ہے اور انہوں نے ذکر قلبی کے ساتھ ہی اس راستے کو طے کیا ہے۔ عابدوں کا وہ گروہ خطا پر ہے جنہوں نے اپنے آپ کو قرآن پاک کی تلاوت نماز روزہ میں مشغول رکھا اور اپنے اعمال کی ریاکاری کرتے ہوئے دنیا سے چلے گئے انہوں نے عبادت میں ذرہ بھر بھی اخلاص نہیں کیا۔

حدیث اس بات پر گواہ ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اَلْعَابِدُ الَّذِیْ یَقُوْلُ لَهُ الْحَقُّ سُبْحَانَهُ وَتَعَالٰی اُدْخِلِ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِیْ فَیَقُوْلُ یَارَبِّ بَلْ بِعَمَلٍ O

ترجمہ: ایک عبادت کرنے والے کو خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ میری رحمت کے ساتھ جنت میں داخل ہو جا تو وہ عابد کہے گا اے اللہ (میں تیری رحمت کے سبب جنت میں داخل نہیں ہوتا بلکہ) اپنے عمل کے ذریعے داخل ہوتا ہوں۔

یہ بات اس سے قرآن پاک کو نہ سمجھنے کی بنا پر صادر ہوگی کیونکہ قرآن کا سمجھنا دل کے منور ہونے پر موقوف ہے تو ذکر کی مثال (قوت میں) پتھر کی اس شدید ضرب کی ہے جس سے چنگاریاں پیدا ہوتی ہیں اور ذکر قلبی کے علاوہ دوسرے اوراد و تلاوت کی مثال صابن کی ہے اس مثال سے تو سمجھ جا۔ انتہی (علامہ امام شعرانی کی عبارت اختتام پذیر ہوئی)

امام عبدالوہاب شعرانی کی ایک اور کتاب (جسکا نام) "اَلْاَجْوِبَةُ الْمَرْضِیَّةُ

عَنِ الْفُقَهَاءِ وَالصُّوْفِیَةِ" ہے۔ اس کتاب میں آپ فرماتے ہیں شیخ عزالدین ابن عبدالسلام شیخ ابوالحسن شاذلی کی صحبت اختیار کرنے سے پہلے کہتے تھے کہ فقہ کے علاوہ (جو ہمارے پاس ہے) کوئی طریقہ بھی قرب الٰہی کا ذریعہ نہیں ہے لیکن آپ نے جب شیخ ابوالحسن شاذلی کی مجلس اختیار کی تو انہوں نے صوفیہ کے طریقوں کا اقرار کرتے ہوئے فرمایا کہ طریقت واہل طریقت کے قواعد وضوابط (شریعت) پر مبنی ہونے اور غیروں کا محض رسوم پر ہونے کی بہت بڑی دلیل صوفیہ کے ہاتھوں پر کرامات وخوارق کا واقع ہونا ہے جب تک کسی فقیہ نے صوفیہ کے طریقوں کی پیروی نہیں کی اس وقت تک اس کے ہاتھ سے کبھی بھی کرامت واقع نہیں ہوئی اگرچہ وہ علم میں بہت بڑے درجہ پر فائز ہو۔ انتہی۔

امام احمد بن حنبل اور امام شافعی رضی اللہ عنہما کا ارشاد:

امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ اپنے بیٹے عبداللہ کو فرمایا کرتے تھے کہ تم پر حدیث کا علم حاصل کرنا ضروری ہے اور تم پر ان لوگوں کی مجلس اختیار کرنا ضروری ہے جن کو صوفیہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان لوگوں میں سے کوئی نہ کوئی جاہل ضرور ہوتے ہیں لیکن جب انہوں نے ابوحمزہ بغدادی نے کی مجلس اختیار کی اور صوفیہ کرام کے احوال وکیفیات کو پہچانا تو اپنے بیٹے کو کہتے تھے اے بیٹے! تم پر ان لوگوں کی مجلس اختیار کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ لوگ ہم سے علم میں مراقبہ میں، خدا تعالیٰ سے خوف، دنیا سے بے پرواہ ہونے میں، اور بلند ہمت ہونے میں زیادہ ہیں۔ انتہی

اور اسی کتاب میں کچھ آگے جا کر فرماتے ہیں کہ امام شافعی صوفیہ کرام کے ساتھ بہت زیادہ بیٹھتے تھے اور فرماتے تھے کہ فقیہ کیلئے ضروری ہے کہ وہ صوفیہ کی اصطلاح کو جانے تاکہ اس کو وہ علم حاصل ہو جو اس کے پاس نہیں۔ انتہی

اعتراض:

کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے کہ اگر باطنی امراض کا علاج ضروری ہوتا تو صحابہ تابعین اور مجتہدین میں سے کوئی اس موضوع پر کوئی کتاب لکھتے، حالانکہ ہم نے اس قسم کی انکی کوئی کتاب نہیں دیکھی۔

جواب:

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ یہ بیماریاں ہم میں پیدا ہوئی ہیں۔صحابہ کرام، تابعین کرام کے زمانے میں یہ بیماریاں نہیں تھیں اگر تھیں بھی تو مجتہدین نے انکی دواؤں کو اور اس موضوع پر کتابوں کو مہیا کیا اور لوگوں کو ریا، نفاق سے خلاصی عطا کی۔ بلکہ یہ حضرات تو سب سے زیادہ صوفیہ تھے اس لیے کہ ان لوگوں میں اللہ تعالیٰ کی خشیت وخوف سب سے زیادہ تھا اور اپنی جانوں میں خدا تعالیٰ کی زیادہ مراعت کرتے تھے کوئی عقلمند شخص یہ ہرگز نہیں کہہ سکتا کہ صحابہ یا تابعین یا مجتہدین میں سے فلاں متکبر تھا یا ریا کار یا حسد کرنے والا، یا نفاق والا تھا اور نہ ہی انہوں نے اس چیز کا اقرار کیا بلکہ انہوں نے تو ان بیماریوں کی دوا قرآن وسنت سے حاصل کی تھی تا کہ وہ ان کبیرہ گناہوں سے بچ نکل سکیں۔بس صرف اتنی بات ہے کہ جس شخص پر باطنی بیماریوں میں سے کوئی بیماری غالب آجائے تو اس پر واجب ہے کہ وہ کسی شیخ کامل کو تلاش کرے کہ وہ شیخ اسکو اس سخت کیچڑ سے باہر نکال دے۔ ایسا شخص اگر شیخ کامل کو اپنے شہر یا صوبے میں نہ پائے تو اس شخص پر شیخ کی طرف سفر کرنا واجب ہے اور جس شخص کو خدا تعالیٰ نے باطنی بیماریوں سے سلامتی عطا کی ہو اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مکمل پیروی کرتا ہو جیسے آئمہ مجتہدین تو وہ شخص شیخ کا محتاج نہیں اس لیے کہ اس نے اپنے علم پر علی وجہ الاخلاص عمل کیا اور یہی صوفی کی حقیقت ہے (جو اس میں موجود ہے)۔

امام قشیری فرماتے ہیں، باطنی بیماریاں تیسری صدی ہجری کے بعد پیدا ہوئیں

کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِی ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ

بہترین زمانوں یا صدیوں میں میرا زمانہ یا صدی ہے پھر ان لوگوں کا جو میرے زمانے کے لوگوں کے قریب زمانے کے ہوں۔(تابعین) پھر ان لوگوں کا جن کا زمانہ انکے (تابعین) زمانے کے قریب ہو (تبع تابعین)۔

تو جس شخص کے خیر پر ہونے کی خود حضور ﷺ گواہی دیں بیشک اس نے رتبہ کمال کو حاصل کیا۔انتہی ملخصاً۔

اور ''اَجْوِبَۃُ الْمَرْضِیَّہ'' میں ہے کہ امام شافعی اور امام احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کثرت سے صوفیہ کرام کی مجالس کو اختیار کرتے تھے اور انکے ذکر کی مجلسوں میں حاضر ہوتے تھے تو ان دونوں اماموں سے کسی نے سوال کیا کہ تمہیں کیا ہوا کہ ان جاہلوں کی مجلسوں کو اختیار کرتے ہیں۔انہوں نے جواب دیا کہ تمام کا تمام معاملہ ان لوگوں کے پاس ہے اور وہ معاملہ خدا تعالیٰ کا تقویٰ اور اسکی معرفت ہے۔یہ بات ابن ایمن نے اپنے رسالہ میں ذکر کی ہے۔انتہی

امام عبد الوہاب شعرانی کی کتاب ''مَشَارِقُ الْاَنْوَارِ الْقُدْسِیَّۃِ فِی الْعُهُوْدِ الْمُحَمَّدِیَّہ'' میں ہے کہ ہم نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس عہد عام کی خلاف ورزی کی ہے کہ ہم اس علم کے درپے نہ ہونگے جو ہم سے عمل کا مطالبہ کرے اور ہم اس پر عمل نہ کریں اور آج اکثر لوگوں کا یہی حال ہے (کہ اپنے علم پر عمل نہیں کرتے)، پھر فرماتے ہیں کہ جو حضور ﷺ کے اس عہد پر عمل کرنا چاہے تو اسے چاہیے کہ وہ کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر منازل سلوک طے کرے تا کہ اسے خدا کی طرف توجہ کرنے اور اس کے عذاب سے ڈرنے کے

تعالیٰ علیہ۔ سے سنا کہ آپ فرماتے تھے ہر فقیہ (علم فقہ کا عالم) جو سلوک کو حاصل نہیں کرتا۔ اسکی خشک روٹی کی طرح ہے جس میں کوئی سالن نہ ہو۔ میں نے ہمارے سردار علی خواص رحمۃ اللہ علیہ سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ طالب العلم علم حاصل کرنے میں اس وقت تک کامل طالب العلم نہیں ہوسکتا جب تک کسی شیخ طریقت کی صحبت اختیار نہیں کرتا تا کہ وہ نفس کی رعونت و فریب سے نکل سکے اور جو طالب العلم علم کے ساتھ اہل طریقت میں سے کسی شیخ کی صحبت اختیار نہیں کرتا وہ بسا اوقات نفس کی تاریکیوں میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اپنے علم پر عمل کرنے کا دعویدار ہو جاتا ہے اور خود کو بہت کم بے عمل سمجھتا ہے اور اس کے ذہن میں ایسے دلائل قائم ہو جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونے میں رکاوٹ بن جاتے ہیں اور جس کو میری اس بات میں شک ہو وہ تجربہ کر کے دیکھ لے، تو اے میرے بھائی! کسی شیخ کامل کے ہاتھ پر بیعت کر اور اس کی خدمت کو لازم پکڑ اس کے جفا پر صبر کر اس لیے کہ جو شخص تجھے کسی بہترین شے پر مطلع (خبردار) کرنا چاہتا ہو تو وہ تجھے دنیاوی اغراض و مقاصد کی طرف متوجہ نہیں کریگا کیونکہ علم ایک بہت بڑی برتری ہے، اور نفس کا اس میں مکر و فریب کے ساتھ عمل دخل ہوتا ہے اور بسا اوقات مشائخ پر بھی علم پوشیدہ رہتا ہے، طلبہ کی تو بات ہی کیا اور خدا ہی جس کو چاہے سیدھی راہ کی ہدایت کرتا ہے۔ مسلم شریف کی روایت اور دیگر کتب احادیث میں یہ حدیث روایت کی گئی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی دعا میں فرماتے تھے:

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ نَفْسٍ لَاتَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَایَنْفَعُ

اے اللہ میں اس نفس سے پناہ مانگتا ہوں جو سیر نہ ہو اور اس علم سے پناہ مانگتا ہوں جو نفع مند نہ ہو۔

طبرانی نے اس حدیث کو مرفوعاً روایت کیا:

کُلُّ عِلْمٍ وَبَالٌ عَلٰی صَاحِبِہٖ اِلَّا مَنْ عَمِلَ بِہٖ

[illegible]

ایک اور مرفوع حدیث میں ہے:

اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا یَوْمَ الْقِیٰمَۃِ عَالِمٌ لَمْ یَنْفَعْہُ بِعِلْمِہٖ

قیامت کے دن لوگوں میں سے سب سے سخت عذاب (اس عالم کو ہوگا جس نے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھایا (عمل نہ کیا) انتہی۔

امام شعرانی اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ میں سے کبھی کوئی ولی دنیاوی و اخروی نعمتوں پر خوش نہیں ہووے انکا ہونا نہ ہونا ان کے ہاں برابر ہے اس لیے کہ وہ اپنے آپ کو دنیا و آخرت میں کسی شے کا مالک نہیں سمجھتے تو اے میرے بھائی! تو اس نفیس و عمدہ شہد کو (کسی شیخ کامل سے تعلیم سلوک حاصل کیے بغیر) نہیں چکھ سکتا۔ اور اگر تو اس کو حاصل کرنے کا ارادہ رکھتا ہے تو کوئی ایسا شیخ تلاش کر جو تجھے اس کی طرف رہنمائی کرتا رہے ورنہ تیرے لیے اس نفیس شہد کی طرف پہنچنے کا کوئی راستہ نہیں اگرچہ جن و انس کی عبادت بھی کر لے اور یہاں سے سالک اور عابد میں فرق واضح ہوا، عابد ایک بیماری کو دور کرنے کے لیے پانچ سو سال عبادت میں مشغول رہنے کے باوجود اس سے نکل نہیں سکتا، جبکہ بسا اوقات سالک طریقت پر پہلا قدم رکھتے ہی اس بیماری سے نکل جاتا ہے یہ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید کا طریقہ پہلے ملک[1] سے شروع ہوتا ہے پھر فعل سے اور پھر وجود سے اور عابد ان تینوں میں سے کسی سے بھی کچھ مزہ نہیں چکھ سکتا۔

تو خدا کی قسم وہ شخص کامیاب ہوا جس کا کوئی شیخ ہے اور وہ نقصان و خسارے میں رہا جس نے کوئی شیخ نہیں پکڑا یا شیخ کو تو پکڑا لیکن اس کی نصیحت کو نہ سنا۔ انتہی

"حکم عطائیہ" کی شرح کرتے ہوئے بعض بزرگان دین فرماتے ہیں کہ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند قدس سرہ فرماتے ہیں کہ "ہمارے ہاں قرب خداوندی کا بہترین

۱۔ کہ سالک ابتدا طریقت میں ہی اپنی ملک، فعل، وجود کی نفی کرتا ہے۔ سلطان احمد عفی اللہ عنہ

طریقہ یہ ہے کہ اپنے وجود کی نفی کی جائے اگر چہ نماز روزے بھی خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے ذرائع وطریقے ہیں لیکن ان کے ساتھ رسائی مکمل نہیں ہوتی-مکمل رسائی اپنے وجود کی نفی کرنے سے حاصل ہوتی ہے اور طریقت کے ذریعے سالک کے وجود کی نفی اور طریقت کے ذریعے سالک اپنے اوصاف میں کمزوری محسوس کرتا رہتا ہے اور اپنے مولیٰ کا بندہ خالص بن جاتا ہے خدا تعالیٰ اس وقت پوری طرح لطف وکرم فرماتا ہے-

اے سالک! اللہ تعالیٰ نے تیرے لیے قیامت کے دن کے لیے ایک بہترین سامان مہیا کیا ہے (مراد طریقت ہے) اور خدا تعالیٰ کے دیدار سے مشرف ہونے کا بہترین ساتھی و معاون ہے، اور طریقت میں اپنے تمام اوراد (طریقت کے اوراد کے علاوہ) کی طرف التفات نہ کر- انتہی (یہاں تک عبارت اختتام پزیر ہوئی)

کسی نے کہا ہے کہ تیرا وجود[1] ہی گناہ ہے- اس پر اور گناہ نہ ڈال- علامہ متبحر فی العلوم شریعہ والحقیقہ شیخ شہاب ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ متعدد مشائخ عظام کے بیعت کرنے میں لوگوں کے احوال مختلف ہوتے ہیں بعض لوگ تو بیعت کرنے سے برکت حاصل کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں بعض تربیت وسلوک کے منازل طے کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں پہلا شخص جس سے چاہیے بیعت کر لے اس پر کوئی اعتراض نہیں اور دوسرا شخص- پس اس پر اس قوم (صوفیہ کرام) کی اصطلاحات پر عمل پیرا ہونا ضروری ہے- اللہ تعالیٰ ہمیں ان (جو ممنوعات وملامت سے محفوظ وسالم ہیں) زمرے میں شمار فرمائے اور اس کے لیے ضروری ہے کہ اس وقت تک بیعت کرنے میں جلدی نہ کرے جب تک کسی شیخ کے حال کی کشش اس کو اپنی طرف کھینچ نہ لائے- یوں کہ مرید کا نفس شیخ کی پر کشش حالت سے مضمحل (مدھم) ہو جائے پھر اس شیخ کی رہنمائی حاصل کرنا اور انکے تمام اوامر ورسومات (رسومات

---

[1] یعنی چاہیے کہ اپنے وجود کو فنا کیا جائے- سلطان احمد عفی اللہ عنہ

بعض شیخ مکمل طریقت [illegible]

طریقت) سر تسلیم خم کرنا ضروری ہے یہاں تک کہ مرید میت کی طرح ہو جائے- غسل دینے والے کے ہاتھ میں کہ غسل دینے والا جیسے چاہے الٹا سیدھا کرتا ہے (اسی طرح شیخ کے حضور بھی میت کی طرح اپنے تمام تر اختیارات ختم کرنا ہونگے) اور اگر اپنے شیخ کے ساتھ مذکورہ حالت مرید کو حاصل نہ ہو تو مشائخ کی ورع (شبہات سے پرہیز کرنا) کے بارے میں غور کرے اور شریعت وحقیقت کے قوانین کا علم حاصل کرے پھر شیخ کے اشارہ ورسوم کو تسلیم کرے اور جو مرید ان اوصاف کے ساتھ متصف ہو جائے تو اس پر شیخ کا چھوڑنا حرام ہے-

انتہی (شیخ شہاب ابن حجر کی عبارت اختتام پذیر ہوئی)

شیخ اکبر نے اپنی کتاب ''اَلْاَمْرُ الْمُحْکَمُ الْمَرْبُوْطُ'' میں فرمایا:

شیخ اور اس کے تمام شاگردوں پر واجب ہے کہ جب کسی دوسرے ایسے شیخ کو دیکھ لے جو اس سے مرتبہ میں فوق ہو یہ کہ اس کی خدمت کو لازم پکڑے کیونکہ یہ شیخ اور اس کے شاگردوں کے حق میں اصلاح ہے اور اگر اس کی خدمت و بیعت کو لازم نہ پکڑے تو وہ منصف (انصاف ور) نہیں اور نہ ہی وہ ہمت والا ہے بلکہ بزدل ہے اور خدا تعالیٰ کے راستے میں ناقص ہے کیا تو نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو نہیں دیکھا کہ آپ نے فرمایا اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو وہ بھی میری اتباع کرتے اور اگر حضرت الیاس وعیسی علیہم السلام ہوتے تو شریعت محمدی کے احکام پر عمل پیرا ہوتے تو اسی طرح طریقت کے مشائخ کے لیے بھی ضروری ہے (کہ اپنے سے مرتبہ میں اگر کوئی فوق شیخ ہو تو اس کی خدمت کو لازم پکڑے اور اس طلب فیض کرے)- انتہی

منن کبریٰ میں امام عبدالوہاب شعرانی فرماتے ہیں- پھر جب بھی میں نے طریقت میں اپنے سے طریقت کو زیادہ جاننے والا دیکھا تو میں نے اسکی شاگردی اختیار کی اگر چہ مجھے دوسرے شیخ سے خلافت واجازت بھی حاصل کیوں نہ ہو کیونکہ معرفت کے مقامات میں کوئی

ایسی حدوانتہا نہیں کہ بندہ وہاں رک جائے- (اور آگے نہ بڑھ سکے) انتہی

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ جب ایک شیخ پر دوسرے (اس سے کامل)
کی خدمت واجب ہے اور مشائخ عظام کا طریقہ بھی یہی تھا تو اس شخص کے بارے میں
کہو گے جس نے طریقت کے اسرار کی ہوا بھی نہیں پائی یا پائی تو ہے لیکن وہ ناقص اور تحقیق
رفعت (بلندی) سے گری ہوئی ہو، تو اے میرے بھائی! تو اسرار طریقت کا قصد کر اور
نفس کو اصحاب طریقت کے سپرد کر دے تا کہ تو تصدیق اور خالص ذوق کے مرتبہ پر فا
جائے اور یہ بھی جان لو کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو صرف اپنی ہی طاعت و عبادت کے
پیدا فرمایا ہے- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنَ

میں نے جن وانس کو صرف اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا-

تمام عبادات میں سے وہ عبادت افضل واعلیٰ ہے جو اللہ تعالیٰ کے قریب کر
اور وہ توحید کی دنیا میں سلوک وطریقت ہے- سلوک کے لیے مرشد کامل اور استاذ فاضل
ضروری ہے کیونکہ طریقت غیب کا ایک راستہ ہے اور غیر محسوس چیز ہے اور اس کی بنیاد
مخالفت پر ہے- کیا تو نہیں دیکھتا کہ بہت سارے طبیب نفس کی بیماری کے علاج
ہوتے ہیں، کیونکہ نفس کے خفیہ فریب اس کے صاحب پر مخفی ہوتے ہیں اور نفس ہی
میں سب سے بڑا دشمن بھی ہے اور سب سے بڑا دوست بھی- اسی لیے وارد ہوا ہے
مومن کا (آئینہ) شیشہ ہے- جس کی مدد سے مومن کامل دوسرے مومن کے نفس
فریب پر تسلط کرتا ہے لیکن یہ سب کچھ کسی مرد کامل کی طرف تسلیم ہونے کے بعد
ہوگا- اسی لئے بزرگانِ دین اور اہل اللہ حضرات نے کہا کہ جس کا پیر نہ ہو اس کا
ہوتا ہے کیونکہ جب اللہ تعالیٰ کا قرب کا راستہ انتہائی شرافت اور عزت والا ہے-

راستہ انتہائی اہم مقاصد و مطالب تک پہنچاتا ہے تو یہ راستہ رکاوٹوں اور ہلاک کرنے والی
چیزوں کے ساتھ پوشیدہ اور بند ہے جب تم نے ہلاکت کے اس گڑھے کا علم حاصل کر لیا تو یہ
بات یقینی وضروری ہے کہ سالک مرشد کامل فاضل کا محتاج ہے شیخ کامل اپنے مریدین کو
ہلاکت کے راستوں سے بچاتا ہے تو مرید صادق جب شیخ کامل کی دلیل پر سلوک طے کرتا
ہے اس کی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف صحیح ہو جائے اور اپنے قصد وارادہ میں سچا ہو جائے تو پھر اللہ
تعالیٰ اس کی حالت کا لحاظ فرماتا ہے پھر اللہ شیخ کی گفتگو اور لفظ سے اس کو فیض پہنچاتا ہے یہی
کیفیت ہمارے سردار ومرشد قطب ربانی، عالم صمدانی چشم و چراغ خاندانِ عثمانی سلطان
العارفین ضیاء الدین حضرت مولٰنا شیخ خالد نقشبندی (اللہ آپ کی عمر دراز فرمائے) کی ہے-

شیخ نجم الدین قدس سرہ فرماتے ہیں جب ہتھوڑا، روئی دھننے کا ڈنڈا، لوہار کی دھونکنی
اور کوئلہ وغیرہ آلات جمع کیے جائیں لیکن وہاں ماہر استاذ نہ ہو کہ ان آلات کو اپنے اپنے محل
میں استعمال کرے (اس وقت تک) کوئی چیز بھی نہیں بن سکتی، اسی طرح مرید کے دل کا
آئینہ کسی شیخ کامل کے ساتھ قلبی رابطہ کے بغیر صاف وشفاف نہیں ہو سکتا اور صفائی آئینہ اس
وقت ہوگی کہ شیخ پر اعتراض نہ کرے- حالت قبض وبسط تمام حالات میں دوام رضا ہو، کیونکہ
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَعَسٰى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۝[1]

تم بہت سی چیزوں کو برا سمجھو گے حالانکہ وہ تمہارے لیے بہتر ہوتی ہیں-

کیونکہ اللہ تعالیٰ بندہ پر اس کے ماں باپ سے زیادہ مہربان اور بندہ کے بارے
میں ماں باپ سے زیادہ جاننے والا بھی ہے اور (مخلوق میں) شیخ مرید کے مصالح وفوائد کو
زیادہ جاننے والا ہے- انتہی (شیخ نجم الدین قدس سرہ کی عبارت مکمل ہوگئی)

[1] البقرة: آیت: ۲۱۶

اور جب مرید کی توجہ مخلوق سے خالق کی طرف ہو جائے اور مخلوق اس کو اجنبی محسوس ہونے لگیں اور نفس کی آفات سے بری ہو جائے اور باطن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ مناجات دوام پکڑ جائیں تو اس وقت اس مرید کو عارف کہا جاتا ہے، تو جتنا اپنے نفس سے اجنبی ہو جائے گا اس قدر اس کی معرفت میں زیادتی ہوتی جائے گی۔

کیونکہ کہا جاتا ہے کہ تمہارے دشمنوں میں سب سے بڑا دشمن تیرا وہ نفس ہے جو تیرے دائیں بائیں کے درمیان ہے، جیسے ایک شاعر نے کہا:

اَتَوَقِ نَفْسَکَ لَاتَامِنْ مِنْ غَوَائِلِھَا – فَاالنَّفْسُ اَخْبَثُ مِنْ سَبْعِیْنَ شَیْطَانَا

ترجمہ: ''کیا تم اس نفس کی حفاظت کرتے ہو؟ جس کی مصیبتوں سے تم کبھی امن وحفاظت میں نہیں رہ سکتے۔ نفس ستر شیطانوں سے بھی زیادہ خبیث ہے''۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں نفس وشیطان پر کامیابی عطا فرمائے اور ہم سے آفاقی وانفسی پردے دور کردے۔

(دوسرا باب)

جان لو کہ جب کوئی شخص معرفت کو حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے اندر عشق واشتیاق (طلب معرفت) کی آگ بھڑک اٹھی اور غفلت کے پردوں کو عشق واشتیاقِ معرفت کی آگ کے ساتھ جلا دیا تو اس شخص کو چاہیے کہ گناہوں سے سچی توبہ کرے اور عقیدہ اہل سنت والجماعت یعنی فرقہ ناجیہ (کامیاب گروہ) ماتریدیہ اشعریہ کو مضبوطی سے اپنا لے رخصت کی طرف متوجہ و مائل بھی نہ ہو، بدعت سے اجتناب کرے پھر کسی شیخ کامل کو تلاش کرے جب کہ شیخ میں وہ صفتیں ہونی چاہئیں جس کو علامہ شہاب ابن حجر مکی مقدمہ میں ذکر کیا ہے جب اعلیٰ صفات پائی جائیں گی تو ادنیٰ صفت خود بخود پائی جا...

جائے کیونکہ بے ادبی برکت کے زوال کا سبب بنتی ہے اور بے ادبی کی وجہ سے نور ظلمہ (تاریکی) اور حجاب میں تبدیل ہو جاتا ہے اور معنوی دوری ضرر میں تبدیل ہو جاتی ہے۔ علاوہ ازیں کہ شیخ کی طبیعت ومزاج اس بے ادبی سے متغیر ہو یا نہ ہو۔

حکایت:

چنانچہ نقل ہے کہ امام زفر وضو فرما رہے تھے آپ کے قریب امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا گزر ہوا لیکن دوران وضو، امام زفر اپنے استاذ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لیے کھڑے نہ ہوئے اور تعظیم نہ کی جس کی وجہ سے امام زفر کی روایت مذہب میں ضعیف ہوتی ہے حالانکہ امام زفر کا شمار امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ، کے جلیل القدر شاگردوں میں ہوتا ہے۔

شرائط وآدابِ مرید:

وہ شرائط جو (طریقت میں) مرید کے لیے ضروری ہیں۔ گیارہ ہیں:۔

۱۔ شیخ کے افعال پر کبھی بھی اعتراض نہ کرے، جہاں تک ممکن ہو شیخ کے افعال[1] میں تاویل کرنی چاہیے اور معاملہ اپنے قصور فہم پر محمول کرنا چاہیے۔ حضرت موسیٰ وحضرت خضر علیٰ نبینا وعلیہما الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ کی بنیاد پر محمول کرنا چاہیے، کیونکہ شیخ پر اعتراض کرنا ہر قبیح (بری چیز) سے زیادہ قبیح ہے اور اعتراض کرنے والا مغرور بھی نہیں ہوتا تو وہ حجاب جو اعتراض سے پیدا ہوا اس کا کوئی علاج نہیں۔ اور اس پردے کو دور کرنا بھی ناممکن ہے۔ اعتراض کی خصوصیات میں سے ایک یہ ہے کہ اس کی وجہ سے مرید پر فیض کے تمام راستے مسدود (بند) ہو جاتے ہیں۔

تو اے میرے بھائی! ایسی عاجز کر دینے والی بیماری سے اجتناب کرنا۔

۱۔ ممکن ہے کہ ان افعال سے مراد وہ افعال ہوں جو ظاہراً خلاف شرع ہوں اسلئے کہ تاویل تب ہی ہوگی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔
سلطان احمد عفی عنہ

۱- شرائط مرید میں سے ایک یہ ہے کہ جو بھی خطرہ (وسوسہ) اسے پیش آئے تو وہ اپنے
شیخ کے حضور بیان کردے تاکہ وہ اس کا علاج کرے کیونکہ شیخ طبیب کی طرح ہے جب بھی
اسکو مرید کے احوال پر اطلاع ہو جائے تو اس کو درست کرنے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور
مرید کی بیماری کو دور کرتا ہے، اور شیخ کے کشف پر اکتفانہ کیا جائے (کہ مجھے اپنے وسوسے و
احوال باطنی بیان کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میرے شیخ پر میرے احوال ظاہر اور منکشف
ہیں) کیونکہ کشف کبھی تو درست ثابت ہوتا ہے اور کبھی خطا ثابت ہو جاتی ہے (کبھی کشف
سے جو چیز ظاہر و منکشف ہو جاتی ہے درحقیقت وہ ویسے نہیں ہوتی اس کو خطا کشفی کہتے ہیں)
اور خطائے کشفی خطائے اجتہادی کی طرح ہے- اولیاء کرام کے نزدیک کشف اگر درست بھی
ہو تو جب تک ظاہر اس کے موافق نہ ہو اس وقت تک اس پر حکم مبنی نہیں ہوتا اس بات کو یاد رکھ
کیونکہ یہ بہت عمدہ و نفیس بات ہے-

۳- شرائط مرید میں سے یہ ہے کہ مرید طلب معرفت میں صادق (سچا) ہو تنگی کی وجہ
سے طلب معرفت چھوڑنا نہیں چاہیے اور سلامتی و تکالیف کی وجہ سے فتور میں مبتلا نہیں ہونا
چاہیے- اپنے شیخ کے ساتھ فرط محبت، جان، مال، اولاد سے بھی زیادہ ہونی چاہیے اور یہ عقیدہ
ہونا چاہیے کہ مقصود (قرب الٰہی) مجھے شیخ کے واسطے کے بغیر حاصل نہیں ہو سکتا-

۴- مرید کے آداب میں سے یہ ہے کہ مرید اپنے شیخ کے ان افعال کے علاوہ جن کا
حکم دے تمام افعال عادیہ میں شیخ کی پیروی نہ کرے کیونکہ بسا اوقات شیخ بعض افعال اپنے
مقام و حال کے مطابق کرتا ہے اور وہ افعال مرید کے لیے زہر قاتل ہوتے ہیں-

۵- شرائط مرید میں سے ہے کہ شیخ جس ذکر یا مراقبہ کی تلقین کرے اس پر مکمل طور پر
عمل پیرا رہے اور دیگر تمام اوراد و وظائف کو ترک کردے کیونکہ شیخ کی فراست، اس بات
تقاضا کرتی ہے (کہ شیخ کے بتائے ہوئے ذکر کے علاوہ دیگر تمام وظائف ترک کرد

جائیں) اور شیخ کی فراست خداتعالیٰ کے نور سے ہے-

۶- شرائط میں سے یہ ہے کہ مرید خود کو تمام مخلوق میں سے سب سے کمتر اور حقیر سمجھے
اور اپنے بارے کسی پر بھی اپنا حق نہ سمجھے اور دوسروں کے حقوق کو پورے طور پر ادا کرے اور
مقصود کے علاوہ تمام چیزوں سے قطع تعلق رہے-

۷- شرائط میں سے یہ ہے کہ شیخ کا حکم اور تعظیم انتہائی درست و احسن طریقے سے بجا
لائے اور شیخ کے حکم و تعظیم میں کسی قسم کی خیانت نہ کرے اور بتائے ہوئے ذکر کے ساتھ اپنے
دل کو آباد رکھے، غفلت و بدگمانی سے خود کو دور رکھے-

۸- شرائط میں سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے علاوہ دنیا و آخرت میں سے کوئی چیز
مقصود کی حد تک نہیں ہونی چاہیے (مقصود صرف اللہ تعالیٰ اور رضائے خدا ہو بس) حتیٰ کہ
حال- مقام (مقام ولایت) فناء و بقاء کو بھی مقصود نہیں بنانا چاہیے، ورنہ وہ مرید (جو ان
چیزوں کو مقصود سمجھتا ہے) اپنے نفس کے کمال کا طالب ہو گا تو ضروری ہے کہ مرید شیخ کے
حضور ایسے ہو جیسے میت غسل دینے والے کے[1] سامنے ہوتی ہے-

۹- شیخ کی بات کو کبھی بھی رد نہ کرے، اگرچہ مرید حق بجانب ہی کیوں نہ ہو بلکہ یہ
عقیدہ رکھے کہ شیخ کی خطا بھی میری درستگی سے قوی اور بہت بہتر ہے-

۱۰- اس بات کی طرف اشارہ نہ کرے جس بارے شیخ نے پوچھا نہ ہو-

۱۱- شیخ اور شیخ کے خلفاء و مریدین میں سے ہر اس مرید کا حکم تسلیم کر لینا چاہیے جو شیخ کا
منظور نظر ہو-

مرید کبھی بھی کسی پر غصہ نہ کرے کیونکہ غصہ ذکر کے نور کو ختم کر دیتا ہے اور آداب
ں سے ہے کہ طلباء (دینی طلباء مراد ہیں) کے ساتھ مناظرہ، مباحثہ اور جنگ و جدل ترک کر

[1] نی اپنے اختیار و خواہش کو شیخ کے حکم پر قربان کر دینا چاہیے، جو حکم فرمائے اپنے اختیار و خواہش کے بغیر سر تسلیم خم کر لینا
یے-۱۲- سلطان احمد عفی اللہ عنہ

دے کیونکہ مناظرہ نسیان (بھول جانے کی بیماری) اور کدورات کو پیدا کر دیتا ہے۔ جب بھی کسی کے ساتھ بحث مباحثہ ہو جائے اگرچہ خود حق بجانب ہی ہو، اس سے معذرت کرے اور استغفار و توبہ کرے اور کسی کو بھی حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھے بلکہ ہر ایک کے بارے میں یہ گمان کرے کہ یہ حضرت خضر علیہ السلام یا اولیاء اللہ میں سے ایک ولی ہے اور اس سے دعا طلب کرے۔

شیخ عارف محقق تاج الدین ہندی حنفی نقشبندی، تاجۃ الکبریٰ میں رقمطراز ہیں کہ جاننا چاہیے کہ شیخ کے بعض حقوق کی بجا آوری تب ہی ممکن ہے کہ حسن ادب کی رعایت کی جائے اور مشائخ طریقت کی تعظیم شیخ کے بڑے حقوق میں سے ہے اور حسن ادب کی رعایت نہ کرنا عین نقصان و تقصیر ہے کیونکہ مرید شیخ کی معنوی اولاد ہوتے ہیں۔ انتہی

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ اہل محبت الٰہیہ کے نزدیک ظاہری ماں باپ کے رشتے سے یہ (باطنی) رشتہ بہتر واعلیٰ ہے کیونکہ باطنی رشتہ وہ رشتہ ہے جس نے حضرت بلال حبشی، سلمان فارسی، صہیب رومی رضی اللہ عنہم کو اہل بیت میں سے قرار دیا۔ جس رشتہ سے ابوطالب دور ہوئے اور محروم ہو گئے۔ ظاہری نسبت نے انکو کوئی فائدہ نہ دیا حالانکہ ابوطالب ظاہری رشتہ میں حضور کے بہت قریب تھے اسی لیے اس عظیم رشتہ کی طرف سلطان العاشقین شیخ شرف الدین عمر بن فارض قدس سرہ نے اپنے شعر میں اشارہ فرمایا:

نَسَبٌ اَقْرَبُ فِی شَرْعِ الْهَوٰی   بَیْنَنَا مِنْ نَسَبٍ مِنْ اَبَوٰی

شریعت کا رشتہ ہمارے ہاں ظاہری ماں باپ کے رشتہ سے زیادہ قریب وافضل ہے۔

طریقت میں شیخ کے متفقہ پندرہ آداب:

طریقت میں شیخ کے آداب میں سے جو جمہور مشائخ کے نزدیک متفقہ ہیں پندرہ ہیں

۱- مرید کا اپنے شیخ کے بارے میں یہ عقیدہ ہو کہ میرا مقصود و مطلوب میرے شیخ

ہاتھ پر ہی حاصل ہوگا، اور جب کسی دوسرے شیخ کی طرف توجہ کرے گا تو اپنے شیخ سے محروم ہو جائے گا اور فیض کا دروازہ اس پر بند ہو جائے گا۔

۲- شیخ کے تمام تصرفات پر راضی اور سر تسلیم خم کرے شیخ کی خدمت مال بدن کے ساتھ کرے کیونکہ ارادت و محبت کا جوہر خدمت کرنے کے بغیر ظاہر نہیں ہوسکتا۔ اور صداقت واخلاص کا وزن خدمت کے ترازو کے بغیر معلوم نہیں ہوسکتا۔

۳- تمام امور میں (امور کلیہ ہوں یا جزئیہ عبادت ہو یا عادت) شیخ کے اختیار و مرضی کے سامنے اپنی مرضی واختیار کو ختم کر دے۔

۴- شیخ کے ساتھ دھوکہ بازی مکر و فریب سے دور رہے اور شیخ جن چیزوں کو، ناپسندیدہ جانے خود بھی انکو ناپسند کرے۔

۵- وقائع (خواب کشف وغیرہ) کی تعبیر پر اطلاع پانے کی خواہش نہ رکھے اگر ان چیزوں کی تعبیر ان پر ظاہر ہو بھی جائے تو اس پر اعتماد نہ رکھے اور جب مکاشفات خواب وغیرہ شیخ کے حضور بیان کر دے تو بغیر مطالبہ کے جواب کا انتظار کرے اگر کسی نے شیخ سے کسی مسئلہ کے بارے سوال کیا تو شیخ کے حضور جلدی جواب دینے سے بچے۔

۶- شیخ کی مجلس میں آواز کو پست رکھے کیونکہ اکابرین کے ہاں شیخ کے حضور با آواز بلند بات کرنا بے ادبی ہے تو ضروری ہے کہ شیخ کے ساتھ سوال جواب میں [1] بسط کا دروازہ نہ کھولے کیونکہ اس سے مرید کے دل سے شیخ کا رعب ختم ہو جاتا ہے جو حجاب کا باعث ہوگا۔

۷- شیخ کے ساتھ گفتگو کرنے کے وقت کو پہچانے لہذا شیخ کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے ادب خشوع وخضوع کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف کیفیت بسط [2] میں ہی گفتگو کرے۔ ضرورت سے زیادہ گفتگو نہ کرے اور بعد میں شیخ کے جواب کی طرف مکمل طور پر متوجہ ہو ورنہ کامیابی

---

[1] یعنی سوال جواب میں بے تکلفی پیدا نہ کرے۔

[2] یعنی [illegible]

سے محروم ہو جائے گا اور جو شیخ سے محروم ہو جائے کامیابی دوسری دفعہ اس کی طرف بہت کم لوٹتی ہے۔

۸- شیخ جن اسرار کو پوشیدہ و مخفی رکھنا چاہتا ہو مرید ان اسرار کو پوشیدہ و مخفی ہی رکھے۔

۹- تمام احوال، واقعات، کشفیات، کرامات جو اللہ تعالیٰ نے عطا کیے انکو شیخ سے مخفی نہ رکھے۔

۱۰- لوگوں کے سامنے شیخ کی ہر بات نہ کرے مگر وہ بات جو انکے سمجھ و عقل کے مطابق ہو بیان کرے۔

۱۱- جب شیخ پر عقیدہ قوی، پختہ ہو جائے تو شیخ کے حضور یہ عرض کرے کہ میں آپکے حضور اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے کے لیے حاضر ہوا ہوں جب شیخ انکو قبول کرلے تو انکے حضور کسی چیز کا مطالبہ نہ کرے بلکہ شیخ کی خدمت کرے تاکہ شیخ کی بارگاہ میں مکمل قبولیت سے ہم کنار ہو جائے جب شیخ کسی چیز کی تلقین کرے تو اس میں خود کو مشغول و مصروف رکھے اور کسی وسوسہ ڈالنے والے کے وسوسہ کی پرواہ نہ کرے اگرچہ وہ وسوسہ خیر کا ہو۔

۱۲- کسی کے سلام کو شیخ تک پہنچانے کا بوجھ کبھی بھی[1] نہ اٹھائے کیونکہ یہ بھی بے ادبی ہے جیسے کہ آداب مریدین میں ذکر ہے۔

۱۳- مرید کی توجہ اس کی طرف ہو جس کا شیخ ارادہ رکھتا ہو شیخ کی مراد کے سوا ہر چیز سے روگرداں ہو شیخ کے اقوال و افعال صفات بلکہ ذات شیخ میں فانی ہو کیونکہ کہا گیا ہے کہ فنا فی الشیخ (شیخ کی ذات کی محبت میں فنا ہونا) فنا فی اللہ (اللہ کی ذات کی محبت میں فنا ہونے) کے لیے مقدمہ ہے۔ (پہلا قدم ہے)

۱۴- شیخ کے وضو کی جگہ میں وضو نہ کرے اور نہ ہی تھوکے اور نہ ہی آپکی مجلس میں

---

[1] بلکہ جب کوئی شیخ کو سلام کہنے کا کہے تو انشاء اللہ تعالیٰ کہے تاکہ سلام کا پہنچانا واجب نہ ہو جائے۔ س

رینٹھ (ناک صاف) کرے اور نہ ہی شیخ کی موجودگی میں نوافل پڑھے اور نہ ہی شیخ کے ساتھ نوافل ادا کرے۔

۱۵- شیخ کے حکم کی (بغیر توقف و دیر کرنے کے) اور بغیر کسی تاویل کے بجا آوری کی جائے اور نہ ہی حکم کی تکمیل سے پہلے سکون و استراحت کرے۔

آداب کا یہ ایک نمونہ اجمالاً بیان ہوا جس کے تحت بہت سے جزئیات ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں احسن طریقے پر آداب بجا لانے کی توفیق عطا فرمائے اور ذوق و وجدان الٰہی سے وافر نصیبہ عطا فرمائے۔

قرب کے چار طریقے:

جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حضرات نقشبندیہ کے ہاں چار طرح سے حاصل کیا جا سکتا ہے:

۱- شیخِ کامل کی صحبت و محفل۔

۲- رابطہ شیخ۔

۳- شیخ کے بتائے ہوئے اوراد و اذکار۔

۴- مراقبہ۔

قرب کا پہلا طریقہ جو سب سے قوی تر ہے (شیخ کی کامل صحبت) اس کے لیے تین شرطیں ہیں۔

اول: یہ کہ شیخ کی صحبت کو ترک نہ کرے اور شیخ کی صحبت پر فخر کرے۔

دوم: کبھی بھی شیخ پر اعتراض نہ کرے اور شیخ کے ظاہری و باطنی افعال کا انکار نہ کرے۔ شیخ کے بارے جو توہمات و خطرات درپیش ہوں انکو اپنا گناہ سمجھے، اللہ تعالیٰ سے بخشش و مغفرت طلب کرے کیونکہ شیخ اللہ تعالیٰ کے دست قدرت میں ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ

برائی کا حکم نہیں دیتا بلکہ اللہ تعالیٰ شیخ کے ذریعے مخلوق میں سے جس کا چاہے امتحان لیتا ہے۔

سوم: شیخ کے حضور، مردہ بدست زندہ، کی طرح ہو کسی شے میں بھی شیخ کی مخالفت نہ کرے شیخ کی صحبت ومحبت، حضور اکرم ﷺ کی اتباع کے ساتھ ملی[1] ہوئی ہو۔صحبت شیخ (شیخ کے حضور حاضر ہونے یا مجلس شیخ) کے دیگر آداب بھی ہیں لیکن جو ذکر ہوئے وہ سب آداب کو اپنی طرف کھینچتے ہیں (اپنے اندر لئے ہوئے ہیں) اور شیخ صحبت ہی شیخ حقیقی ہوتا ہے یہی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔خرقہ یا ذکر اللہ تعالیٰ کے قرب کا واسطہ نہیں کیونکہ شیخ خرقہ تو خرقہ میں ہی فیض وبرکت کو چھپا کر مرید تک پہنچاتا ہے اور یہی حال شیخ ذکر کا ہے (کہ وہ ذکر میں فیض چھپا کر مرید تک پہنچاتا ہے) شیخ ذکر ہو یا شیخ خرقہ یہ دونوں شیخ حقیقی نہیں کہلا سکتے کیونکہ ہر ایک ان میں سے مرید کے دل کا واسطہ نہیں۔

عارف محقق شیخ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ نے کیا خوب بیان فرمایا: کہ سالک (مرید) کو تجلیات الٰہیہ حاصل ہوتے ہیں وہ مرید ذاتی طور پر حاصل نہیں کرتا بلکہ وہ (توجہ امداد رحمانی کے طریقہ کے ساتھ) مرشد کامل کی طرف سے ہوتے ہیں۔یہ امداد رحمانی (تجلیات وفیوضات) ایک دل سے (شیخ کے دل سے) دوسرے دل تک (مرید) صدق حال کے ساتھ الہامی طور پر عطا ہوتی ہیں اور کبھی تو یہ امداد شیخ کی گفتگو اور بعض اشارات کے بیان کرنے کے ذریعے مرید تک پہنچتی ہے اور کبھی تو خرقہ صوفیہ کے پہنانے کے ذریعے، لیکن اس میں دونوں کی طرف (مرشد ومرید) سے صداقت کو ہونا شرط ہے کیونکہ شیخ صادق کا حال مرید صادق کے باطن میں پہنچتا ہے کبھی تو شیخ کی نظر کے ساتھ یہ امداد حاصل ہوتی ہے جس کا ثبوت حضور کی اس حدیث سے ملتا ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں (اللہ کے ولی کی) وہ آنکھ بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے مذکورہ حدیث

[1] یعنی شیخ کی محبت میں حضور اکرم ﷺ کی شریعت وسنت کی مخالفت نہیں ہونی چاہیے۔۱۲۔س

میں یہ نظر نوافل کے ذریعے قرب حاصل کرنے کے ساتھ مشروط ہے۔کبھی تو یہ دولت مرید کا شیخ کی طرف دیکھنے سے حاصل ہوتی ہے۔جیسے حدیث میں وارد ہے کہ: اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ[1] (جب اللہ تعالیٰ کے ولیوں کو دیکھا جائے تو خدا یاد آجاتا ہے) اور یہ کیفیت اخلاص آداب میں استعداد کے مختلف ہونے سے مختلف ہوتے رہتے ہیں۔

قرب الٰہی کا دوسرا طریقہ:

قرب کا دوسرا طریقہ رابطہ شیخ ہے، رابطہ شیخ بھی قرب خدا تعالیٰ کا ایک مستقل ذریعہ ہے، مراد رابطہ سے اپنے شیخ کے ساتھ دلی تعلق ہے اور اپنے خیال میں شیخ کی صورت کو یاد کرنا ہے اگرچہ شیخ غائب ہی کیوں نہ ہو۔شیخ کی طرف دیکھنے فائدہ باطنی کا حاصل ہونا ہے۔حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس ارشاد کی بنا پر ہے: ''اَلَّذِيْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ'' (اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے) وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو خدا یاد آجاتا ہے۔

هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ۔ وہ اللہ تعالیٰ کے ہم نشین ہیں۔

نیک وصالح شخص کی صحبت ومجلس اختیار کرنے پر جو احادیث وارد ہوئی ہیں وہ مخفی نہیں۔

شیخ ایک (میزاب) پرنالے کی مثل ہے۔جس سے شیخ کے بحر فیض سے قلب مرید پر فیض نازل ہوتا ہے اور اگر رابطہ میں کوئی فتور واقع ہو جائے تو: ''اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ'' کی بنا پر شیخ کی صورت اپنے خیال میں جمائے تو صورت شیخ کے جمانے سے رابطہ شیخ پختہ و راسخ ہو جاتا ہے اور مرید شیخ کے اوصاف واحوال کے ساتھ متصف ہو جاتا ہے، کہا گیا ہے کہ فنا فی الشیخ، فنا فی اللہ کے لیے مقدمہ (پہلا قدم ہے) اور اگر شیخ کے تصور کے دوران سکر یا غیب (خود کو گم پانا) کی کیفیت کو پائے تو پھر تصور شیخ کو چھوڑ دے اور اس کیفیت کی طرف

[1] الجامع الصغیر [illegible]

متوجہ ہونا چاہیے۔

حکایت:

جیسے کہ مقامات نقشبند قدس سرہ میں نقل ہے کہ ایک صوفی طریقہ رابطہ میں مشغول تھا کہ ایک دن شیخ کی صورت کی طرف متوجہ تھا کہ غیب کی تاثیر اس پر طاری ہوئی تو وہ مرید تصور شیخ میں ہی گم تھا، غیب کی کیفیت کی طرف متوجہ نہ تھا تو خواجہ نقشبند نے فرمایا: کہ تصور کو چھوڑ دو اور غیب کی طرف متوجہ ہو جا کیونکہ غیب کی کیفیت کا وقت ہی صوفیہ کے نزدیک زمانہ وصل اور شہود کہلاتا ہے۔

تیسرا طریقہ:

شیخ کے بتائے ہوئے اوراد و اذکار کو کرتے رہنا بھی وصول کا ایک مستقل طریقہ ہے ذکر سے مراد ذکر خفی قلبی ہے اور وہ اسم ذات کا ذکر ہے۔ اسم ذات کے بے شمار آداب ہیں لیکن ان آداب میں سے ہم بعض ان اہم آداب کا ذکر کریں گے جو مرید ذاکر کے لیے بہت ضروری ہیں: ان ضروری آداب میں سے ایک یہ ہے کہ جسم و دِل کو ممنوعات سے پاک کرے اور دِل کو ھویٰ و حرص، شہوات کی پیروی سے پاک کرے پھر اس کے بعد وضو کرے، اور خلوت (تنہائی) میں چلا جائے پھر استغفار کرتے ہوئے قبلہ رخ بیٹھ جائے، پھر دل کی کوتاہیوں کی طرف توجہ کرے موت کو یاد کرے کہ موت عنقریب آنے والی ہے اور یہ میری زندگی کی آخری سانس ہے پھر فاتحہ اور سورۃ الاخلاص پڑھ کر اس کا ثواب امام طریقت حضرت خواجہ محمد نقشبند اویسی بخاری کی روح کو ایصال ثواب کرے پھر اپنی پیشانی میں شیخ کا تصور کرے کہ میرے شیخ میرے سامنے ہیں اور پھر شیخ کی صورت کو دل میں خیال کرے تا کہ خطرات (وسواس) ختم ہو سکیں اور شیخ سے مدد روحانی طلب کرتا رہے۔ آنکھیں بند ہونی چاہئیں، سانس کو اپنی حالت پر ہی رکھیں۔

لطائف اوراذکار کا بیان:

۱۔لطیفہ قلب: دل میں (جو گوشت کا ایک ٹکڑا، بائیں پپتان کے نیچے لٹکا ہوا ہے) ذکر کا معنی (جو کہ محض ذات باری تعالیٰ ہے) یاد رکھے۔

ابتدائے ذکر میں اور ہر ایک سو کے بعد دِل کی زبان کے ساتھ (دل میں) یہ کہے:

اَللّٰهُمَّ اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَرِضَاکَ مَطْلُوْبِیْ (اے اللہ تو ہی میرا مقصود ہے، اور تیری رضا ہی میرا مطلوب ہے۔)

دل میں ہی اسم ذات یعنی اللہ کا ذکر کرے اور یہ ذکر بغیر انقطاع (ٹوٹنے) کے ہمیشہ کرتا رہے اگرچہ ضرورت کے وقت باتیں بھی کرے لیکن ذکر کو نہ چھوڑے، اور اس ذکر قلبی کو حضرات نقشبندیہ "وقوف قلبی" کہتے ہیں کیونکہ اس ذکر کا نتیجہ یہ ہے کہ مذکور (اللہ تعالیٰ) یاد کے ساتھ اتنا راسخ ہو جاتا ہے کہ ماسوائے اللہ تعالیٰ بھول جاتا ہے ذکر کی حقیقت ہی یہی ہے کہ جس ذات کا ذکر کیا جائے ماسوا تمام بھول جائے تو جب ذکر دوام پکڑتا جاتا ہے ماسوائے اللہ بھولتا جاتا ہے اور جب ماسوائے اللہ کا بھول جانا بھی دوام پکڑ جائے حتیٰ کہ ذکر میں رسوخ کی کیفیت حاصل ہو جائے تو جب ذکر میں رسوخ (پختگی) پیدا ہو جائے تو پھر جب اللہ کے سوا غیر کو تکلف سے یاد کرنا چاہے تو یاد نہ کر سکے گا۔

۲۔لطیفہ روح: جب قلب میں ذکر راسخ ہو جائے تو پھر ذکر لطیفہ روح کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لطیفہ روح دائیں پپتان کے (دوانگشت) نیچے ہے۔

۳۔لطیفہ سر: جب لطیفہ روح ذکر کے ساتھ راسخ ہو جائے تو پھر ذکر لطیفہ سر کی طرف منتقل ہو جاتا ہے لطیفہ سر بائیں پپتان کے اوپر سینے میں ہے۔

۴۔لطیفہ خفی: لطیفہ سر میں ذکر رچ جانے کے بعد ذکر لطیفہ خفی کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، جو دائیں پپتان کے اوپر سینے کے دائیں طرف ہے۔

۵-لطیفہ اخفیٰ: جب لطیفہ خفی بھی ذاکر ہو جائے تو پھر ذکر لطیفہ اخفیٰ کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو کہ سینے کے وسط (درمیان) میں ہے یہ پانچ لطائف عالم امر کے ہیں- جن کو اللہ تعالیٰ نے بغیر مادہ کے کُن کے حکم کے ساتھ پیدا فرمایا، اللہ تعالیٰ نے لطائف عالم امر کو لطائف عالم خلق کے ساتھ مرکب فرمایا-

لطائف عالم خلق:

لطائف عالم خلق وہ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے مادہ کے ساتھ پیدا فرمایا اور وہ نفس ناطقہ اور عناصر اربعہ (چار عناصر) ہیں، عالم امر کے ہر لطیفہ ذاکر ہونے کے بعد ذکر لطیفہ نفس کی طرف منتقل ہو جاتا ہے اور وہ دماغ میں ہے- چار عناصر بھی اس میں مندرج (موجود) ہوتے ہیں، ترتیب مذکورہ کے مطابق جتنے بھی محل ذکر ہوئے تمام کے تمام محل ذکر ہیں، جب لطیفہ نفس میں بھی ذکر رچ جائے تو پھر سلطان الذکر حاصل ہو جاتا ہے، سلطان الذکر (یہ ہے کہ ذکر) انسان کے مکمل وجود کا احاطہ کر لیتا ہے بلکہ تمام آفاق کا احاطہ کر لیتا ہے اور آخر میں آنکھیں کھول لینے سے پہلے لطیفہ قلب کی طرف قدرے توجہ کرے-

نفی واثبات:

دوسرا ذکر خفی نفی واثبات کا ذکر ہے ''لَا اِلٰـهَ اِلَّا اللّٰهُ'' کے ساتھ کیا جاتا ہے جو مرید کو لطائف مکمل کرنے کے بعد تلقین کی جاتی ہے- نفی واثبات کرنے کا طریقہ و آداب یہ ہیں کہ زبان کو (مذکورہ طریقے کے مطابق) اوپر والے تالو کے ساتھ چسپاں کرے اور سانس کو ناف کے نیچے بند کرے اور خیال میں ''لَا اِلٰهَ'' کو ناف سے دماغ تک لائے، دماغ سے دائیں کاندھے کی طرف لائے، دائیں کاندھے سے ''اِلَّا اللّٰـــهُ'' کو دل پر زور کے ساتھ ضرب لگاتے ہوئے لائے، اس ضرب کی حرارت کی تاثیر کے ساتھ تمام بدن متاثر ہو

ہے اور نفی ''لَا اِلٰـهَ'' کے ساتھ تمام محدثات (مخلوقات) کے وجود کی نفی کرے اور تمام مخلوقات کو فنا کی نظر سے دیکھے اور اثبات ''اِلَّا اللّٰه'' کے ساتھ ذات باری تعالیٰ کو ثابت کرے[1] اور نفی واثبات کے ساتھ تمام لطائف کو گھیر[2] لے اور نفی واثبات کے دوران اس معنی کا بھی لحاظ کیا جائے کہ کوئی مقصود نہیں مگر ایک اللہ (جو بے مثل ہے) اس لیے کہ مقصودیت کی نفی معبودیت کی نفی سے زیادہ ضروری ہے کیونکہ ہر معبود مقصود ہوتا ہے لیکن ہر مقصود معبود نہیں ہوتا اور نفی و اثبات کے آخر میں (دل کے ساتھ) محمد رسول اللہ بھی کہے جتنی دیر سانس کو روک سکتا ہے اتنی دیر اس کا تکرار کرتا رہے اور طاق کی رعایت کے ساتھ سانس چھوڑے اس کو حضراتِ نقشبندیہ ''وقوف عددی'' کہتے ہیں اور سانس نکالنے سے پہلے دل میں یہ بھی کہے:

''اَللّٰهُمَّ اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ وَرِضَاکَ مَطْلُوْبِیْ -''

اے اللہ تو ہی میرا مقصود ہے اور تیری رضا میرا مطلوب ہے-

جب استراحت (سانس برقرار) ہو جائے تو مذکورہ طریقہ کے مطابق پھر سانس بند کرے اور دوبارہ نفی اثبات شروع کرے لیکن دونوں سانسوں کے درمیان غافل نہ ہو اور اپنے تصور کو برقرار رکھے تا کہ ذکر کے دوام میں کوئی خلل نہ پڑے جب نفی اثبات کی تعداد اکیس کو پہنچے تو اس کا نتیجہ ظاہر ہوتا ہے جسے اصطلاح طریقت میں ذھول اور استھلاک کہتے ہیں، اگر اکیس تعداد کے باوجود نتیجہ ظاہر نہ ہو تو سمجھنا چاہیے کہ ذکر خلاف ادب ہوا، لھذا پھر دوبارہ سے نفی اثبات شروع کرے اور عمل اعتقاد اور اتباع کو درست کرے قول و فعل کے تضاد کو ختم کرکے ذکر کے تقاضوں کے مطابق درست کرے- کیونکہ مقصودیت میں جب ماسواء باقی ہو یا کسی چیز میں خلاف شرع کوئی چیز باقی ہو تو پھر جھوٹ لازم آئیگا اور مرید صادق نہ ہوگا ذکر میں کوئی معین تعداد نہیں جو جذب کے منازل طے کرنے کے درپے ہو تو اس کے لیے

---

[1] یعنی لا الہ کے ساتھ یہ تصور بھی کرے کہ کوئی شے موجود نہیں الا اللہ کے ساتھ یہ تصور مگر ایک اللہ موجود ہے-۱۲-س

[2] یعنی ذکر نفی واثبات کے وقت تمام لطائف کو مشغول رکھے- مجدّدی

پہلا ذکر ہے (لطائف کا ذکر) اور جو سلوک کے منازل کو پہلے طے کرنا چاہتا ہو اس کے لیے دوسرا ذکر (نفی و اثبات) ہے دونوں ذکر خفی اور دل کے ساتھ ہوتے ہیں۔ جو شخص نفی و اثبات میں کما حقہ کوشش کرے اور ماسوا اللہ کی نفی اور ذات باری تعالیٰ کو ثابت کرے اور نفی و اثبات کا نتیجہ بھی ظاہر ہو جائے تو پھر اس کو مراقبہ کرنا چاہیے۔

مراقبہ:

مراقبہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا مختصر طریقہ ہے، مراقبہ یہ ہے کہ دل میں اسم ذات کا تصور ہمیشہ و دوام کے ساتھ ہو کسی بھی حالت میں ذکر سے جدا نہ ہو جائے، جب مراقبہ میں کسی کو اپنے علم کی نفی کرنے کی کیفیت پیدا ہو جائے تو اس کو فنا کے ابتدائی مراحل حاصل ہو جاتے ہیں۔ مراقبہ باب مُفاعلَة کا مصدر ہے۔ یہ وصول الی اللہ (خدا تک پہنچنے کا) ایک مستقل طریقہ ہے۔ لہٰذا طالب (مرید) کے لیے ضروری ہے کہ توجہ اور اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی کا علم حاصل کرے، مراقبہ نفی و اثبات سے اعلیٰ و افضل ہے، اور جذبہ کے نزدیک تر ہے، ہمیشہ مراقبہ کرنے سے مرتبہ وزارت حاصل ہوتا ہے اور ملک و ملکوت میں تصرف کرنا آسان ہو جاتا ہے، وسواس کو دور کرنے میں کامیابی حاصل ہو جاتی ہے، اور ممکن ہے کہ مرید کا باطن نور ہدایت کے ساتھ منور ہو جائے، مراقبہ سے دائمی اطمینان و سکون حاصل ہو جاتا ہے جس کو اصطلاح صوفیہ میں "جمع و قبول" کہتے ہیں۔

مراقبہ کیسے کیا جائے:

حضرت جنید قدس سرہ سے منقول ہے، آپ فرماتے ہیں کہ میرے استاذ (مرشد) فرماتے تھے کہ مرید کو مراقبہ کے دوران اللہ تعالیٰ کی طرف اسی طرح متوجہ ہونا چاہیے جیسے [بلی] چوہے کو پکڑتی ہے (یہ اس لیے کہ ایک دن میں ایک راستے سے گزر رہا تھا کہ راستے میں ا[یک] بلی چوہے کے بل کی طرف انتہائی توجہ کے ساتھ بیٹھی ہوئی تھی حتیٰ کہ اس کا ایک بال بھی حرک[ت]

نہیں کرتا تھا اس سے میں بہت حیران ہوا اور اپنے دل میں کہا کہ تم کتنے کم ہمت ہو کہ اپنے مقصود (اللہ تعالیٰ) کو چوہے سے بھی کم تصور کرتے ہو اور طلب میں بلی سے بھی کم ہو، اس کے بعد میں نے مراقبہ کو لازم پکڑا اور ہمیشہ مراقبہ کرتا رہتا تو مجھے الحمدللہ بہت کچھ حاصل ہوا، اور خواجہ عبید اللہ انصاری نے اس آیت: وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ (اور اپنے رب کو یاد کرو جب تم بھول جاؤ) کی تفسیر اسی طرح فرمائی۔ اللہ تعالیٰ کو اس وقت یاد کرو جب غیر خدا کو بھول جاؤ پھر اپنی ذات کو بھول جاؤ۔ پھر ذکر حق میں خود کو بھول جاؤ کیونکہ ہر وہ ذکر جس میں سالک اپنی ذات کو بھول جائے، اسی کیفیت کا نام فنا الفناء ہے، کسی نے کہا کہ فنا کی دولت سے مشرف ہونے والا اوصاف بشریہ سے دور ہو جاتا ہے۔ حضرت ذوالنون قدس سرہ فرماتے ہیں کہ: اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع صرف طریقت کے ساتھ ممکن ہے اور جب سالک (مرید) کو فناء کے ابتدائی مراحل حاصل ہو جائیں تو پھر اس کے لیے (لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ) کا زبانی ذکر (دلی توجہ کے ساتھ مناسب ہے) اور کم سے کم تعداد ذکر پانچ ہزار ہے، اور جب سالک کو فناء تام (مکمل فنا) حاصل ہو جائے تو پھر اس کو ولایت صغریٰ کا پہلا مرتبہ حاصل ہوتا ہے اور صرف اللہ کے فضل و کرم سے ہی ولایت کبریٰ کے ساتھ مشرف ہو سکتا ہے، تو اس وقت (جب مرید کو ولایت صغریٰ کا پہلا درجہ حاصل ہوا) مرید کے لیے نوافل میں مشغول رہنا بہتر ہو گا، کوئی شخص اس کو آسان کام نہ سمجھے کیونکہ ولایت کا ادنیٰ درجہ کے طے کرنے میں پچاس ہزار سال لگتے ہیں۔ لیکن یہ درجات ولی کامل ایک نظر میں طے کرا سکتا ہے یہ تو ایک اجمالی اشارہ میں نے کر دیا، تفصیل اس کی بہت ہی زیادہ ہے اجمال اور تفصیل میں بہت فرق ہے۔

ذکر قلبی قرآن وسنت اور علماء کے اقوال کی روشنی میں

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ [1]

اپنے رب کو اپنے دل میں یاد کرو۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً [2]

اپنے رب سے دعا کرو گڑگڑاتے ہوئے اور آہستہ۔

احادیث مبارکہ:

۱۔ صحاح (بخاری ومسلم، ابو داؤد وغیرہ) میں یہ حدیث مبارک یہ ہے کہ حضور ع[...] الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں اپنے بندہ کے گمان کے مطا[...] ہوں اور میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے اگر وہ مجھے دل میں یاد کر[...] میں بھی اسکو خفی طور پر یاد کرتا ہوں اور اگر وہ مجھے جماعت ومحفل میں یاد کرتا ہے میں اس[...] کی جماعت سے بہتر جماعت میں یاد کرتا ہوں [3]۔

۲۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اپنے والد سے اور انکے والد (حضرت ابو[...] حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے روایت کرتے ہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا[...] ذکر دوسرے ذکر سے ستر مرتبہ افضل ہوتا ہے۔ جب قیامت کا دن ہوگا اللہ تعالیٰ مخلوق[...] حساب کی طرف توجہ فرمائے گا تو کراماً کاتبین (وہ فرشتے جو ہر انسان کی اچھائی و برا[...] ہیں)، انسانوں کی وہ نیکی و برائی لیکر اللہ تعالیٰ جل شانہ کی بارگاہ میں حاضر ہونگے جو[...] نے لکھی ہوں گی، تو اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا تم دیکھو کہیں اس کے اعمال میں سے کو[...]

---

۱ سورۃ اعراف: آیت:۲۰۵۔

۲ سورۃ الاعراف: آیت:۵۵۔

رہ نہ گیا ہو، فرشتے عرض کریں گے ہم نے انسان کا کوئی عمل نہیں چھوڑا جس کے بارے ہمیں علم ہوا وہ ہم نے محفوظ کر لیا، تو اللہ تعالیٰ بندے سے (جس نے خفی ذکر کیا ہو) فرمائے گا میرے پاس تمہاری ایک نیکی ہے اور میں ہی اس کا اجر، اے میرے بندے تجھے دیتا ہوں، اور وہ ذکر خفی ہے۔ مذکورہ حدیث میں جو یہ آیا ہے کہ ایک ذکر دوسرے ذکر سے ستر مرتبہ افضل ہوتا ہے مراد اس سے وہ ذکر ہے جو فرشتے بھی نہ سن سکیں جس سے افضل ہے، مراد اس سے وہ ذکر ہے جو فرشتے سن سکتے ہیں۔ (زبانی ذکر)

جامع صغیر میں ہے حضور نے ارشاد فرمایا:

خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ وَخَيْرُ الرِّزْقِ مَا يَكْفِي

بہتر ذکر، ذکر خفی ہے اور بہتر رزق وہ ہے جو کفایت کر جائے

(اس کے علاوہ بھی) ذکر خفی کی فضیلت میں بہت زیادہ احادیث ہیں۔

اقوال علماء ومشائخ:

قاضی عیاض رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ ذکر کی دو قسمیں ہیں دل کے ساتھ اور زبان کے ساتھ دل کے ذکر کی دو قسمیں ہیں ایک ان میں سے سب اذکار سے اعلیٰ و ارفع ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال، جبروت وملکوت میں فکر کرنا ہے۔

امام نووی رحمۃ اللہ "کتاب الاذکار" میں فرماتے ہیں کہ ذکر دِل وزبان دونوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ سب سے افضل وہ ذکر ہے جو دل وزبان دونوں کے ساتھ ہو اگر دونوں میں سے ایک کے ساتھ ذکر کرنا ہو تو پھر قلبی ذکر افضل ہے۔

امام عبدالحی صالحی معروف ابن عماد حنبلی کی کتاب "بغية اولى النهى شرح غاية المنتهى" متن کے اس قول کی تشریح "صَلٰوةُ التَّطَوُّعِ اَفْضَلُ بَدَنٍ لَا قَلْبٍ (بدنی نفلی عبادات میں سے افضل عبادت نفلی نماز ہے نہ کہ دل کے ساتھ ذکر کرکے) میں فرماتے

ہیں "لَا قَلْبٍ" (نہ کے دل کے ساتھ عبادت یاذکر کے) سے مراد یہ ہے کہ نفلی نماز دیگر
نفلی عبادات سے افضل ہے لیکن دل کی عبادت سے افضل نہیں اور ابن جوزی کے کلام
مقصد بھی یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے افضل و بہتر کام یہ ہے کہ انسان کی توجہ
اس جس کی طرف ہو جائے جس سے دل پاک وصاف ہو جاتا ہے یہی وجہ ہے کہ فکر (اللہ
تعالیٰ کے صفات میں غور وفکر) نفلی نمازوں، روزوں سے افضل ہے۔ انتہی

شیخ شبلی اپنی محفل میں یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

ذَكَرْتُكَ لَا اِنِّیْ نَسِيْتُكَ لَمْحَةً وَاَيْسَرُ مَافِی الذِّكْرِ ذِكْرُ لِسَانِیْ

میں نے تجھے یاد کیا ایک لمحہ بھی تیری یاد سے غافل نہیں ہوا۔ سب سے آسان ذکر میری زبان
کا ذکر ہے۔

شَهِدْتُكَ مَوْجُوْدًا لِكُلِّ مَّكَانٍ فَخَاطَبْتُ مَوْجُوْدًا بِغَيْرِ تَكَلُّمِ

میں نے آپکو (خدا تعالیٰ) دیکھا کہ تو ہر جگہ موجود ہے۔ (موجود پا کر) میں نے آپ
ساتھ (زبانی) گفتگو کئے بغیر بات کر لی۔

وَلَاحَظْتُ مَعْلُوْماً بِغَيْرِ عَيَانٍ

میں نے (اللہ تعالیٰ) کو ظاہر ہونے کے بغیر ملاحظہ کیا۔

استاذ ابوعلی دقاق بعض مخالفین کے خلاف شعر فرماتے ہیں:

مَااِنْ ذَكَرْتُكَ اِلَّاهُمْ يَغْلُبَنِیْ قَلْبِیْ وَسِرِّیْ وَرُوْحِیْ عِنْدَ ذِكْرِ

حَتّٰی كَاَنَّ رَقِيْبًا مِّنْكَ يَهْتِفُ بِیْ

یعنی جب بھی اے اللہ! میں تیرا ذکر کرتا ہوں تو تیرے ذکر کے وقت مخالفین میرے دل
اور روح پر غلبہ کر لیتے ہیں (یوں میں تیری یاد سے عاجز و مغلوب ہو جاتا ہوں) یہاں
کہ تیری طرف سے جو محافظ فرشتہ ہے وہ مجھے چیخ چیخ کر تیری طرف توجہ کرنے کی دعوت

ہا ہے۔ اور اسی ذکر کے ساتھ ہی (ذکر خفی قلبی) محبوب (خدا تعالیٰ) کے ساتھ اُنس حاصل
ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا۔ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔ خبردار اللہ تعالیٰ کے
ذکر سے ہی دلوں کو سکون حاصل ہوتا ہے، اور ذکر کے ساتھ ہی انسان سے غفلت دور ہو سکتی
ہے۔

دل کی خصوصیات کا بیان:

جب دل ان خصوصیات کے ساتھ مخصوص ہے تو دل کے شایان شان یہ ہے کہ اس
کو ذکر الٰہی میں مصروف رکھا جائے اور اغیار (اللہ کے سوا) سے قطع تعلقی اختیار کر لے کیونکہ
دل اللہ تعالیٰ کا محل نظر رحمت ہے دل ایمان کی جگہ اسرار کی کان، انوار کا منبع ہے، دل کی
اصلاح کے ساتھ سارے بدن کی اصلاح ہو جاتی ہے دل کی اصلاح کرنے سے پورے بدن
کی اصلاح کیوں نہ ہو جبکہ عبادت کے صحیح و درست ہونے کا دارومدار دل کی درستی و اصلاح پر
ہے (علاوہ ازیں کہ عبادت اعتقادیہ ہو یا عبادت عملیہ) اور بندہ اس وقت تک مومن نہیں ہو
سکتا جب تک دل ایمان پر مطمئن نہ ہو اور کوئی بھی عبادت مقصودہ دل میں ثواب کی نیت کے
بغیر صحیح نہیں (علاوہ ازیں کہ وہ عبادت بدنی ہو جیسے روزہ ونماز یا مالی ہو جیسے زکوٰۃ صدقہ یا مالی و
بدنی دونوں ہو جیسے حج) یہ تمام عبادتیں دل میں ثواب کی نیت کے بغیر اس لیے صحیح نہیں تاکہ
عبادت اور عادت[1] میں فرق ہو جائے تو دل صرف اور صرف تمام عبادات کے لیے ہے اور
اس بات پر بہت سی آیات قرآنی وارد ہوئیں کہ ایمان۔ خشیت۔ انابت۔ تقویٰ۔ ذکر۔ فسق و
فساد سے نجات پانا دل ہی کے ساتھ مخصوص ہیں۔

كَتَبَ فِیْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ۔[2]

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں میں ایمان نقش فرمادیا۔

---

[1] کہ عبادت وہ ہے جو دل کی نیت کے ساتھ ہو، عادت بغیر نیت کے ہوتی ... [2] ...

وَحَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ فِىْ قُلُوْبِكُمْ -[۱]

(اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان محبوب کر دیا اور اسے تمہارے دلوں میں)

مَنْ خَشِىَ الرَّحْمٰنَ بِالْغَيْبِ وَجَاۤءَ بِقَلْبٍ مُّنِيْبٍ -[۲]

(جو رحمٰن سے ڈرتا ہے بے دیکھے اور آیا رجوع کرنے والا دل لے کر)

اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِمَنْ كَانَ لَهٗ قَلْبٌ اَوْ اَلْقَى السَّمْعَ -[۳]

بے شک اس (قرآن پاک) میں نصیحت ہے اس کے لیے جو دل رکھتا ہو یا کان لگائے اور متوجہ ہو۔

يَوْمَ لَا يَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَى اللّٰهَ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ -[۴]

جس دن نہ مال کام آئیگا نہ بیٹے مگر وہ جو اللہ کے حضور سلامت دل لے کر حاضر ہوا۔

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: بندے پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مصیبت اور امتحان دل کا اللہ تعالیٰ کی یاد سے خالی ہونا ہے (جب دل اللہ تعالیٰ کی یاد سے خالی ہوا) تو پھر دل غافل ہو جاتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا -[۵]

اور اس کا کہنا نہ مانو جس کا دل ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا۔

سلف صالحین ماسواء اللہ تعالیٰ تمام اشیاء سے تعلقات و مصروفیت کو ختم کرنے میں کوشاں ہوتے، جب دل غیر اللہ کے تعلق سے فارغ ہو جائے تو اپنی فطرت کی بنا پر خالق کی محبت کی طرف پہنچتا ہے۔ حضرت رابعہ رحمہا اللہ تعالیٰ فرماتی ہیں "کہ دنیا داروں نے اپنے

[۱] الحجرات: آیت: ۷

[۲] سورۃ، ق: آیت: ۳۳

[۳] سورۃ، ق: آیت: ۳۷۔

[۴] الشعراء: آیت: ۸۹۔

دلوں کو خدا کو چھوڑ کر دنیا کے ساتھ مشغول رکھا اگر دنیا کے شغل کو اپنے دلوں سے نکال دیتے اور دلوں کو خدا تعالیٰ کی یاد میں مشغول رکھتے، تو دنیا ملکوت میں چکر لگا کر بہترین فوائد کے ساتھ انکی طرف آتی۔

حضرت خالد بن معدان فرماتے ہیں "ہر بندے کی چار آنکھیں ہوتی ہیں، دو آنکھیں چہرے میں، دو دل میں ہوتی ہیں۔ چہرے کی ظاہری آنکھوں کے ساتھ وہ دنیا کے معاملے کو دیکھتا ہے اور دل کی آنکھوں کے ساتھ آخرت کے معاملے کو دیکھتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی بندہ کے لیے خیر کا ارادہ فرمائے تو اس کے دل کی آنکھوں کو روشن کر دیتا ہے تو پھر بندہ دل کی آنکھوں کے ساتھ ان چیزوں کو دیکھتا ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے غیب[۱] میں وعدہ فرمایا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ بندہ کے ساتھ خیر کے علاوہ کا ارادہ فرمائے تو جو کچھ اسکے دل میں[۲] ہے اس کو اسی حالت پر چھوڑ دیتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَمْ عَلٰى قُلُوْبٍ اَقْفَالُهَا

یا ان کے دلوں پر تالے لگے ہیں (سورۃ محمد، آیت: ۲۴)

حضرت احمد بن حضرویہ فرماتے ہیں: دل ایک برتن ہے جب یہ برتن حق تعالیٰ کے انوار و تجلیات سے بھر جائے تو وہ انوار بندہ کے اعضاء و اندام پر بھی ظاہر ہوتے ہیں اور جب باطل کی تاریکیوں سے بھر جائے تو باطل کی تاریکیاں بھی اعضا پر ظاہر ہو جاتی ہیں۔

حضرت ابوتراب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں عبادت میں سے کوئی عبادت بھی دل کی اصلاح کرنے سے افضل و مفید نہیں، سھل بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اس دل پر نور کا داخلہ حرام ہے جس میں کوئی ایسی شے ہو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک مکروہ (بد) ہو۔ حضرت ذوالنون مصری فرماتے ہیں کہ ایک ساعت دل کی اصلاح کرنا جن وانس کی

[۱] اللہ تعالیٰ کے انعامات و جنات۔۱۲۔س

[۲] دنیا و نفس کی خواہشات ...

عبادت سے افضل ہے-جب فرشتہ اس کمرے میں داخل نہیں ہوتا جس میں تصویر ہو تو حق تعالیٰ کے انوار وتجلیات اس دل میں کیسے داخل ہونگے جس میں غیر اللہ کے اوصاف ہوں-

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنا کوئی اونٹ کسی کو فروخت کیا تو کسی نے آپ کے حضور عرض کی کہ اگر آپ اسکو نہ بیچتے تو یہ بہتر ہوتا آپ نے فرمایا کہ یہ اونٹ میرے لئے موافق تھا لیکن میں اس کی مصروفیت کو دل سے نکالنا چاہتا تھا اس لیے کہ میں اس بات کو اچھا نہیں سمجھتا کہ میرا دل سوائے اللہ تعالیٰ کے کسی شے کی محبت میں مشغول ومصروف ہو-

ذکر کرنے کے آداب:

سالک کے لیے ذکر کے علاوہ دیگر آداب میں سے ایک یہ ہے کہ ہمیشہ باوضو رہنے کا اہتمام کرے اور تحیۃ الوضو کے نوافل اشراق، چاشت، اوّابین، رواتب، تہجد، اور نماز باجماعت ادا کرے فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد طلوع آفتاب تک ذکر کرنے کا اہتمام کرے-بالخصوص عصر سے مغرب تک کا وقت تو مشائخ طریقت کے نزدیک بہت ہی اہمیت کا حامل ہے اور اکثر مشائخ فرماتے ہیں اس وقت مرید کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنے افعال کا محاسبہ کرے تو جو گناہ اس سے (پورے دن میں) واقع ہوئے ہوں-ان سے استغفار کرے اور توبہ کرے اور جو نیکی کی ہے اس پر خدا کا شکر گزار رہے-مناسب تو یہ ہے کہ نیکی کو بھی اپنا گناہ تصور کرے اور یہ محاسبہ حضرات نقشبندیہ کے نزدیک ''وقوف زمانی'' کے نام سے مسمّیٰ ہے، اور مرید کو چاہیے کہ عشاء کی نماز ادا کرنے کے بعد شرعی بات کے علاوہ کوئی بات نہ کرے اور سوتے وقت سورۃ الملک کی تلاوت کرے اور جب بھی سوئے تو ذکر کرتے ہوئے سوئے غفلت کے ساتھ نہ سوئے اور نماز تہجد صحیح ترین قول کے مطابق بارہ رکعتیں

اس کی طاقت نہ رکھتا ہو تو وہ آٹھ رکعت پڑھے اور پہلی رکعت میں ''اَجْرٌ کَرِیْم'' تک دوسری میں ''وَھُمْ مُّھْتَدُوْنَ'' تک تیسری رکعت میں ''جَمِیْعٌ لَّدَیْنَا مُحْضَرُوْنَ'' اور چوتھی میں ''وَکُلٌّ فِیْ فَلَکٍ یَّسْبَحُوْنَ'' پانچویں میں ''وَلَا اِلٰی اَھْلِھِمْ یَرْجِعُوْنَ'' چھٹی رکعت میں ''ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْم'' تک ''ساتویں میں ''فَھُمْ لَھَا مٰلِکُوْنَ'' تک آٹھویں میں، آخر تک پڑھے اور باقی نوافل میں ''قُلْ یٰاَیُّھَا الْکٰفِرُوْنَ'' اور سورۃ اخلاص پڑھے-نماز تہجد کم از کم چار رکعت ہے، نماز تہجد ادا کرنے کے بعد دعا ماثورہ مشہورہ پڑھے جو یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَسَارِیْ نُوْرًا وَفُوْقِیْ نُوْرًا وَتَحْتِیْ نُوْرًا وَاَمَامِیْ نُوْرًا وَخَلْفِیْ وَاجْعَلْ لِیْ نُوْرًا O

اے اللہ میرے دل میں نور، میرے کانوں میں دائیں بائیں، اوپر نیچے آگے، پیچھے نور پیدا فرما دے-اے اللہ مجھے نور بنا دے-

یہ تو حضرات نقشبندیہ کے ظاہری اعمال ہیں ورنہ یہ حضرات ذکر وشہود میں مستغرق رہتے ہیں، اپنے احوال اوقات کے مطابق یہ حضرات ذات باری تعالیٰ میں فنا ہوتے ہیں، گناہ وبدعت سے اجتناب سنن عادیہ وعبادت کے عادی ہوتے ہیں، بعض ان حضرات میں سے صبح وشام اوراد نبویہ ماثورہ کا اور حزب البحر (شیخ شاذلی کی کتاب) کا ورد کرتے ہیں-

ہمارے شیخ (اللہ تعالیٰ آپ کی مدد ہمارے شامل حال کرے) نے بھی صیغہ جامعہ کا ہر نماز کے بعد ورد کرنے کا حکم صادر فرمایا اور یہ وہ یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اَزْوَاجِہٖ اُمَّھَاتِ الْمُؤْمِنِیْنَ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَھْلِ بَیْتِہٖ

وَصَحْبِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ وَعَلٰى اٰلِ اِبْرَاهِيْمَ فِى الْعَالَمِيْنَ
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ- اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ
النَّبِىِّ الْاُمِّىِّ وَعَلٰى سَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ فِى الْعَالَمِيْنَ اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ وَكَمَا يَلِيْقُ
بِعَظِيْمِ شَانِهٖ وَشَرْفِهٖ وَكَمَالِهٖ وَرِضَاكَ عَنْهُ وَمَاتُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ دَائِمًا اَبَدًا
عَدَدَ مَعْلُوْمٰتِكَ وَمِدَادَ كَلِمَاتِكَ وَرِضَاۤ نَفْسِكَ وَزِنَةَ عَرْشِكَ اَفْضَلُ
الصَّلٰوةِ وَاَكْمَلُهَا وَاَتَمُّهَا كُلَّمَا ذَكَرَكَ وَذَكَرَهُ الذَّاكِرُوْنَ وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ
ذِكْرِكَ وَذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا كَذٰلِكَ وَعَلٰى جَمِيْعِ الْاَنْبِيَاۤءِ
وَالْمُرْسَلِيْنَ وَعَلٰى اٰلِهِمْ وَصَحْبِهِمْ وَالتَّابِعِيْنَ وَعَلٰى اَهْلِ طَاعَتِكَ اَجْمَعِيْنَ
مِنْ اَهْلِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرَضِيْنَ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ O

اوردس دن صبح وشام یہ درود پڑھنے کا حکم فرماتے:

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ اَفْضَلَ صَلٰوتِكَ
عَدَدَ مَعْلُوْمٰتِكَ وَبَارِكْ وَسَلِّمْ O

اور ہمیشہ مریدین کوعقائد کی تصحیح اہل سنت وجماعت کی آراء کے مقتضی کے مطابق پرزوردیتے اورفقہ ودیگرعلوم میں مشغول رہنے جنگ وجدال ترک کرنے کی تاکید فرماتے ،علماء کی تعظیم کرنے ،فقراء کورزق حلال کمانے کی تاکید فرماتے -آپ عفو، (درگزر، قناعت، زہداورحسن اخلاق سے پیش آتے اور ماسواءاللہ سے اعراض فرماتے -

تتمہ:

خاتمہ میں ہم ان آداب کا ذکرکریں گے جو پیر بھائیوں کے ساتھ متعلق ہیں:

ا-ان آداب میں سے ایک تو یہ ہے کہ پیر بھائیوں کے عیوب وراز (جوکشف سے ال... ظاہرہوجائیں) کی طرف کبھی بھی توجہ نہ دے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ خود بھی اس عیب میں مبتلا

ہوجائے -عارفین فرماتے ہیں، کہ فقیر کولوگوں کے عیوب پر مطلع ہونے کا کشف جب حاصل ہو جائے تو وہ کشف شیطانی ہے، اور جو شخص لوگوں کے عیوب پر نظر ڈالے اور انکو برائی پر سمجھ لے ،اس کا نفع کم اپنے باطن کو خراب کرنے اور شیخ کے فیوض و برکات سے محروم رہنے کا سبب ہے، اور امامت میں برابری[1] کی صورت میں مزاحمت نہ کرے-

۲-اللہ کی راہ میں جو فتوحات حاصل ہوں انہیں اپنے پیر بھائیوں پر اور اپنے اوپر صرف کرے اور انہیں اپنی ذات پر ترجیح دے یہ فرق کیے بغیر کہ وہ عملی اعتبار سے کیسے ہیں- آداب میں سے ہے کہ پیر بھائیوں کو عبادت کے بہتر اوقات پر مطلع کرے مثلاً شب بیداری، عیدوں کی راتوں میں شب بیداری کرنا، لیلۃ القدر (ستائیسویں رمضان کو شب بیداری کرنا) خود کو بھائیوں سے زیادہ عبادت گزار نہ جانے بلکہ انکی نیند کو بھی اپنی عبادت سے افضل جانے کیونکہ سویا ہوا، مرفوع القلم (معذور ہے اختیار نہ ہونے کی وجہ سے گناہگار نہیں) ہوتا ہے-

۳-شیخ یا پیر بھائی سے دنیاوی وظائف کا مطالبہ نہ کرے اور نہ ہی کھانے پینے اور پہننے کی اشیاء میں زیادت وتوسیع کا مطالبہ کرے کیونکہ ایسا مطالبہ بے ادبی ہے-یوں تو ضعیف و کمزور مریدین ہی اس طرح کے مطالبات کریں گے جو ان کے لیے ہلاکت کا باعث ہوگا-

۴-آداب میں سے یہ ہے کہ پیر بھائیوں کی حاجات کو پورا کرنے میں سستی وکاہلی سے کام نہ لے-

۵-مشکل کام کے کرنے میں سب سے آگے آگے ہو-

۶-جب پیر بھائیوں میں سے کوئی بیمار ہوجائے اور اس کے اہل خانہ یا قریبی رشتہ دار اور دوست نہ ہوں جو اس کی خدمت کریں تو اس کی خدمت کرنے سے غافل نہ ہو-

---

[1] خانقاہ میں یا اس کے علاوہ کسی بھی مقام پر امامت کے لیے اصرار نہ کرے-۱۲-مجددی

۷- جب دو پیر بھائیوں میں سے کوئی دوسرے پر ظلم کرے تو دونوں کے درمیان اس طرح صلح کرائے کہ ظالم کا ہاتھ ظلم سے روکے اور مظلوم کو صبر کرنے کی تاکید کرے-

۸- پیر بھائیوں کے بارے اگر دل میں کوئی تغیر پیدا ہو جائے تو اس کے ازالے کے بارے میں کوشش کرے اور اپنے پیر بھائیوں کے بارے خیر کا گمان کرے (بدگمانی ترک کردے)-

۹- پیر بھائیوں میں سے جب کوئی مرض الموت میں مبتلا ہو جائے تو اس سے غافل نہ رہے ساری رات صبح تک ان کے پاس رہے تاکہ اس کو دنیا سے ان حقوق کی وفا و تکمیل پر رخصت کیا جائے جن کا پورا کرنا اس پر لازم ہے-

۱۰- راتوں کے قیام میں اپنے پیر بھائیوں کو دعا میں نہ بھولے انکے لیے اللہ سے مغفرت اور گناہوں سے چشم پوشی کا سوال کرے- اور راتوں کے سجدوں میں یہ کہے ''اَلْمُلْکُ وَلَکَ مِثْلُ ذٰلِکَ -

۱۱- اپنے پیر بھائیوں کو ہر وقت خیر کے ساتھ یاد کرے بالخصوص جب ایک دوسرے بھائی پر غصہ کھا جائے (اس وقت) دل زبان کے مطابق نہ کرے-[1]

۱۲- پیر بھائیوں کی خدمت کرنے اور انکی حاجات کو پورا کرنے کو نوافل سے بھی مقدم جانے

۱۳- پیر بھائیوں کے اٹھنے بیٹھنے کی جگہوں کو گندگی و تکلیف دہ چیزوں سے پاک صاف رکھے بالخصوص جب اس بارے (صفائی کے بارے) شیخ حکم صادر فرمائے-

۱۴- اپنے پاس سیفٹی، چاقو، سوئی، ناخن تراش وغیرہ رکھے تاکہ بوقت ضرورت پیر بھائیوں کی مشقت کو دور کیا جا سکے، تاکہ (ان چیزوں میں) پیر بھائیوں کا محتاج نہ ہو-[2]

۱۵- جب شیخ یا پیر بھائیوں میں سے کسی کی بے ادبی ہو جائے تو جوتیوں کی جگہ میں دست بستہ

---

[1] یعنی زبان سے اگرچہ سخت الفاظ صادر ہو جائیں لیکن دل میں کینہ و بغض نہ رکھے- س

[2] بندہ کا خیال [illegible]

کھڑے ہو کر بخشش طلب کرے اور کہے مجھ سے زیادتی و غلطی ہوئی، اگر شیخ یا بھائیوں نے بخشش قبول نہ کی تو اسی جگہ کھڑا رہے یہاں تک کہ وہ ان پر رحم کھا لیں-

۱۶- آداب میں سے ہے کہ پیر بھائیوں کو آداب کی ترغیب دے-

۱۷- بغیر عذر کے کبھی کھانا تنہا نہ کھائے-

یہاں تفصیلی آداب کو اختصار سے بیان کیا گیا ہے، جس کو اللہ تعالیٰ توفیق دے اس کے لیے قلیل (کمی بھی کافی ہے اور جس پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو اس کے لیے طویل (بخشیں) بھی مفید نہیں اللہ تعالیٰ ہی حق بات کہتا ہے اور وہی خاتمہ بالخیر کے راستے کی طرف رہنمائی فرماتا ہے،، ہم اللہ تعالیٰ سے خاتمہ بالخیر کا سوال کرتے ہیں-

صوفیۂ کرام کا انکار خدا سے دور ہونے کی علامت ہے:

ان صوفیہ کرام کا انکار زہر قاتل ہے، جو سنت رسول ﷺ کی اتباع کرنے والے بدعت کو ختم کرنے والے، علم نافع و معارف و اسرار اور کشف صحیح رکھنے والے ہوں، ان حضرات کے انکار کرنے پر شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اور ان کا انکار کرنا اللہ تعالیٰ سے اعراض (دور ہونے) اور امراض باطنی میں مبتلا ہونے کی علامت ہے اور انکار کرنے والے کے خاتمہ کے برا ہونے کا ڈر ہے (برے خاتمہ سے اللہ تعالیٰ کی پناہ ہو)-

جاہل علماء ہی صوفیہ کا انکار کرتے ہیں:

ان صوفیہ کا انکار بسا اوقات نیم ملاں یا جاہل علماء ہی کرتے ہیں جیسے کہ عالم- فقیہ- عارف- محقق- قطب زمان- شیخ عبدالغنی نابلسی حنفی قادری نقشبندی قدس سرہ نے ''عنوان الدیوان'' کی شرح میں تصریح فرمائی کہ ہر زمانے میں جاہل علماء کی عادت رہی ہے کہ بزرگان دین و مشائخ کے عیوب کو تلاش کرتے رہیں، بلکہ بزرگانِ دین کے افعال یا اقوال اگر (انکے قول یا فعل کے) ہزار ہا تاویلات ہوں اور ان کا درست ہونا ظاہر باہر ہی کیوں نہ

ہو لیکن محض خطا کا احتمال پائے جانے سے اس کا انکار کرتے ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ بعض علماء دوسرے مذہب کو نہیں جانتے تو جو چیز اپنے مذہب کے خلاف دیکھتے ہیں اس کا انکار کر دیتے ہیں جیسے ایک شخص جو حنفی المذہب تھا "جامع اموی" میں دو رکعت نماز ادا کر رہا تھا، اپنے ہاتھ ناف کے نیچے باندھے ہوئے تھے جب نماز سے فارغ ہوا تو ایک شخص جو شافعی المذہب تھا، کھڑے ہو کر اس کو کہنے لگا کہ ہاتھ سینے پر رکھا کر یہ جو تو نے کیا مکروہ ہے اور تو نماز کے مسائل واحکام سے ناواقف ہے۔

نیم ملا، صوفیہ کرام کے انکار کرنے پر مجبور ہوتے ہیں:

اس قسم کے تمام کام نیم ملاؤں کے ہوتے ہیں، جبکہ فقہاء کرام کی یہ حالت نہیں رہی کیونکہ مقصود انکا انکار کرنے سے لوگوں کے درمیان علم وفقہ کے ساتھ شہرت حاصل کرنا ہوتا ہے، اعتراض شیطانیہ اور شہوات نفسانی انکو انکار کرنے پر مجبور کر دیتی ہے تو اس مجبوری کی وجہ سے یہ لوگ لوگوں کے عیوب کی تلاش کرتے رہتے ہیں تو وہ کیسے (صوفیہ کے قول یا فعل کی) اچھی تاویل کریں جبکہ مقصود انکا مذکورہ شہرت حاصل کرنا ہو، جب یہ لوگ مشائخ کے عیوب کی تفتیش کرنے میں کامیاب ہوتے ہیں تو ان کو اتنی زیادہ خوشی ہوتی ہے گویا کہ ساری دنیا کے مالک بن گئے ہیں یہ تو ہے ہی محال و ناممکن کہ کسی مومن یا مسلمان کی ذلت ورسوائی سے غافل ہو جائیں کیونکہ ان کی سوچ وگمان میں یہ بات ہوتی ہے کہ بلندی علم کا اظہار اور شان وشوکت کا حاصل کرنا اس وقت تک ممکن نہیں جب تک لوگوں کے افعال و اعمال کا انکار نہ کیا جائے خصوصاً عابد ذاکر کامل ومکمل شیخ کا۔

فقہائے کرام نے اہل طریقت کا انکار نہیں کیا:

رہی بات فقہائے کرام کی وہ تو علوم میں راسخ (پختہ) ہوتے ہیں کیونکہ انکے دل دنیا سے ہٹ کر آخرت کی طرف متوجہ ہوتے ہیں، اسکے لیے ان میں حسد، تکبر [illegible]

ریا نہیں ہوتی وہ اللہ تعالیٰ کے احکام (اصول وفروع کو) تحقیق کے ساتھ جانتے ہیں، اللہ تعالیٰ کے بندوں پر انتہائی شفقت کی بنا پر کسی کا بھی انکار نہیں کرتے اور اپنے ہی عیبوں میں انتہائی مشغول ومتوجہ رہنے کی وجہ سے لوگوں میں عیب نہیں دیکھتے یہی وجہ ہے کہ یہ حضرات نفس کے دھوکے میں نہیں آتے۔ جب ان حضرات کے سامنے کوئی بات آتی ہے تو غیر کے حق میں احتیاطاً اس کو شائستگی کے ساتھ دیکھتے ہیں۔

ان حضرات کے نزدیک احکام شرعیہ امور کلیات ہیں، جو لوگوں کو مدارس۔ کرسی۔ بنچ پر بھی پڑھائے جا سکتے ہیں، ان کے دلوں میں کسی معیّن شخص کے بارے کوئی شے نہیں ہوتی، جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں بلا تعیین منکر پر رد کیا حالانکہ اللہ تعالیٰ ہر ایک منکر و کافر کو جانتا ہے، اسی طرح حضور علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات کسی پر رد فرماتے، تو یوں ارشاد فرماتے: "مَابَالَ اَقْوَامٌ يَفْعَلُوْنَ كَذَا "۔ "وہ لوگ کیا خیال کرتے ہیں جو اس طرح کے کام کرتے ہیں"، یعنی حضور کسی شخص کو بھی برائی کے ساتھ ذکر نہ فرماتے تو فقہاء کرام ہی وہ لوگ ہیں جن کے حق میں یہ کہنا مناسب ہے کہ یہی وہ علماء ہیں جو اللہ تعالیٰ کے احکام پر ایمان لائے۔

حضرت نجم الغزی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی کتاب "منبر توحید" میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ اگر علماء اولیاء نہ ہوں تو اللہ تعالیٰ کا کوئی ولی نہیں۔ مراد علماء سے عاملین ہیں جیسے خود امام شافعی صاحب سے اس پر تنبیہ مروی ہے۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لَايَكُوْنُ الْعَالِمُ عَالِماً حَتّٰى يَكُوْنَ بِعِلْمِهٖ عَامِلًاO

عالم کون ہے؟

عالم (اس وقت تک) عالم نہیں ہوسکتا جب تک اپنے علم پر عمل نہ کرے۔

اس حدیث کو بعض نے مرفوعاً ذکر کیا حالانکہ یہ حدیث حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے۔ ابن حبان نے اس حدیث کو ''روضۃ العقلاء'' اور امام بیہقی نے مدخل میں روایت کیا، حضرت نجم الغزی نے منبر توحید میں روایت کیا۔

حضرت امام شافعی سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ آپ فرماتے ہیں جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے دل پر حکمت کا نور کھول دے تو اسے چاہیے کہ خلوت۔ کم کھانا اور بیوقوفوں کے ساتھ میل جول ترک کردے اور بعض علماء کے ساتھ جن کے ہاں انصاف و آداب کے نام کی چیز نہ ہو سے بھی میل جول ترک کردے (امام کا ارشاد یہاں تک مکمل ہوا)

ان علماء سے مراد (جن کے ساتھ میل جول ترک کرنا دل پر نورِ حکمت کے کھل جانے کا موجب ہے) محض ظاہری علم رکھنے والے نیم ملاں ہیں، جن کا ذکر ہم نے فقہاء کرام سے پہلے کردیا، ایسے علماء ہر زمانے میں ہوتے ہیں۔ حضرت امام شافعی کے دور میں بھی تھے بلکہ اس سے پہلے بھی تھے اور قیامت تک ہونگے اگر ان کے نصیبہ میں ہدایت و توفیق اور توبہ نہیں تو اللہ تعالیٰ انکو ذلیل و رسوا کرے۔

میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) مذکورہ بحث نفیس بحث ہے کیونکہ اس سے نیم ملاؤں اور فقہاء کے درمیان فرق واضح طور پر پہچانا جاتا ہے۔

صوفیۂ کرام کے احوال و کیفیات کے انکار کیلئے ستر چیزوں کا علم ضروری ہے:

حضرت شیخ الاسلام مخزومی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ علماء میں سے کسی کے لیے یہ جائز نہیں کہ صوفیہ کرام کا انکار (یا ان کے احوال و کیفیات پر رد) کریں جب تک صوفیہ کے طریقہ پر نہ چلا ہو، اور جب تک واقعی صوفیہ کے اقوال وافعال کتاب وسنت

الف نہ پائے ہوں آپ نے اس بات میں طوالت فرمائی لیکن آخر میں فرمایا کہ اس وقت تک صوفیہ کرام کے اقوال واعمال اور احوال کا انکار کرنا (یا رد کرنا) منکر کیلئے جائز نہیں جب تک ستر (۷۰) چیزوں کو نہ جانتا ہو۔

۱۔ ایک ان ستر میں سے یہ ہے کہ انبیاء ورسل علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات کو جانتا ہو اور ان پر ایمان رکھے اور یہ عقیدہ ہو کہ اولیاء کرام تمام معجزات میں انبیاء کرام کے وارث ہیں (بعض کے استثناء کے ساتھ)۔

۲۔ سلفاً وخلفاً قرآن پاک کی تفسیر پر مطلع ہو تا کہ کتاب وسنت کے اسرار کی معرفت اور ائمہ مجتھدین کے اختلاف ونزاع کو جان سکے اور تفسیر وتاویل اور اسکی شرائط کو جان سکے۔

۳۔ مجازات استعارات میں عرب کی لغت پر مکمل دسترس حاصل ہو تا کہ عرب کی گفتگو کے مقصد کو سمجھ سکے۔

۴۔ سلف وخلف نے آیات وصفات کے معانی اپنے اپنے مقام کی بناء پر کئے ہیں تو آیات صفات کی تفسیر میں سلف وخلف کے مقامات پر مطلع ہو تا کہ ان کے مقامات سے جان سکے کہ کس نے آیت کے ظاہر کو لیا اور کس نے آیت کے باطن کو لیا اور ان حضرات کے دلائل میں سے راجح دلیل کونسی ہے اور مرجوح کونسی ہے۔

۵۔ علم اصول اور آئمہ کلام کے اختلاف ونزاع کے مقامات پر عبور وتبحر حاصل ہو۔

۶۔ جو ان ستر میں سے سب سے اہم ہے وہ یہ ہے کہ صوفیاء کی اصطلاحات کی معرفت حاصل ہو یعنی صوفیہ کی اصطلاحات میں سے تجلی ذاتی، تجلی صوری ذات۔ ذواۃ الذات۔ اسماء وصفات۔ احدیت۔ واحدیت کے درمیان فرق ظاہر و باطن کی معرفت حاصل ہو۔ ازل و ابد۔ عالم الغیب۔ کون۔ شہادت۔ شؤن۔ عالم ماہیت اور ھویت۔ شکر ومحبت کی معرفت اور یہ علم ہو کہ سکر میں کون صادق ہے تا کہ اس سے اعتراض کی نظر

جھوٹا ہے تا کہ اس کی گرفت کی جائے وغیرہ وغیرہ۔

جو شخص صوفیہ حضرات کی مراد کو ہی نہ جان سکے، اُسے ان حضرات کے بارے میں کلام کرنا کیسے روا ہو گا یا ان پر رد کرنا کیسے جائز ہو گا۔

شیخ محقق علامہ شہاب ابن حجر مکی ھیتمی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنی کتاب ''تحفۃ المنہاج شرح منہاج'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ ارتداد اسلام کو قصداً چھوڑنے یا قصداً کلمہ کفریہ کہنے کا نام ہے۔ تو سبقِ لسان[1] اور اکراہ[2] حکایت[3] کفر اور ولی کی بات کی تاویل کرنا جو تاویل اہل طریقت کی اصطلاح کے مطابق ہو۔ ارتداد (مرتد ہونے) میں کوئی اثر نہیں رکھتا۔ اہل طریقت کی اصطلاح انکے نزدیک درست ہوتی ہے۔ لہذا دوسرں (اہل ظاہر) کی اصطلاح کے مخالف ہونے پر اعتراض نہیں کرنا چاہئے۔ یہی وجہ (صوفیہ کرام کی اصطلاح کو نہ سمجھنا) ہے کہ بہت سے لوگ صوفیہ کے حقائق کو (اصطلاحات) غلط کہنے کی وجہ سے گمراہ ہو گئے۔

حضرت امام مناوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب ''شرح جامع صغیر'' میں اس حدیث شریف کی شرح فرماتے ہوئے ''مَنْ اَحَبَّ قَوْماً حَشَرَهُ اللّٰهُ فِي زُمْرَتِهِمْ'' جو شخص جس قوم سے محبت کرتا ہو اللہ تعالیٰ اسکو اسی قوم کے زمرے میں اٹھائے گا۔ لکھتے ہیں ''مَنْ اَحَبَّ اَوْلِيَاءَ الرَّحْمٰنِ فَهُوَ مَعَهُمْ فِي الْجِنَانِ ۔ وَمَنْ اَحَبَّ حِزْبَ الشَّيْطَانِ فَهُوَ مَعَهُمْ فِي النِّيْرَانِ ۔ جس نے اولیاء رحمٰن کے ساتھ محبت کی تو وہ بہشت کے باغوں میں انکے ساتھ ہو گا اور جس نے شیطان کی ٹولی سے محبت کی تو وہ جہنم میں انکے ساتھ ہو گا۔

آپ کے اس قول سے اس بات میں اس شخص کے لیے بہت بڑی بشارت ہے جو صوفیہ کرام کے ساتھ محبت اللہ تعالیٰ کے حکم کے ساتھ کرتے ہیں اور اس ذات کے ساتھ محبت

---

[1] بغیر قصد کے زبان پر کلمہ کفر آ جانا۔ ۱۲۔ س

[2] کسی کی موت یا عضو کے تلف کرنے کی دھمکی کی صورت میں کلمہ کفر کہنا مثلاً کوئی کہے کہ تعدد الٰہی کا اقرار کرو ورنہ جان

کرنا جو اللہ تعالیٰ کے قریب کر دیتا ہو لیکن صوفیہ کے محض مشابہت کرنے والا لنفس کی تاریکی کے موڑ پر ہوتا ہے اور صوفی نے نفس کی تاریکی سے نجات حاصل کی ہوتی ہے۔

حضرت خیر الدین رملی حنفی ''**فتاویٰ خیریہ**'' میں امام مناوی کے قول کو نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ اس چیز کی حقیقت سے جس پر صوفیہ کرام عمل پیرا ہوتے ہیں کوئی بھی انکار نہیں کرتا مگر جاہل و کم عقل اسکا انکار کرتا ہے۔

محقق عارف شیخ احمد زروق مالکی قدس سرہ ''اَلنَّصِيْحَةُ الْكَافِيَه'' میں رقم طراز ہیں کہ جس شخص پر اللہ تعالیٰ نے خصوصی انعامات کئے ہوں اس کو چاہیے کہ صوفیاء و فقراء کے ہر اس کام کو تسلیم کرے جس کے انکار کا علم تقاضا نہیں کرتا اور جس چیز پر انکار ضروری ہو اس کا انکار کیا جائے لیکن انکے (صوفیہ کرام کے کمال کا معتقد بھی ہو کیونکہ یہ بعید نہیں ممکن ہے) کہ ایک ولی سے ایک سے زائد لغزشیں واقع ہو جائیں کیونکہ اولیاء محفوظ ہوتے ہیں۔ حفاظت کے ساتھ گناہ میں واقع ہونا ممکن ہے لیکن حفاظت کے ساتھ گناہ پر اصرار (گناہ بار بار) درست و جائز نہیں۔

حضرت جنید قدس سرہ سے کسی نے پوچھا کیا عارف زنا کر سکتا ہے تو آپ نے فرمایا: وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہو کر رہے گی۔ کاش کہ منکرین کو اس بات کا علم ہوتا کہ جب حضرت ابن عطاء رحمۃ اللہ تعالیٰ سے پوچھا جاتا کہ عارف غیر اللہ کا قصد و ارادہ کر سکتا ہے تو آپ فرماتے نہیں لیکن فقراء کا انکار اس وقت کیا جائے جب وہ ان محرمات کا ارتکاب کریں جس کے حرام ہونے پر سب کا اتفاق ہو۔

مشائخ عظام پر وارد ہونے والے شبہات اور اسکے جوابات کا بیان:

شبہہ نمبر۔۱ ہمارے شیخ قدس سرہ پر منکرین کے شبہات میں سے ایک شبہہ یہ ہے کہ آپ ولایت کا اظہار کرتے ہیں اور اس بارے شہرت چاہتے ہیں اور (منکرین) یہ گمان

کرتے ہیں کہ ولی چھپے ہوئے ہوتے ہیں اور شہرت ولی کے لیے ایک آفت ہے جو برتری کی محبت کو پیدا کرتی ہے۔

جواب: میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) کہ شہرت پسندی دل کا معاملہ ہے محض گمان کی بنا پر کسی پر شہرت پسندی کا حکم نہیں کیا جا سکتا اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ ۝ بعض گمان گناہ ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا کہ مجھے یہ حکم نہیں دیا گیا کہ میں تمہارے دل سے بات کو نکال لوں۔

شیخ جب رشد و ہدایت کا اہل ہو جائے اور علوم شریعہ میں تبحر حاصل ہو جائے اور طریقت کے فوائد سے مشرف ہو جائے تو اس پر چھپے رہنا حرام ہے اور طریقت کے فوائد جو اس کو حاصل ہوئے ہیں ان کا چھپانا اس پر حرام ہے۔ کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جب بدعات اور فتنے پیدا ہو جائیں تو عالم کو چاہیے کہ وہ علم حدیث کو ظاہر کرے اور فرمایا جس نے علم کو چھپایا قیامت کے دن اس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائیگی۔ تو کامل و مکمل شیخ کا اپنے آپ کو ظاہر کرنا مامور بہ (حکم شرع) ہوا اور چھپانا عین قصور ہے کتنی ہی پاک ہے وہ ذات جس نے منکرین متکبرین کی نظروں میں خوبیوں کو برائیاں اور برائی کو خوبی بنا دیا۔

علامہ فہامہ شیخ محقق عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ نے اپنی کتاب ''اَلْاَجْوِبَۃُ الْمَرْضِیَّہ عَنِ الْفُقَھَاءِ وَالصُّوْفِیَہ'' میں فرمایا میں نے اپنے شیخ، شیخ زکریا رحمۃ اللہ علیہ سے سنا کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے شہروں میں ولایت کے ساتھ مشہور فرمایا ہو اس شخصیت کے انکار سے باز رہو کیونکہ اللہ تعالیٰ جس کو ولایت دیکر مشہور کرے تو یہ کسی حکمت کی بنا پر ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے انعامات میں سے ایک یہ ہے کہ بچپن سے لے کر آج تک میں

ایکا دلی کیفیت کو صاحب دل اور خدا تعالیٰ پر چھوڑتے ہوئے فرمایا ''وَحِسَابُھُمْ عَلَی اللّٰہِ'' انکا حساب اللہ تعالیٰ پر ہے۔ مشکوٰۃ ص: ۱۲۔ سلطان احمد عفی اللہ عنہ الاحد

نے اہل طریقت میں سے کسی کا انکار نہیں کیا۔ اور صوفیہ کے جن احوال کو میں نہ جان سکوں، کہتا ہوں کہ ممکن ہے کہ یہ احوال اس علم سے ہوں جس پر اللہ تعالیٰ نے مجھے مطلع نہیں فرمایا۔

آپ (علامہ شعرانی) ''مدارج السالکین'' میں فرماتے ہیں کہ شیخ کی بات کی طرح ہر بات نہ کرے اور نہ ہی شیخ کے دشمن کا ساتھی بنے، نہ ہی شیخ کے دوست سے دور ہو، نہ اس سے بغض رکھے، اسی طرح اس شخص کے پاس نہ بیٹھے جو شیخ کے خلاف ہو۔

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ

اور اسی طرح ہم نے ہر نبی کا ایک دشمن پیدا کیا مجرمین میں سے۔

مشائخ کے بھی دشمن ضرور ہونگے کیونکہ مشائخ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے وارث ہیں۔

مرید کے آداب میں سے یہ بھی ہے کہ شیخ کی محبت اور تواضع میں وہ مغلوب ہوں اگر مرید کے لیے کوئی تعظیم کی خاطر کھڑا ہو جائے تو مرید اس کے کھڑے ہونے سے خوش و راضی نہ ہو کیونکہ حضور نے ارشاد فرمایا:

مَنْ اَحَبَّ اَنْ يَّتَمَثَّلَ لَهُ النَّاسُ قِيَامًا فَلْيَتَبَوَّأْ مَقْعَدَهُ النَّارِ

جو یہ پسند کرتا ہو کہ لوگ اس کے لیے (تعظیماً) کھڑے ہوں تو وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے۔ انتہی (یہاں تک امام شعرانی کا ارشاد ختم ہوا)۔

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں شیخ کے ساتھ محبت بھی دل کا معاملہ ہے محض گمان کے ساتھ اس پر کوئی حکم نہیں کر سکتا کیونکہ محض گمان کے خلاف حکم کرنے پر بہت سے دلائل قطعیہ وارد ہوئے ہیں اور گمان کی ممانعت پر شدید نہی و ڈانٹ بھی وارد ہوئے ہیں۔

خاتمۃ المتاخرین محقق سفیری نے شرح بخاری میں فرمایا کہ اسحٰق بن ابراہیم شہیدی

نےُ فرمایا کہ میں نے یحییٰ قطان کو دیکھا کہ عصر کی نماز پڑھتے تو مسجد کے مینار کے ساتھ ٹیک لگاتے تو علی ابن مدینی، سلیمان ابن داؤد- امام احمد بن حنبل- یحییٰ ابن معین وغیرہم آپ کے حضور کھڑے رہتے اور حدیث کے بارے سوال کرتے یہاں تک کہ نماز مغرب کا وقت ہو جاتا آپ کسی کو نہ کہتے کہ بیٹھ جائیں اور نہ ہی یہ حضرات آپکی ہیبت و رعب کی وجہ سے بیٹھتے-

منکرین ان مجتہدین کے بارے کیا کہتے ہیں جو اپنے شیخ کے حضور کھڑے رہتے تھے یا تو وہ کہیں گے کہ ان کا کھڑا ہونا محبت کی بنا پر تھا یا محبت کے بغیر کھڑے ہوتے تھے-

پہلی صورت میں منکرین کے ساتھ ہماری کوئی بحث نہیں بلکہ ان کا جواب سکوت ہے اور اگر دوسری صورت مراد ہے تو پھر اعتراض صرف ہمارے شیخ جو بزرگان دین کی سیرت پر عمل پیرا ہیں کے ساتھ کیوں مخصوص ہے-

شبہہ نمبر-۲ آداب مرید میں سے ہے کہ مرید شیخ کے ہاتھوں کا بوسہ تبرک کی خاطر لے- بعض منکرین نے اس کو سجدہ شمار کیا اور غیر اللہ کو سجدہ کرنے والی نصوص اس پر لاگو کرتے ہیں-

جواب: میں کہتا ہوں (صاحب کتاب) سبحان اللہ یہ تو بہت بڑا بہتان ہے مسلمان کا غیر اللہ کو سجدہ کرنا اور اس پر راضی ہونا کیسے ممکن ہے جبکہ کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے

(عام مسلمان غیر اللہ کو سجدہ نہیں کرسکتا) چہ جائے ہمارے شیخ کامل و مکمل جیسا عالم غیر اللہ کو سجدہ کرے یا کروائے، ہمارے شیخ کا انکار کم عقل ہی کریگا-

خاتمۃ المتاخرین شیخ علاء الدین حصکفی حنفی ے درالمختار کی کتاب ''اکراہ الاستحسان'' میں فرمایا ہے کہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ عالم پرہیزگار، باعمل، یا عادل بادشاہ کے ہاتھوں کا بوسہ لیا جائے کہا گیا ہے کہ یہ سنت ہے اور فرماتے ہیں کہ اس قول میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ عالم یا زاہد کو چاہیے کہ اپنے ہاتھ اور پاؤں کو بوسہ کے لیے پیش

کرے تا کہ اس کا بوسہ لیا جاوے- انتہی (یہاں تک علامہ مذکور کی بات ختم ہوگئی)

علامہ شیخ شہاب ابن حجر شافعی ھیتمی مکی علیہ الرحمۃ ''تحفۃ المنہاج شرح المنہاج'' میں فرماتے ہیں کہ مصنف (صاحب منہاج) نے سر پر مہندی لگانے اور ہاتھ، پاؤں کے بوسہ لینے کو مکروہ قرار دیا بالخصوص دولت مند آدمی کے ہاتھ پاؤں کا بوسہ لینا اس حدیث کی وجہ سے مکروہ ہے کہ جس نے غنی کیلئے تواضع (عاجزی کا مظاہرہ) کیا اس شخص کا تین حصے دین جاتا رہتا ہے- صالح آدمی یا علم کی شرافت کی وجہ سے کسی شخص کے ہاتھ پیر کا بوسہ لینا مستحب ہے کیونکہ حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ عنہ نے خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کا بوسہ لیا-

شبہہ نمبر۳- مریدین کے قوت ارادت کی وجہ سے جذبات اور اضطراب ان پر وارد ہوتے ہیں- جس کی وجہ سے وہ چیخ و پکار پر مجبور و مغلوب ہوتے ہیں صوفیہ کے اس حالت (کیفیت وجد) پر بعض لوگ طعن کرتے ہیں کہتے ہیں یہ لوگ پہلے تو فلاں فلاں گناہ و خطا کے مرتکب ہوتے تھے (اب یہ کیفیت ظاہر کرتے ہیں) یا اعترض کرتے ہیں کہ اب بھی یہ فلاں گناہ کرتا ہے، یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ بعض گناہوں کا صادر ہونا دل کے خشوع کے مناقض و منافی ہے (لہذا گناہ کے ارتکاب کے ساتھ یہ کیفیت طاری نہیں ہوسکتی)

میں کہتا ہوں سابقہ خطا یا غفلت لاحق ہونا، جذب کے منافی نہیں ہوسکتا کیونکہ بہت سارے اولیاء اکابر بعض خطا و گناہ کے مرتکب ہوتے ہوئے بھی اوراد الٰہیہ کی وجہ سے ان پر جذب طاری ہوا لیکن خطا جب خیر پر غالب نہ ہو بلکہ خیر و نیکی خطا پر غالب ہو تو یقیناً اس شخص کی ہلاکت کا حکم نہیں کیا جاسکتا جب مرید کی مذکورہ حالت ہو (نیکی اس کے گناہ پر غالب ہو) اس پر بھی ہلاکت کا حکم نہیں کیا جاسکتا تو اس کے شیخ پیر و مرشد پر جو مرید کی خطاؤں کا مکلف بھی نہیں کیسے ہلاکت کا حکم جائز ہوگا-

علاوہ ازیں ہر شخص کا خاتمہ نامعلوم ہے[1] اور اعتبار تو خاتمہ کا ہے (کہ اگر خاتمہ خیر

پر ہوتو وہ شخص گناہگار ہونے کے باوجود ہلاکت سے محفوظ ورنہ ہلاک ہوگا)۔

حضرت شیخ عبدالغنی نابلسی حنفی قدس سرہ شیخ ابن فارض کے دیوان کی شرح فر[illegible] ہوئے یوں رقمطراز ہیں: جذب (وجد) کے متعلق بحث۔ جذبہ اچھی حالت کو کہتے ہیں [illegible] عصر حاضر میں بہت سے نیم ملاؤں نے اس کا انکار کیا۔ انکا یہ انکار انکے دلوں میں کھوٹ [illegible] وجہ سے ہے جس نے انکو اس حالت سے دور کیا اور جذبہ (وجد) خشوع کی تاثیر کی وجہ [illegible] ہوتا ہے۔ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَعُوْذُبِکَ مِنْ قَلْبٍ لَا یَخْشَعُ

اے اللہ میں تیری پناہ لینا چاہتا ہوں اس دل سے جس میں تیرا خوف وڈر نہ ہو۔

یہ حدیث امام نسائی وامام ترمذی نے حضرت ابن عمرو بن عاص سے روایت کی۔

بسا اوقات تو منکرین فقراء (اہل طریقت) پر یہ طعن کرتے ہیں کہ فلاں خطا[illegible] مرتکب ہیں اور انکے اس طعن سے انکا یہ مطالبہ ہوتا ہے کہ فقراء لغزش وگناہ سے معصوم ہو[illegible] ہیں۔ ایسا کبھی بھی ممکن نہیں بلکہ جس کا خیر شر پر غالب ہو تو وہ کامل ہے۔ حضور علیہ ا[illegible] والسلام نے فرمایا:

اِنَّکُمْ فِیْ زَمَانٍ مَنْ تَرَکَ مِنْکُمْ عَشْرَ مَا اُمِرَ بِہٖ ھَلَکَ ثُمَّ یَاتِیْ زَمَا[illegible] مَنْ عَمَلَ مِنْھُمْ بِعَشْرِ مَااُمِرَ بِہٖ نَجٰی رَوَاہُ التِّرْمِذِیُّ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ (وذکرہ سیو[illegible] فی الجامع الصغیر۔[1]

تم (صحابہ کرام) ایسے زمانے میں ہو کہ تم میں سے کوئی دسواں حصہ اعمال کا چ[illegible] دے تو وہ ہلاک ہو جائے گا اور پھر ایسا زمانہ آئیگا کہ ان لوگوں میں اگر کوئی دسواں حصہ اعما[illegible] پر عمل کرے (باقی نو حصوں کا ترک کردے) تو وہ نجات پائیگا۔ اس حدیث کو امام ترمذی [illegible]

[1] مشکوٰۃ المصابیح: ص، ۳۱-الجامع الصغیر: ص: ۱/۱۰۱

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا اور امام جلال الدین سیوطی نے اس حدیث کو جامع صغیر میں ذکر کیا۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو اس شخص کی نجات کا حکم صادر فرمایا ہے جو دسویں حصہ احکام پر عمل کرے یہ تو بہت بڑی خوشخبری ہے ہر اس شخص کیلئے جو کفر اور شرک سے محفوظ و سالم رہا اور عصر حاضر میں تو کم ہی لوگ کفر وشرک سے محفوظ ہیں اور یہ اسلیے کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے توفیق وعنایت عطا نہیں فرمائی، اور عصر حاضر میں ہم دیکھتے ہیں کہ عوام تو کجا بڑے بڑے علماء بھی طاعت کو گناہ اور گناہ کو طاعت تصور کرتے ہیں اور یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

اِنَّ الْاِیْمَانَ لَیَخْلُقُ فِیْ جَوْفِ اَحَدِ کُمْ کَمَا یَخْلُقُ الثَّوْبُ فَاسْئَلُوْ اللّٰہَ اَنْ یُّجَدِّدَ الْاِیْمَانَ۔[2] عن ابن عمرو رضی اللہ عنہ

بے شک ایمان تمہارے اندر اس طرح پرانا ہو جائے گا جیسے کپڑا پرانا ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے یہ سوال کرو کہ وہ ایمان کو تمہارے دلوں میں نیا وتازہ کردے۔

اور فرمایا کہ جاننا چاہیے کہ جذب بغیر سلوک کے اوامر حق کی بجا آوری اور منہیات سے باز رہنے کی صورت میں کوئی نتیجہ نہیں رکھتا، زیادہ سے زیادہ ہلاکت کی جگہوں سے بچے گا اور اس پر کوئی شخص مکلف نہیں جیسے کہ ہم نے اپنی کتاب ''اَلْمَطَالِبُ الْوَفِیَّہ'' میں اس کا بیان اسی طرح کیا۔ سلوک اوامر کی بجا اور آوری منہیات سے اجتناب کے باوجود میں بغیر جذب الٰہی کے کوئی نتیجہ نہیں رکھتا۔ جب تک علماء ظاہر اور عابد (اہل ظاہر) اہل طریقت کے زمرے میں داخل نہیں ہوتے (انکے علم وعبادت سے سلوک کی منازل طے نہیں ہوسکتیں)۔ مراد وہ علماء اور عابد ہیں جو علم ظاہر اور عبادت ظاہری پر اکتفا کرتے ہیں اور لوگ انکو دیکھ کر انکی تعریفیں

[2] الجامع الصغیر: ص: ۱/۴۸

کرتے ہیں اور انکی عزت وتوقیر کو زیادہ کرتے ہیں، انکے باطن کا معاملہ ریاء، تکبر، غرور وغفلت پر مبنی ہو لیکن پہلے سلوک پھر جذب یا پہلے جذب پھر سلوک کی منازل طے کرنے والے دونوں حضرات اہل اللہ ہوتے ہیں۔ پس سالک مجذوب (جس کا سلوک جذب پر غالب ہو) وہ عالم باعمل ہوتا ہے جسکو اللہ تعالیٰ نے اپنے خاص الخاص علم سے نوازا ہو اور اس پر اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا فضل ہوتا ہے اور مجذوب السالک (جس کا جذب، سلوک پر غالب ہو) وہ عالم باعمل ہوتا ہے۔ جس کے دل سے حکمت کے چشمے پھوٹتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَيُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ

اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور اللہ تمہیں سکھاتا ہے (سورۃ بقرہ، آیت:۱۸۲)

شریعت محمدی کے احکام مشروعیہ میں جذب الٰہی کو حاصل کرنے کی دعوت موجود ہے اور بدعت کے طریقے پر احکام مشروعیہ پر عمل کرنے کی صورت میں بدعت جذب الٰہی سے دور کرتی ہے یہی وجہ ہے کہ بدعت کی مذمت کی گئی ہے اور اس کی برائی گناہ کی برائی سے زیادہ ہے۔

جذب قرآن وحدیث کی روشنی میں:

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: وَخَرَّ مُوسٰى صَعِقًا[1]

حضرت موسیٰ بے ہوش کر گرے۔

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ۝[2]

اگر ہم یہ قرآن کسی پہاڑ پر اتارتے تو ضرور تو اسے دیکھتا جھکا ہوا، پاش پاش ہوتا ہوا، اللہ کے خوف سے۔

[1] سورۃ اعراف: آیت:۱۴۳

[2] سورۃ الحشر: آیت: ...

مَثَانِيَ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ۝[1] ---الخ

اللہ تعالیٰ نے اتاری دوہرے بیان والی کتاب اس سے بال کھڑے ہوتے ہیں انکے بدن کے۔ جو رب تعالیٰ کی خشیت رکھتے ہیں۔

حضور نے ارشاد فرمایا:

اَللّٰهُمَّ اِنِّيْ اَعُوْذُبِكَ مِنْ قَلْبٍ لَا يَخْشَعُ۝

اے اللہ! میں تیری پناہ چاہتا ہوں ایسے دل سے جو ڈرتا نہ ہو۔

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے نعرہ مارنا، کثرت کے ساتھ آہیں بھرنا، کثرت کے ساتھ رونا، خوف الٰہی، اضطراب اور زمین پر گرنا وغیرہ ثابت ہیں، یہ سب دل کی خشوع وعاجزی پر دلالت کرتی ہیں۔ شیخ محقق عارف عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ النورانی اپنی کتاب ''تنبیہ المغترین'' میں فرماتے ہیں حضرت عمر ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

اِذَا الشَّمْسُ كُوِّرَتْ۝ وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ۝[2]

جب سورج لپیٹ دیا جائے گا اور جب نامہ اعمال کھولے جائیں گے۔

تک تلاوت فرمائی تو بیہوشی و بےخودی کے عالم میں گر پڑے اور بہت زیادہ دیر تک زمین پر تڑپتے رہے۔

حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے خود ایک دن یہ آیت شریفہ تلاوت فرمائی:

اِنَّ لَدَيْنَا اَنْكَالًا وَّجَحِيْمًا۝ وَّطَعَامًا ذَا غُصَّةٍ وَّعَذَابًا اَلِيْمًا۝[3]

بے شک ہمارے پاس بھاری بیڑیاں ہیں اور بھڑکتی آگ اور گلے میں پھنستا کھانا اور دردناک عذاب۔

[1] سورۃ الزمر، آیت:۲۳

[2] سورۃ التکویر، آیت:۱-۱۰

[3] المزمل، آیت:۱۳

تو آپ کے پیچھے (مقتدی) حضرت حموان ابن اعین کھڑے تھے جو آیت مذکورہ سنی اور زمین پر گر کر فوت ہو گئے- میمون بن مھران فرماتے ہیں کہ حضرت سلمان فارسی نے ایک قاری کو یہ آیت تلاوت کرتے ہوئے سنا:

وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَO[1] اور بے شک جہنم ان سب کے وعدے کی جگہ ہے-

تو سر پر ہاتھ رکھ کر چیخ ماری اور اسی حالت میں بھاگ گئے تین دن کوئی پتہ نہیں چل سکا کہ آپ کہاں چلے گئے ہیں-

تو اے بھائی! اپنے پہلے بزرگوں کے احوال پر غور کر تم پر بھی کلام الٰہی کے سننے کے وقت کبھی بے خودی طاری ہوئی؟ یہ سب تیرے دل کی سختی و تاریکی کی وجہ سے ہے تو اپنے آپ کو لگام دے اور بھوک کو، کیوں کہ اس سے دل نرم ہوتا ہے- وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ- انتہی (یہاں تک امام شعرانی کی بات مکمل ہوئی)-

حضرت علامہ شہاب ابن حجر ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ ''شرح العباب'' کے باب ''اسباب الحدث'' کی فصل ''مَا يُحَرِّمُ عَلَى الْمُحْدِثِ'' میں یوں رقمطراز ہیں کہ متقدمین کی ایک جماعت جن میں سے ایک فرد قرآن پاک کی کوئی ایک آیت ساری رات یا رات کے اکثر حصے تک تلاوت کرتے تو قرأت کے وقت پوری جماعت چیخ و پکار کرتی اسی طرح (ایک دفعہ) انکی مکمل ایک جماعت فوت ہوگئی، تو اس واقعہ کو منکرین نے وضاحت کے لیے قاضی کے سامنے پیش کیا تو قاضی نے یوں فیصلہ صادر فرمایا- درست یہ ہے کہ اس حالت کا انکار نہ کیا جائے جہاں اگر کوئی (اس کیفیت کے لیے) تصنع (جان بوجھ کر یہ حالت اختیار کرنے) کا اقرار کرتا ہے تو اس وقت انکار کیا جائے- انتہی (علامہ ابن حجر کی بات یہاں تک ختم ہوئی)

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں، ایسے واقعات بزرگانِ دین سے بہت زیادہ

---

[1] الحجر: آیت ۴۳

ثابت ہیں لیکن جسے اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا کی ہو اس کیلئے قلیل دلائل بھی کافی ہیں اور اللہ تعالیٰ ہی حق فرماتا ہے وہی سیدھے راستے کی ہدایت فرماتا ہے-

شبہہ نمبر ۴، کا جواب:

اعتراض میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ ولی کی ولایت اس وقت تک صحیح نہیں جب تک اس کے ہاتھ سے کوئی کرامت صادر نہ ہو اگرچہ عالم باعمل متبع سنت بدعات سے پرہیز کرنے والا اور صاحب استقامت ہی کیوں نہ ہو-

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ یہ ایک ایسا شبہہ ہے جو جواب کے لائق نہیں لیکن پھر بھی ہم اس کا جواب ذکر کر ہی دیتے ہیں- حضرت امام ابوحنیفہ اور امام شافعی رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں اگر علماء اولیاء نہ ہوں تو اولیاء اللہ اس دنیا میں نہیں ہیں- مراد ان حضرات کی بلاشک علماء عاملین ہیں- جیسے حضرت امام شافعی صاحب سے اس بات پر تنبیہ مروی ہے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

لَايَكُوْنَ الْعَالِمُ عَالِمًا حَتّٰى يَكُوْنَ بِعِلْمِهٖ عَامِلًا

عالم اس وقت تک عالم نہیں ہو سکتا جب تک اپنے علم پر عمل کرنے والا نہ ہو-

بعض نے یہ حدیث مرفوعاً بیان کی حالانکہ یہ حدیث حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ پر موقوف ہے جیسے کہ ابن حبان نے روضۃ العقلاء اور امام بیہقی نے مدخل میں روایت فرمائی-

کیا کرامت ولایت کیلئے شرط ہے؟

حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی قدس سرہ نے فرمایا، اصحاب کرامات (علاوہ ازیں کہ انکی کرامت کسی سبب کی بنا پر ہو یا نہ ہو) سے بلند مرتبہ والے ولی بھی ہیں اور یہ وہ ہیں جن کے دلوں سے پردے اٹھ گئے ہیں وہ خوارق و کرامات کے ظاہر کرنے سے مستغنی ہوتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے کرامات کا ظہور بہت کم منقول ہے یہ

سلیے کہ انکے دل صریح ایمان کے ساتھ آباد تھے-" انتہی (یہاں تک شیخ مذکور کی بات ختم ہوئی)

شیخ الاسلام زکریا انصاری "اَلْاَضْوَاءُ الْبَهْجَةُ شرح الْمُنْفَرِجَةُ" میں فرماتے ہیں کہ کرامت عادت کے خلاف کو کہتے ہیں- جو ایک ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہوتی ہے اس کرامت میں اسکو ثابت قدم رکھنا ہے یہ وجہ ہے کہ بسا اوقات بعض ولایت کے ابتداء ہی سے کرامت کو پالیتے ہیں[1] اور ولایت کی انتہا کو پہنچنے والے کرامت کو انتہائی ولایت تک نہیں پاتے اسلیے کہ منتہی ولی رسوخ (پختگی) اور تمکن (قرار) کا مالک ہوتا ہے جسکی وجہ سے وہ کرامت کے ساتھ ثابت قدمی حاصل کرنے کا محتاج نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ صحابہ کرام اور تابعین سے کرامت کا ظہور کم ہوا ہے، اور صاحب کرامت، کرامت کے ساتھ مانوس نہیں ہوتا بلکہ اس کا خوف اور بھی زیادہ شدید ہوتا ہے کہ کہیں یہ (کرامت) استدراج نہ ہو اور صاحب استدراج، استدراج کے ظہور کے ساتھ مانوس ہوتا ہے اور اس انس کی وجہ سے اسکی نظر میں غیر حقیر ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ (کا اس کے خلاف) خفیہ تدبیر اور عذاب سے خود کو محفوظ و مامون تصور کرتا ہے تو ان مذکورہ علامات کی بنا پر یہ علامات جس کسی میں موجود ہوں اور اس کے ہاتھ پر کوئی خلاف عادت کام ظاہر ہو جائے تو یہ اس بات کی دلیل ہوگی کہ وہ کام استدارج ہے کرامت نہیں-

اسی لیے محققین فرماتے ہیں کہ اکثر اوقات ولی کی توجہ اللہ تعالیٰ سے اس وقت منقطع ہوتی ہے جب وہ کرامت کے مقامات میں واقع ہو جائے اسی لیے اولیاء کرام کرامت سے خوفزدہ ہوتے ہیں اور اس کو شدید بلا تصور کرتے ہیں- انتہی (یہاں تک شیخ الاسلام کی بات مکمل ہوئی)

[1] تا کہ وہ عبادت و شریعت پر ثابت قدم رہیں-

شبہ نمبر-۵ کا جواب:

منکرین کے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ ہمارے شیخ (حضرت خالد نقشبندی) ہندوستان جا کر سلوک کی (تمام) منازل تین سالوں میں کیسے طے کر آئے اور اس کم مدت میں وہ کیسے رشد و ارشاد کے منصب پر فائز ہوئے حالانکہ بہت سے اولیاء کرام اس مقام کو ساٹھ سالوں میں بھی حاصل نہ کر سکے-

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ یہ تو خدا کا فضل ہے اللہ تعالیٰ جسکو چاہے اپنا فضل عطا کر دے اللہ تعالیٰ کے فضل پر تو اعتراض نہیں کیا جا سکتا اور اللہ تعالیٰ کا فضل عقل کے احاطہ سے خارج ہے کاش منکرین کو اس بات کا یہ علم ہوتا کہ بہت سارے اولیاء کرام نے مقام وصل کو ایک دن سے بھی کم مدت میں حاصل کیا ہے-

حضرت امام ابو منصور ماتریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ طریقت میں ان راستوں کی لمبائی و کمی کیطرح جو قدموں کے ساتھ طے کی جاتی ہے نہیں بلکہ طریقت تو ایک روحانی راستہ ہے جس کو (قدموں کی بجائے) دل و افکار، عقائد و بصیرت کے ذریعے طے کرتے ہیں- اصل میں تو طریقت ایک آسمانی نور اور نگاہ خدا تعالیٰ ہے جو بندہ کے دل پر پڑتی ہے، اس نظر خداوندی کے ساتھ بندہ ایک ہی نظر میں دونوں جہانوں کے معاملہ کی حقیقت کو دیکھ لیتا ہے پھر یہ نور بعض اوقات بندہ سو سال حاصل کرتا ہے اور اس کے لیے فریاد کرتا ہے لیکن اس نور میں سے کچھ بھی نہیں حاصل ہوتا- بعض ساٹھ سال میں اسکو حاصل کرتے ہیں بعض دس سال میں بعض ایک لحظہ میں اس نور کو حاصل کر لیتے ہیں، اسکو حاصل کرنا یقین کی قوت کے مطابق ہوتا ہے- انتہی- تو اے بھائی امام کے اس عمدہ کلام میں غور کرو

شبہ نمبر-۶ کا جواب:

اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ بعض مشائخ دنیاداروں و منصب

دارون (کوعیش وآرائش کے باوجود) ذکر کی تلقین اورسلوک وتربیت کے لیےنہیں بلکہ تبرک کی خاطر بیعت کرتے ہیں (جو کہ درست نہیں) میں کہتا ہوں کہ ذکر کی تلقین بعض منصب دارو کاروباری لوگوں کوتبرک اوردل کی غفلت دور کرنے کی غرض سے تاکہ دل صیقل ہوجائے اوراس میں خوف پیدا ہوجائے اورغرور کے گھر سے دور ہوکرتوبہ کی طرف تدریجاً (آہستہ آہستہ) ترقی کرجائے اوراصلاح نفس کی طرف متوجہ ہوجائے ایک بہت مستحسن کام ہے اور اس قسم کی تلقین ارشاد کی مصلحتوں میں سے ہے- اگر شیخ ان لوگوں کو پہلی دفعہ ہی کہہ دے کہ سب کچھ جوتو کرتا ہے چھوڑ دے، اور ہر قسم کے مظالم سے نکل اورتوبہ کرورنہ میں تجھے ذکر کی تلقین نہیں کرتا، یوں تو وہ شخص ہدایت کے راستے سے پھر جائے گا اور متنفر ہوجائیگا کیونکہ اس کے لیے مذکورہ شرائط پر عمل کرنا انتہائی دشوار ہوگا اور بعض فائدہ سے بھی محروم رہ جائیگا- بسا اوقات تو وہ شخص ناامیدی کی حد تک پہنچ جائے گا، اور مشائخ کو مذکورہ حکمت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فعل سے وراثتاً ملی ہے کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی بعض دیہاتیوں کے ساتھ یہ معاملہ فرماتے تھے بعض دیہاتی عرض کرتے کہ یارسول اللہ ﷺ ہم اسلام کو اس شرط پرقبول کرتے ہیں کہ ہم سے اسلام کا ظاہر کرنا ساقط ہو بعض کچھ اور شرائط لے کر حاضر ہوتے تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام انکی شرائط کو قبول فرماتے تاکہ آہستہ آہستہ مکمل ہدایت کی طرف گامزن ہوجائیں- اور بعد میں وہ لوگ مکمل راہِ راست پر آبھی جاتے-

جب حضرت داؤد علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام نے بعض فاسق لوگوں کے ساتھ میل جول ختم کردیا اور مجلسِ وعظ سے انکو دور کردیا تو اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کو وحی فرمائی کہ اے داؤد: سیدھا شخص (راہ حق پر چلنے والا) تمہارا محتاج نہیں ٹیڑھے (حق سے منحرف شخص) کو آپ اپنی مجلس وعظ میں نہیں چھوڑتے؟ جب حضرت داؤد علیہ السلام کو یہ حکم ملا تو اس کے بعد آپ نے ان فاسق لوگوں کو اپنی مجالس وجماعت میں داخل

ہونے کی اجازت دیدی، کاش کہ اعتراض کرنے والے کو اس بات کا علم ہوتا کہ فاسق کو یا دنیا کی تاریکیوں میں گرفتار شخص کو کسی نے بھی کافر نہیں کہا تاکہ باطنی امراض کے علاج سے ناامیدی کی بنا پر اسکو دھتکار نہ دیا جائے اور یہ کوئی ضروری نہیں کہ تمام ذاکرین (مریدین) تارک دنیا اور استقامت والے ہوں بلکہ بعض قرب کے درجات تک پہنچ جاتے ہیں بعض درمیانے ہوتے ہیں بعض درجات سے گرے ہوئے بیعت سے محض برکت حاصل کرنے والے ہوتے ہیں اور اس اچھی مصلحت پر بہت سارے مشائخ نے عمل کیا یہ صرف انکا مسلمانوں کے ساتھ نرمی وشفقت کی بنا پر تھا، جیسے شیخ عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ نے اپنی تصنیف ''منن الکبریٰ'' میں فرمایا اور شیخ الشہاب ابن حجر ہیثمی مکی ''خاتمۃ الفتاویٰ'' میں فرماتے ہیں کہ متعدد مشائخ سے بیعت کرنے میں بیعت کرنے والوں کی حالت مختلف ہوتی ہے- بعض محض برکت حاصل کرنے کی غرض سے بیعت کرتے ہیں، بعض تربیت وسلوک کی منازل طے کرنے کی غرض سے بیعت کرتے ہیں، برکت کی خاطر بیعت کرنیوالا جس شیخ سے چاہے بیعت کرلے اس میں کوئی حرج نہیں - شیخ عارف امام شعرانی اپنی کتاب ''الاَجْوِبَۃُ الْمَرْضِیَّۃ'' میں ارشاد فرماتے ہیں کہ شیخ ابوالحسن شاذلی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ شیخ کیلیے ضروری ہے کہ وہ مرید کو ابتداء ہی سے ترک دنیا کا حکم نہ دے بلکہ شیخ کے لیے ضروری ہے کہ وہ مرید کے لیے قرب الٰہی کے ذرائع کی فہرست تیار کرلے پھر مرید کی اس فہرست کے مطابق تربیت کرے پھر مرید اس چیز کی طلب کی طرف آگاہ رہے، جسکی طرف شیخ دعوت دینا چاہتا ہے اور حکم کی بجا آوری کے لیے تیار رہے گا تو پھر اس پر توفیق الٰہی کی ہوا چلے گی تو پھر جو چیز حق کے مشاہدہ کے لیے حجاب ہوئی وہ اسکے مشاہدہ میں رکاوٹ نہ رہے گی- انتہی

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ مذکورہ فہرست (قرب کے ذرائع جو شیخ مرید

کے لیے تیار رکھے) مریدین کے استعداد کے مختلف ہونے کے ساتھ مختلف ہوتی ہے، بعض تو انکو بہت کم مدت میں پورا کر لیتے ہیں اور بعض طویل مدت تک بھی اس کو پورا نہیں کر پاتے یہ مریدین میں شیخ کی فراست کے مطابق ہوتا ہے اور مذکورہ بالا کتاب (اَلْاَجْوِبَةُ الْمَرْضِيَّة) میں ہے۔ میں نے اپنے شیخ، شیخ الاسلام زکریا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا جو کہتے تھے نفس زبانِ حال سے اپنے صاحب کو کہتا ہے تم بعض اغراض میں میرے ساتھ ہو جا ورنہ[1] پچھاڑ دونگا۔ مرفوع حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: اَلْمُنْبَتُّ لَا اَرْضًا قَطَعَ وَلَاظَهْرًا اَبْقٰی۔ یعنی بعض کسان جانور پر اتنا بوجھ لاد دیتے ہیں کہ نہ تو وہ چلنے کے قابل رہتا ہے نہ اپنی پیٹھ بچانے کے قابل رہتا ہے[2]۔

میں نے سیدنا علی مرصفی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے سنا جو فرماتے تھے کہ جب کوئی عبادت میں قیام سے عاجز ہو جائے تو اپنی تقویت (جسمانی) کیلئے بعض جائز نفسانی خواہشات[1] کو حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں جیسے اللہ تعالیٰ کی نعمت کے اظہار کی خاطر اچھا لباس پہننے میں کوئی حرج نہیں لذیذ کھانے کھا لینے ٹھنڈا و میٹھا پانی پینے میں کوئی حرج نہیں۔ حضرت شیخ ابوالحسن شاذلی قدس سرہ اپنے دوستوں کو فرماتے تھے اچھے سے اچھا کھانا کھاؤ، میٹھے سے میٹھا پانی پیو اور اچھے بچھونوں پر سویا کرو اور بہترین لباس پہن لیا کرو، لیکن اپنے رب کا ذکر بھی کثرت سے کیا کرو کیونکہ جب تم میں سے کوئی ایسا کریگا اور الحمد للہ رب العالمین (کلمہ شکر زبان پر لائے) کہے تو ہر عضو شکر کے ساتھ جواب دیتا ہے اور اگر کوئی اس کے خلاف

[1] اگر بعض جائز خواہشات نفس کو پورا کرنے سے نفس کی ضد سے آدمی محفوظ ہو جائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ورنہ نفس ضد پر

اتر آئے گا جس سے محرّمات کا ارتکاب ممکن ہے۔۱۲۔ سلطان احمد عفی اللہ عنہ

[2] یعنی جب جانور پر طاقت سے زیادہ بوجھ لادا جائے تو وہ صرف یہ نہیں کہ چلنے کے قابل ہی نہیں رہتا بلکہ پیٹھ کا زخمی ہونا ممکن ہے، اسی طرح مرید پر زیادہ سختی کی صورت میں وہ صرف یہ نہیں کہ راہ سلوک پر چل نہیں سکے گا بلکہ راہ شریعت کے چھوڑنے کا امکان ہے: هٰذَا مَاعِنْدِیْ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ — سلطان احمد

کرتا ہے تو الحمد للہ کہے گا لیکن دل میں اپنی حالت پر کراہت و ناپسندی بھی پائی جائیگی اور جب بصیرت کی آنکھ سے دیکھا جائے تو دل میں اپنی حالت (جو تکلفاً بنائی جائے) پر کراہت کا پیدا ہونے کا گناہ دنیا کی نعمتوں سے فائدہ حاصل کرنے والے گناہگار سے زیادہ ہو گا (بلکہ) دنیا کی نعمتوں کو استعمال کرنا یقیناً دل میں کراہت و ناپسندی کی حالت سے بہت ہلکا ہے۔

سید ابوالمواہب شاذلی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے ہمارے طریقہ ''نقشبندیہ عالیہ'' میں تنگی و سختی نہیں بلکہ لباس وغیرہ میں نعمت کا اظہار کرنا ہے کیونکہ عمدہ لباس میں نفس کی بڑائی نہیں ہوتی ہم میں سے (حضرات نقشبندیہ) کسی کا لباس اغنیاء کی طرح ہوتا ہے لیکن دل فقیر کا ہوتا ہے۔ ان حضرات کو فقر (ظاہری مفلسی) کی طرف منسوب نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اچھے خاصے لباس اور عمدہ کھانا کھاتے ہیں۔[1] حضرت ملا علی قاری حنفی قدس سرہ نے اس حدیث کی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بعض قوموں کو یاد فرمائے گا اور انکو عظیم المرتبت جنتوں میں داخل فرمائے گا، کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں، یہ حدیث اس بات کی دلیل ہے کہ بادشاہوں و امراء یا انکے طرز و طریقے پر عمل کرنے والوں کی حشمت اور زندگی کا خوشحال ہونا اللہ تعالیٰ کے ذکر کے لیے مانع نہیں بلکہ یہ حضرات دنیاوی حشمت و عظمت کے باوجود اجر و ثواب کے مستحق ہونگے اور اللہ تعالیٰ اپنی رحمت کے ساتھ انکو بلند و بالا جنتوں میں داخل فرمائے گا۔ حضرت کے (ملا علی قاری کے) قول میں بعض صوفیہ نقشبندیہ شاذلیہ کی طرف اشارہ ہے۔ انتہی

''رشحات عین الحیاۃ'' میں ہے کہ امام طریقہ نقشبندیہ حضرت خواجہ بہاء الدین شیخ محمد نقشبند قدس سرہ نے اپنے خلیفہ خواجہ علاء الدین عطار علیہ الرحمۃ سے فرمایا، بہترین کھانا

[1] در لباس اہل دنیا کار عقبیٰ می کنند — خرقۂ فقر است پنہاں در طریقِ نقشبند

کھایا کرو اور بہترین طریقے سے ذکر کرو-انتھی (یہاں تک ملا علی قاری کی عبارت ختم ہوئی-)

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ مذکورہ شبہہ کے جواب میں اسقدر ہی کافی ہے (باقی) اللہ تعالیٰ ہی توفیق اور ہدایت دیتا ہے-

شبہہ نمبر-۷ کا جواب:

بعض منکرین یہ اعتراض کرتے ہیں کہ مشائخ بعض علماء وسادات کرام کو بعض خدمات (جوانکی شان وعظمت کے خلاف ہیں) کا حکم کرتے ہیں جیسے پانی بھر کر لانا، گارا بنانا کسی جگہ جھاڑو دینا وغیرہ یہ تمام کام انکے ساتھ مروت ومحبت اور انکی حیثیت کے خلاف ہیں-

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں کہ انبیاء علی نبینا وعلیہم الصلوٰۃ والسلام اور صحابہ کرام کی مروت ومحبت سے کوئی مروت اعلیٰ نہیں، نہ ہی کسی کی ہیئت انکی ہیئت سے بلند وبالا ہے حالانکہ مذکورہ افعال اصحاب کرام سے بہت زیادہ صادر ہوئے ہیں-

علامہ محقق محمد آفندی رومی حنفی رحمۃ اللہ علیہ نے طریقہ محمدیہ میں فرمایا، ضروری ہے کہ مرید اچھی تواضع استعمال میں لائے جیسے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم تواضع فرماتے-اسی لیے گھر کا کام اور گھریلو ضروریات، جیسے جھاڑو دینا، روٹی پکانا، بازار سے سامان گھر لے کر آنا، کھردرا پھٹا پرانا اور پیوند والا لباس پہننا اور طیلسان استعمال کرنا ننگے پاؤں چلنا اور کھانے کے بعد انگلیوں کو چاٹنا، کھانے کے برتن کو انگلی کے ساتھ صاف کرنا اور زمین پر گری ہوئی چیز کو اٹھا کر کھالینا، مساکین کی مجلس اور ان کے ساتھ خلط ملط ہونا اور کسب (خرید وفروخت) کرنا جائز کاموں کی مزدوری کرنا، جیسے بکریوں کو چرانا باغ کو سیراب کرنا، مٹی کا کام کرنا، بنائی کا کام کرنا، لکڑیوں کا بار پیٹھ پر اٹھانا، یہ تمام کام تواضع ہی ہیں، یہ تمام کام انبیاء کرام [illegible] بالخصوص سید المرسلین ﷺ اور اصحاب کرام سے اس قسم کے

کام صادر ہوئے ہیں ان کاموں سے اعراض کرنا یا مکروہ جاننا تکبر ہے-لیکن بہت سے جاہل لوگ معاملہ اس کے برعکس (الٹ) کرتے ہیں-انتھی

حضرت ثابت بن ابی مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ بازار سے آرہے تھے آپکی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا تھا (حالانکہ) اس وقت آپ مروان کے نائب تھے-آپ نے فرمایا کہ اے ابن ابی مالک امیر کے لیے راستہ چھوڑ دو-

حضرت عروہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں [illegible] حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپکی گردن پر پانی کا مشکیزہ تھا میں نے ع[illegible] ے امیر المومنین، یہ آپ کے شایان شان نہیں (کہ آپ لوگوں کیلئے مشکیزہ بھر کر لائی[illegible] پ نے فرمایا، جب میرے پاس بات کو سننے اور امیر (میری) کی اطاعت کرنے والے وفود آئے تو میرے نفس میں بڑائی داخل ہونے لگی تو میں نے ارادہ کیا کہ اس تکبر وبڑائی کو ختم کردوں اسلیے میں نے مشکیزہ بھر کر انصار کی بوڑھی عورتوں کے گھر گھر جا کر انکے برتن پانی سے بھر دیئے-

شبہہ نمبر-۸ کا جواب:

منکرین کے اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ ہے کہ مرید جذبہ (وجدانی کیفیت) کی حالت میں دو حال سے خالی نہیں یا تو جذبہ میں اسکی عقل اور اختیار دونوں باقی صحیح سلامت ہونگے یا وجد کی کیفیت میں اسکی عقل مسلوب (ختم) ہوگی، اگر پہلی صورت ہے تو (وجد کی کیفیت) وہ اپنے اختیار سے کرتا ہے اور اسکا تصنع ہے، اگر دوسری صورت (عقل مسلوب) ہو تو اس سے وضو ٹوٹ جاتا ہے حالانکہ ہم نے انکو دیکھا کہ (وجد کے بعد) نیا وضو نہیں کرتے بلکہ نماز پڑھتے ہیں-

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں [illegible]

کرنا بہت بڑا مغالطہ ہے- مذکورہ دونوں صورتیں وجد کی نہیں بلکہ ایک تیسری صورت ہے اور وہ یہ ہے کہ وجد میں عقل باقی رہتی ہے لیکن اختیار فیوضات الٰہیہ سے مغلوب ہونے کی وجہ سے باقی نہیں رہتا- جیسے لرزہ والا بخار، اس بخار میں عقل باقی رہتی ہے لرزنے اور کانپنے پر قابو پانے میں اختیار ختم ہو جاتا ہے (اور اسپر قابو نہیں رہتا) وجد کی کیفیت بھی اسی طرح ہی ہے، کہ عقل باقی رہتی ہے لیکن حرکات پر قابو پانے میں اختیار ختم ہو جاتا ہے، جیسے چھینکنے والے کی عقل باقی رہتی ہے لیکن بعض اوقات چھینک کے روکنے سے اسکا اختیار ختم ہو جاتا ہے-

وجد کے بارے شیخ سنبل کا مناظرہ:

سید محبی شامی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ''خلاصۃ الاثر'' میں ہے کہ شیخ سنبل سنان رومی علیہ الرحمہ جو بہت بڑے عالم وصوفی تھے اور مفتی الثقلین مولنا ابوسعود عمادی کے ہم عصر تھے- آپ اہل سماع میں سے تھے آپکے زمانے میں علماء ظواہر میں سے بہت بڑے عالم مولیٰ عرب نامی عالم نے آپ کے بارے زبان درازی کی اور آپ پر بہت زیادہ رد کیا جسکی وجہ سے علماء کے دو گروہ بن گئے لیکن زیادہ علماء شیخ سنبل کے حق میں تھے-

ایک دن مناظرہ کے لیے جامع سلطان محمد میں طرفین جمع ہوئے تو شیخ سنبل نے کہا کہ ہمارا یہاں پر اکٹھے بیٹھنا کتنا اچھا ہے اس مجلس کا داعی کون ہے تو مولیٰ عرب جو قسطنطنیہ کے قاضی تھے بولے اس مجلس میں قباحت ہے وہ یہ کہ آپ کے مریدین و متبعین رقص اور سماع کے ساتھ اللہ تعالی کا ذکر کرتے ہیں تو آپ کے پاس اسکے جائز ہونے پر کیا دلیل ہے ہمارے سامنے اسکو بیان کرو اگر کوئی دلیل نہیں تو پھر انکو اس فعل سے منع کرو تو شیخ سنبل نے کہا کہ جب کوئی شخص صاحب اختیار نہ ہو تو شریعت اس پر کیا حکم کرتی ہے-

قاضی نے کہا کہ آپ یہ گمان کرتے ہیں کہ دوران ذکر آپکے مریدین میں (جن وجد کی کیفیت طاری ہو) کوئی اختیار باقی نہیں رہتا- شیخ سنبل نے فرمایا، ہاں ان میں کوئی

اختیار نہیں رہتا تو قاضی نے کہا ہم فرض کر لیتے ہیں- جذبہ (وجد) کی حالت میں انکا اختیار ختم ہوتا ہے لیکن یہ بتائیں کہ جس کا اختیار مسلوب (ختم) ہو جائے تو انکی عقل باقی رہتی ہے یا کہ عقل بھی زائل ہو جاتی ہے- تو شیخ سنبل نے فرمایا انکی عقل کامل باقی رہتی ہے تو قاضی صاحب نے کہا کہ اے اللہ! کتنی تعجب کی بات ہے کہ اختیار کو تو مسلوب (ختم) جانتا ہے اور عقل کو باقی مانتا ہے، یہ کیسی بات کرتا ہے تو شیخ سنبل نے فرمایا کہ قاضی صاحب کبھی آپکو بخار ہوا، کہا- ہاں ہوا ہے، تو شیخ صاحب نے فرمایا بخار کے وقت کیوں لرزتے ہو، کیا آپکے سر میں عقل باقی نہیں رہتی- اختیار کے سلب (ختم) ہونے کے ساتھ عقل کا زوال ضروری نہیں، اگر تم غافل ہو تو اس بات پر غور کرو- اس پر قاضی صاحب لاجواب ہو گئے-

اسکے بعد قاضی صاحب اپنی جماعت کی طرف متوجہ ہوئے اور اپنے ہکا بکا رہ جانے کو بیان کیا (تسلیم کیا) اسکے بعد انہوں نے شیخ سنبل کے بارے کوئی بات نہیں لکھی-

شبہہ نمبر-9 کا جواب:

اعتراضات میں سے ایک اعتراض یہ بھی ہے کہ ہمارے شیخ (خالد نقشبندی) بعض مریدین کو بعض شہروں میں بھیجتے ہیں تا کہ وہ بیعت کرنے والوں کی رہنمائی کریں اور طریقت کے فوائد کو پھیلائیں، اگر شیخ کا مقصد شہرت نہ ہوتی تو ایسا ہرگز نہ کرتے ایسا تو وہ صرف اور صرف اپنی شہرت کی خاطر کرتے ہیں-

میں (صاحب کتاب) کہتا ہوں اگر رشد و ہدایت صرف فقط شہرت اور سیاست کا ذریعہ ہے تو پھر یہ اعتراض درست ہے اگر ایسا نہیں تو مرشد کامل کو چاہیے کہ جس کو بھی رشد و ہدایت کا اہل دیکھے اسکو لوگوں کی رہنمائی و تربیت کیلئے کسی علاقے میں بھیج دے- بہت سے اولیاء کرام اپنے خلفاء کو مختلف علاقوں میں بھیجتے رہے ہیں بالخصوص حضرات نقشبندیہ قدس اللہ اسرارہم کیونکہ نقشبندیوں کے رئیس حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی قدس سرہ

(صوبے) شہر اور قریہ میں اپنے خلفاء میں سے کسی کو روانہ فرماتے تھے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جب حق ظاہر ہو جائے اور پھیل جائے تو اسکا فائدہ انتہائی زیادہ ہوگا۔ ہم نے دور دراز علاقوں میں بہت سے باطل امور دیکھے جو الحمدللہ ہمارے شیخ کے خلفاء کے ان جگہوں میں تشریف لیجانے سے ختم ہو گئے، ان باطل امور کی جگہ تقویٰ ذکر اتباع سنت اور خشیت الٰہی نے لے لی اور لغزش وخطا کا تدارک ندامت، توبہ اور استغفار سے ہو گیا کیونکہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۝[1]

فرماؤ کہ حق آیا اور باطل مٹ گیا بے شک باطل نے مٹنا ہی تھا۔

فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ۝[2]

تو کیوں نہ ہو کہ ان (مسلمانوں) کے ہر گروہ میں سے ایک جماعت نکلے تاکہ دین کی سمجھ حاصل کریں اور واپس آکر اپنی قوم کو ڈر سنائیں اس امید پر کہ وہ (عذاب الٰہی) سے بچیں۔

علامہ محقق مفسر نظام نیشاپوری علیہ الرحمۃ نے اس آیت شریفہ کی تاویل میں اپنی تفسیر میں اس طرح ارشاد فرمایا، کیوں نہ ہر قوم وقبیلہ سے ایک جماعت (جو انکے خاص الخاص اور استعداد میں کامل ہوں) اللہ کی راہ میں نکلیں تاکہ سلوک کی تعلیم حاصل کریں اور پھر جاکر اس سلوک کی خبر اپنی قوم کو بھی دیں تاکہ وہ لوگ فتنہ سے بچ جائیں۔

کاش کہ منکر کو یہ علم ہوتا کہ ہر ولایت (صوبے) ہی میں نہیں بلکہ ہر شہر وقصبہ میں ایک عالم کا ہونا ضروری ہے جو دین کے دلائل پر قائم ہو اور لوگوں کے شبہات کو دور کر سکے،

[1] بنی اسرائیل، آیت:۸۱، پارہ،۱۵۔

[2] سورۃ توبہ، آیت،۱۲۲، پارہ:۲

لیکن خلفاء جو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے ہیں بصیرت کے ساتھ اور سید المرسلین ﷺ کے راستے کی اتباع کرنے والے نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنے والے اور ذکر و مراقبہ اللہ کی طرف متوجہ ہونے کی تلقین کرنے والوں پر اعتراض کیا جاتا ہے۔

بلکہ یہ (دور دراز علاقوں میں جا کر اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا) تو ان نیکیوں میں سے ہے جن کا اجر موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے ایک شبہ باقی رہ گیا جس کا جواب علامہ مرحوم محمد آمین افندی نے اپنے رسالہ "اَلْبَدِيْعَةُ الرَّدُّ الْمُنْكِرِيْنَ اَهْلَ الْحَسَدِ وَالْخَدِيْعَةِ" میں فرمایا ہے کہ باقی شبہات میں سے کوئی قوی شبہ (ایسا) نہیں رہا (جس کا جواب نہ دیا ہو) لیکن بعض ایسے شبہات ہیں جو مکڑی کے جال سے بھی زیادہ نازک ہیں جو جواب کے لائق نہیں بلکہ ان کے بارے سکوت ہی جواب ہے۔ منصف، متبع حق بین کیلئے اس قدر ہی کافی ہے۔

الباب الثالث (تیسرا باب)

ہمارے شیخ اللہ تعالیٰ انکی امداد واعانت فرمائے، ضیاء الدین مولانا شیخ خالد کردی علیہ الرحمۃ ہیں- آپ عقیدتاً اشعری مذہباً شافعی طریقت میں نقشبندی مجددی مشرباً قادری، اور سہروردیہ، کبرویہ چشتیہ میں ماذون ہیں، نسب عثمانی ہے آپ کا نسب ولی کامل پیر میکائیل صاحب الست جو کراد شہر میں شش انگشت (چھ انگلیوں والے) کیونکہ انکی انگلیاں پیدائشی طور پر چھ تھیں) کے ساتھ مشہور ہیں، تک پہنچتا ہے، اور انکی نسبت خلیفہ ثالث، منبع حیا، ذوالنورین حضرت عثمان غنی ابن عفان رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے-

تعلیم: آپ صرف، نحو، فقہ، منطق وضع عروض، مناظرہ، بلاغت، بدیع حکمت، وکلام، اصول وحساب، ہندسہ، اصطرلاب، ھئیت، حدیث، تصوف میں ید طولیٰ رکھتے تھے، آپکی نسبت ولی کامل پیر خضر جو کراد سے بھی ہے جو نسب اور حال میں معروف ومشہور ہیں-

پیدائش: آپ ۱۱۹۰ھ میں قرہ باغ میں پیدا ہوئے- قرہ باغ سلیمانیہ سے پانچ میل کے فاصلے پر واقع ہے جو مدارس اور خوب صورت باغیچوں اور ٹھنڈے میٹھے پانی کے چشموں پر مشتمل ہے-

سفر تعلیم: آپ نے یہاں بعض مدارس میں قرآن پڑھا، بلوغت سے پہلے امام رافعی کے اقوال کو لکھا اور صرف میں ''متن زنجانی'' اور کچھ علم نحو میں سے یاد کیا اور بلوغت سے پہلے آپ نثر ونظم پر دسترس رکھتے تھے حلیم ہونے کے ساتھ ساتھ اپنے نفس کی تربیت زہد، (دنیا سے بے رغبتی) بھوک، شب بیداری، عفت، تجرید (گوشہ نشینی) کے ساتھ کرتے تھے پھر آپ طلب علم کیلیے شاسعہ علاقہ کے گرد ونواح میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے علوم نافعہ پڑھے پھر آپ اپنے علاقہ قرہ باغ کے نواح کی طرف واپس تشریف لائے تو شیخ کامل

الفاضل ،اخلاق حمیدہ کے مالک ، شیخ عبدالکریم برزنجی ، عالم محقق ، ملا صالح ، عالم محقق ملا ابراہیم البیادی ، عالم مدقق سید عبدالرحیم برزنجی (جو عبدالکریم برزنجی کے بھائی ہیں) عالم فاضل شیخ عبداللہ الخریانی سے تعلم حاصل کی پھر آپ حریر کے گرد و نواح میں تشریف لے گئے وہاں آپ نے شرح ملا جلال پڑھی ، اسکے علاوہ بھی آپ نے وہاں علوم میں بہت کچھ حاصل کیا پھر آپ عالم باعمل ملا عبدالرحمٰن جلی رحمۃ اللہ علیہ (باوجود اسکے کہ عبدالرحمٰن جلی بیمار تھے، اسی بیماری میں رحلت فرما گئے) سے طلب فیض کرتے رہے- پھر آپ سلیمانیہ دوسری دفعہ تشریف لائے ، تو یہاں آپ نے ''رسالہ شمسیہ''، ''مطول حکمت''، کلام وغیرہ ذلک کتابیں پڑھیں پھر آپ بغداد تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے ''مختصر المنتھی فی الاصول'' پڑھی- پھر آپ بغداد شریف کے ایک محلے میں تشریف لے گئے اور وہاں آپ نے ایسے علماء کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا کہ وہ انتہائی متقی صاحب ورع تھے ، تمام اہل فارس کے مسائل کا احسن طریقہ سے جواب دیتے تھے، یہاں آپ نے ان علماء کرام سے تحفہ ابن حجر اور تفسیر بیضاوی پڑھی لیکن دوران تعلیم آپ ہی ناسفتہ موتیوں کے چہروں سے فوائد کو ظاہر فرماتے تھے یعنی آپ استفادہ بھی اور افادہ بھی فرماتے تھے -آپ انتہائی انصاف ور اور بیمثال ذکاوت وقوت حافظہ کے مالک تھے -بسا اوقات دوران درس (بعض مسائل میں) آپ اتنی باریکیوں میں چلے جاتے کہ آپکے اساتذہ بھی آپکے ذہن کو راضی اور مطمئن کرنے سے عاجز ہو جاتے اور آپ اپنی زبان حال سے کہتے ''هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (کیا کچھ اور بھی ہے تو مجھے عطا کر دو) اور بعض اوقات سوال و جواب کا سلسلہ پیچیدہ ہو جاتا تو اس وقت آپ کے سوا کوئی جواب دینے والا نہ ہوتا حالانکہ اس وقت آپ اپنے دوست واحباب میں سے سب سے کم سن تھے اور کم سنی میں تو ویسے بھی علم وعرفان کے بہت سے مسائل سے آدمی ناواقف ہوتا ہے حتیٰ کہ طالب علمی میں بھی آپ سے لوگ وہ (مشکل ترین) کتابیں پڑھتے جن کی

تحقیق سے لوگ عاجز تھے حتیٰ کہ آپ (دوران طلب علم) انتہائی تحقیق کے ساتھ وہ مشکل ترین کتابیں پڑھتے پڑھاتے رہے، جنکے پڑھنے پڑھانے سے دہریہ (مادیت پرست) لوگ متحیر (حیران و پریشان) تھے- پس آپکا بیمثل علم ،تقویٰ ، ذکاوت ، وفہم اطراف میں مشہور ہوا یہاں تک کہ بعض امراء وقت نے آپکو اپنے مدارس میں تکمیل سے پہلے (دوران طالب علمی) غیر معمولی وظائف و آرائش کے ساتھ تدریس کے فرائض سرانجام دینے کی دعوت دی لیکن آپ نے اس پیشکش کو قبول نہ کیا اور فرمایا کہ میں فی الحال اس مقام کا اہل نہیں ہوں، پھر آپ سنندج کی طرف چل دیئے آپ یہاں آکر عالم مدقق ''چخمینی'' زمانہ جس کے محض اشارہ میں ہر بیماری کی شفا تھی اور جہالت کے طویل مرض میں مبتلا شخص کیلیے نجات تھی ، شیخ محمد قسیم سنند جی سے علم حساب ، ہندسہ اور علم فلکیات پڑھے ، پھر آپ تشنگی علم کی تکمیل کے بعد اپنے وطن تشریف لائے لیکن جب سلیمانیہ ۱۲۱۳ھ میں طاعون کی بیماری پڑ گئی -اس طاعون میں آپ کے اکابر مشائخ میں سے شیخ کبیر سید عبدالکریم برزنجی ، وفات پا گئے تو آپ نے اپنے شیخ کے منصب پر تدریس کے فرائض سرانجام دینے کی ذمہ داری اپنے ذمہ لی اور تدریس شروع کر دی- دنیاداروں کی طرف کبھی مائل نہ ہوئے آپ کی توجہ صرف (دنیا سے کٹ کر) خدائے لایزال کی طرف ہی رہتی -آپ امراء وحکامِ وقت کے پاس کبھی بھی نہ جاتے اور (آپ **الامر بالمعروف والنھی عن المنکر** (اچھائی کی دعوت اور برائی سے روکنے میں کسی کی پرواہ نہ کرتے اور اللہ تعالیٰ کے راستے میں کسی بھی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرتے) ان صفات محمودہ کی وجہ سے لوگ آپکے معتقد ہو گئے- جس کی وجہ سے آپکے معاصرین مدرسین آپ پر رشک کرنے لگے لیکن آپ فقر ،قناعت ، اور فیض رسانی میں مشغول رہنے پر ثابت قدم رہے-

سفرحجاز مقدس:

یہاں تک کہ آپ کے اندر ۱۲۲۰ھ میں حج بیت اللہ اور روضہ خیرالانام علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت کا شوق بڑھتا گیا تو آپ نے تنہائی اختیار کی اور اپنے گھر سے اللہ اور اس کے حبیب کریم ﷺ کی خاطر رخت سفر باندھا- آپ نے حجاز مقدس کا سفر براستہ موصل دیار بکر، رھی، حلب اور شام سے شروع فرمایا اور ان علاقوں کے بڑے بڑے علماء سے ملاقاتیں فرمائیں اور شام میں عالم بے مثال شیخ المشائخ شیخ الحدیث محمد الکزبری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی صحبت کا شرف حاصل کیا اور آپ نے ان سے حدیث لی اور ان سے حدیث کی سماعت کے بعد انہوں نے آپکو سینے سے لگایا اور اسناد وسلسلہ جلیلہ کی اجازت بھی عطا فرمائی اسی طرح انکے شاگرد اخص شیخ مصطفیٰ کردی سے بھی ملاقات فرمائی - انہوں نے بھی اپنے شیخ محمد الکزبری کی طرح بہت سے امور کی اجازت عطا فرمائی جن میں ایک طریقہ عالیہ قادریہ بھی ہے اسکے بعد آپ نے شام سے مدینہ منورہ کے سفر کا آغاز فرمایا - راستے میں دوسروں کو کھلاتے لیکن خود کچھ نہ کھاتے یوں آپ مدینہ منورہ پہنچے اور آپ نے حضور کی مدح فارسی قصائد سے فرمائی - آپ مدینہ منورہ میں اتنی دیر رہے جتنی دیر حجاج کرام رہتے ہیں- دل میں مسجد نبوی کی محبت کی آگ بھڑک اٹھی - آپ فرماتے ہیں کہ اس دوران میں کسی نیک صالح شخص کی تلاش میں تھا تاکہ وہ مجھے کوئی نصیحت کرے، اور میں اسکی نصیحت پر عمل کروں اور برکت حاصل کروں، تو میری ملاقات ایک یمنی عالم باعمل صاحب استقامت سے ہوئی تو میں نے جاہلوں کی طرح اس سے نصیحت کرنے کی خواہش ظاہر کی تو انہوں نے مجھے بعض چیزوں کے بارے نصیحت فرمائی جن میں سے ایک یہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں اگر تم ظاہراً کوئی کام خلاف شرع دیکھ لو تو کسی کو منع نہیں کرنا میں نے اس نصیحت پر عمل کرنے کا مصمم ارادہ کر لیا لیکن جب میں مکہ مکرمہ پہنچا تو جمعہ کے دن صبح کو میں کعبہ شریفہ حاضر ہوا اور کعبہ شریفہ کی طرف

متوجہ ہو کر ''دلائل الخیرات'' پڑھنا شروع کی تو دیکھا کہ ایک شخص کو دیکھا جس نے کالا جبہ پہنا ہوا تھا، حلیہ اور لباس عوام جیسا تھا اس نے کعبہ شریفہ کو پیٹھ کی ہوئی تھی اور رخ میری طرف تھا- کعبہ اور اسکے درمیان کوئی چیز حائل بھی نہ تھی تو میں سوچنے لگا کہ اس شخص کو کعبہ شریفہ کے آداب کا کوئی خیال نہیں تو اس نے مجھے کہا اے آدمی کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مومن کی عزت واحترام کعبۃ اللہ سے بھی زیادہ ہے (علم ہونے کے باوجود) پھر آپ نے کیوں سوچا کہ میری پیٹھ بیت اللہ کی طرف اور رخ آپکی طرف ہے اور کہا آپ نے اس شخص کی نصیحت نہیں سنی جو مدینہ میں تھا اور تمہیں اس نصیحت پر عمل کرنے کی تاکید نہیں فرمائی تو مجھے یقین ہو گیا کہ یہ شخص اکابر اولیاء میں سے ایک ہیں اور اس طریقے (عوام جیسا لباس پہنے) سے خود کو لوگوں سے چھپاتے ہیں، میں گیا اور ان کے ہاتھوں کا بوسہ لیا اور عفو ودرگزر اور حق تعالیٰ کی طرف رہنمائی کا سوال کیا تو انہوں نے مجھے کہا آپکی کامیابی اس علاقے میں نہیں دیار ہند کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ تمہاری کامیابی اس طرف ہے اور فرمایا کہ یہاں سے ہی تمہیں کامیابی کا اشارہ ملے گا اس پر میں حرمین شریفین کے ہر شیخ سے مایوس ہو گیا-

حج ادا کرنے کے بعد میں دوبارہ ملک شام کو لوٹا وہاں آپ نے دوبارہ شام کے علماء کرام کے ساتھ ملاقات فرمائی اور انکے دلوں کی سیاہی کو دور فرمایا پھر آپ برکات حاصل کرنے کے بعد اپنے وطن دوبارہ لوٹے اور تدریس شروع فرمائی - پہلے سے بھی زیادہ زہد و تقویٰ اختیار فرمایا دل میں شیخ طریقت کا شوق بھی تھا حتیٰ کہ سلیمانیہ کا ایک شخص ہندی جو اس شیخ کے مریدین میں سے تھا[1] جس کی طرف مکہ میں ایک ولی نے اشارہ بھی فرمایا تھا جب وہ شخص آپکے پاس بیٹھا تو آپ نے مرشد کامل کے بارے میں اپنا اشتیاق وطلب ظاہر فرمائی تو اس ہندی نے کہا کہ میرے شیخ جو کامل عالم باعمل اور طریقت کی تمام منازل سے واقف،

---

[1] ان صاحب کا نام مرزا رحیم اللہ بیگ تھا (م ۱۲۶۰ھ) - مجددی-

رشد وہدایت کی باریکیوں پر بخوبی عالم ہے-طریقہ عالیہ نقشبندیہ کے شیخ ہیں تو آپ میرے ساتھ چلیں تا کہ ہم آپکی خدمت میں جہان آباد میں حاضر ہو جائیں- میں نے خود اپنے شیخ سے آپ جیسے شخص کا منزل مقصود تک پہنچنے کا اشارہ سنا ہے تو آپ کے دل میں انکی یہ بات نقش ہوئی ، اور دل میں شیخ موصوف کی خدمت میں حاضر ہونے کا پختہ ارادہ کر لیا تو آپ ۱۲۲۴ھ کو دوبارہ الری کے راستے ہند تشریف لے گئے- پہلے آپ تہران اور ایران کے بعض شہروں کو پہنچے- وہاں آپ نے تہران کے مجتہد جنہوں نے علوم سے حصہ کامل حاصل کیا تھا ملاقات کی شیخ اسمعیل کاشی- آپ اور اسمعیل کاشی کے درمیان اسماعیل کاشی کے کثیر تعداد میں طلبہ کی موجودگی میں ایک طویل بحث ہوئی ،تو آپ نے اسمعیل کاشی کو بالکل لاجواب کر کے ساکت کر دیا تو طلبہ نے کہا کہ اب ہمارے پاس کوئی دلیل نہیں اس واقعہ کو آپ نے عربی کے اس قصیدے میں بھی اشارہ فرمایا ہے جو آپ نے اپنے شیخ کی مدح میں لکھا تھا-

پھر آپ بسطام خرقان ، سمنان اور نیشا پور تشریف لے گئے اور امام طریقت شیخ بایزید بسطامی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی زیارت کی اور انکی مدح فارسی زبان میں قطعہ کے ساتھ فرمائی اور ان شہروں میں دیگر اکابر اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت بھی فرمائی اور طوس بھی تشریف لے گئے وہاں امام علی رضا علیہ الرحمہ کی زیارت بھی فرمائی -آپ نے امام علی رضا کی مدح میں بھی فارسی میں ایک قصیدہ لکھا-شعراء طوس نے قصیدہ پسند نہ کیا اور رد کر دیا- طوس میں بدعات کا ظہور تھا- آپ جلد ہی وہاں سے جام تشریف لے گئے وہاں شیخ المشائخ شیخ الاسلام شیخ احمد جام نامقی قدس سرہٗ کی زیارت کو تشریف لے گئے- آپ نے موصوف کی منظوم مدح فرمائی اس کے بعد آپ شہر ہرات (افغانستان کا ایک صوبہ) میں داخل ہوئے اور ہرات کے علماء کرام کے ساتھ مختلف مسائل پر گفتگو فرمائی -انہوں نے آپکو علم کا ایسا سمندر پایا جس کا کوئی ساحل و کنارا نہیں، انہوں نے آپکی فضیلت کا اقرار کیا آپ نے انکے

مشکل مسائل کو انتہائی احسن انداز سے حل فرمایا- جب آپ ان علماء کرام سے رخصت ہوئے تو راستے میں ایسے دشت و بیابان کی طرف نکلے جہاں انتہائی تجربہ کار آدمی بھی بھٹک جاتا- وہاں کے افغانی خوارج سے شیر بھی خوف زدہ تھے (لیکن اسکے باوجود اس خوفناک راستے میں سفر فرمایا) حتیٰ کہ قندہار، کابل اور دار العلم پشاور پہنچے- یہاں بھی آپ نے علماء کرام کے جم غفیر کے ساتھ ملاقات فرمائی اور انہوں نے علم کلام میں آپ کا امتحان لیا تو علماء کرام نے آپکو علم کلام میں ایک زوردار سیلاب اور موسلا دھار بارش کی طرح پایا، پھر آپ شہر لاہور کے نزدیک ایک قصبہ میں تشریف لے گئے جہاں آپ نے عالم، ولی کبیر اور اپنے شیخ کے پیر بھائی شیخ مولوی ثناء اللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات فرمائی تو آپ نے ان سے دعا کی درخواست کی (آپ فرماتے ہیں) کہ میں نے اس قصبہ میں رات بسر کی -رات کو خواب میں دیکھا کہ ایک بڑے گڑھے میں کودنا چاہتا ہوں- شیخ ثناء اللہ نقشبندی مجھے اپنے مبارک دانتوں سے پکڑ کر اپنی طرف کھینچتے ہیں اور میں آپکے قریب نہیں ہونا چاہتا- جب صبح ہوئی تو میرے خواب بیان کرنے سے پہلے ہی آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی برکت تمہارے شامل حال ہے ہمارے سردار شیخ عبداللہ کی طرف جاؤ (اشارہ کر کے فرمایا) تمہاری کامیابی شیخ عبداللہ کے ہاں ہے (تو میں اس خواب سے جان گیا کہ) انہوں نے مجھے اپنی طرف جذب و مائل کرنے کی تمام باطنی قوت استعمال کی لیکن میرے شیخ کی روحانی قوت کے غالب آجانے پر ایسا نہ کر پائے-

پھر میں اس قصبہ سے چلا یہاں تک کہ (ایک سال کی مدت سفر میں) ہند کے پایہ تخت دہلی معروف بجہان آباد پہنچا میرے پیر و مرشد نے چالیس دن مدت سفر کی مسافت سے پہلے ہی آپ نے اپنے بعض خواص کو میرے حاضر ہونے کی خبر دی جس رات آپ کا ورود

اور اپنے شیخ کی مدح اور آپ تک پہنچنے پر شکر کا اظہار فرمایا آپ کے فارسی زبان میں بھی بہت سے قصائد ہیں، جن میں ایک قصیدہ اپنے شیخ کی مدح سرائی کے بیان میں ہوا ہے اور جب آپ اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو ایک دفعہ پھر آپ نے حوائج سے لاتعلق ہونے اور تمام کے تمام ضروریات سفر مستحقین میں تقسیم فرمایا پھر آپ نے طریقہ نقشبندیہ عالیہ میں دیار ہند کے شیخ المشائخ، غوث الخلائق، معدن الحقائق، منبع الحکم والاحسان والایقان شیخ عبداللہ دہلوی قدس سرہ کے دست مبارک پر بیعت فرمائی۔ بیعت کے بعد آپ اپنے شیخ کی خدمت اور مجاہدات میں مشغول ہوئے تو آپ پر پانچ مہینے بھی نہ گزرے کہ آپ اہل حضور و مشاہدہ میں سے ہوئے۔ شیخ عبداللہ دہلوی نے آپکو صاحب کشف ہونے کی بشارت دی جو مشاہدات جلد ہی دیکھنے میں آئیں مشکل ترین ریاضات کے ساتھ نفس کی خواہشات کو توڑا۔ حتیٰ کہ ایک سال بھی مکمل نہ ہوا کہ آپ فرد کامل ہوئے اللہ جسے چاہے اپنا فضل عطا فرماتا ہے

اللہ تعالیٰ بڑا فضل والا ومہربان ذات ہے کیونکہ سالکین میں سے تو بعضوں کو ایک لحظہ میں ہی وصال (مقام وصل اور خدا تعالیٰ کا حضور) ہو جاتا ہے اور فرد کامل بن جاتے ہیں اور بعضوں کو ایک ساعت میں وصال نصیب ہوتا ہے۔ اور بعضوں کو ایک دن میں بعضوں کو ایک ہفتے میں، بعضوں کو ایک مہینے میں بعض کو ایک سال میں، بعضوں کو کئی سالوں کے بعد نصیب ہوتا ہے۔ جیسے کہ کتاب ''منہاج العابدین'' میں مذکور ہے۔ خاتمہ میں اس سے زیادہ بسط و تفصیل کے ساتھ اس کا ذکر ہو گیا۔ آپ کے پیر و مرشد نے اپنے مریدین واحباب کے سامنے اور آپکی طرف آپ کے شیخ نے جو خطوط لکھے ان میں بھی آپکے کمال ولایت اور منازل سلوک طے کرنے فناء و بقاء کی نعمت سے مشرف ہونے کی گواہی دی ہے۔ شیخ نے آپکو پانچ طریقوں (نقشبندیہ، قادریہ، سہروردیہ، کبرویہ، چشتیہ) میں خلافت نامہ عطا کی اور ارشاد حدیث، تفسیر، تصوف، احزاب واوراد کی اجازت بھی عطا کی، اور شیخ کے اشارہ پر آپ عالم،

فاضل مدرس، واعظ، صوفی کامل، صاحب تالیف، کثیرہ فی التفسیر جنہوں نے روافض کا اپنی بلیغ تحریر کے ساتھ رد فرمایا۔ مولیٰ عبدالعزیز حنفی نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ ابن عالم باعمل ولی کامل ولی اللہ دہلوی حنفی نقشبندی کی خدمت میں حاضر ہوئے انہوں نے بھی صحاح ستہ کی روایات کی اجازت عطا کرنے کے ساتھ بعض احزاب (ورد وظائف) کی بھی اجازت عطا کی۔ اس اجازت نامہ میں آپکی تعریف کچھ یوں فرمائی، طالب حق، بلند ہمت کے مالک، ایک سال خدمت میں رہنے کے بعد انہوں نے انتہائی تاکید کے ساتھ حکم فرمایا کہ آپ ان شہروں میں جائیں تاکہ سالکین کی تربیت کریں۔ آپ حکم کی بجا آوری کی خاطر نکلے اور اپنے وطن کا رخ کیا۔ پچاس دن دوران سفر نہ کچھ کھایا نہ پیا، عبادت ذکر مشاہدہ حق وزہد سے غذا حاصل کرتے رہے، حتیٰ کہ آپ مسقط کی بندرگاہ سے شیراز، لیزد اور اصفہان کے نواح کی طرف نکلے جہاں جاتے حق کی تلقین فرماتے، کئی دفعہ روافض (شیعہ) آپکی پیش کردہ عقلی و نقلی دلائل سے عاجز آ جانے کے بعد آپکو قتل کرنے کے ارادے سے جمع ہوئے تو آپ اچانک ان پر شمشیر براں لائے تو وہ ایڑیوں کے بل لوٹے اور واپس چلے جاتے پھر آپ ہمدان وسنندج آئے ۱۲۲۶ھ میں آپ سلیمانیہ پہنچ گئے تو لوگوں نے آپکا انتہائی احسن طریقے سے استقبال کیا۔

پھر اسی سال شیخ کے اشارہ کے ساتھ ہمارے شہر زوراء تشریف لے گئے تاکہ اولیاء کرام کی زیارت فرمائیں تو پہلے آپ نے غوث اعظم سیدنا شیخ عبدالقادر الجیلی قدس سرہٗ[1] کی زیارت کی، وہیں آپ نے لوگوں کو رشد و ہدایت کی ابتداء فرمائی یہاں آپ پانچ مہینے ٹھہرے پھر آپ اپنے وطن کو روانہ ہوئے اس وقت آپ علم باطن وظاہر میں عظیم رہنما بن گئے تھے، اللہ تعالیٰ کی سنت مبارکہ اس بات پر جاری ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یکتا ہو

---

[1] معلوم ہوا کہ اولیاء کرام کے مزارات پر حاضری اولیاء کرام کا طریقہ ...

اس کے حاسدین پیدا ہو جاتے ہیں جب آپ نے محبوبیت الٰہیہ کو درست طریقہ سے حاصل کیا تو آپ پر ہم وطن اور معاصرین، حسد و عداوت اور بہتان پر اتر آئے اور حاکم کردستان کے پاس آپ کے خلاف ایسی جھوٹی باتیں کی گئیں کہ کان بھی انکے سننے سے پناہ مانگتے ہیں حالانکہ آپ ان تمام باتوں سے بداہتاً بری ہیں۔لیکن اسکے باوجود آپ انکے لیے دعا فرماتے اور ان کے ساتھ بھلائی کرتے لیکن ان لوگوں کے حسد کی آگ ٹھنڈی نہ ہوتی۔آپ کے حسن سلوک کے باوجود انکی شرارتیں زیادہ ہوتی گئیں کہا گیا ہے کہ تمام دشمنیوں کے ازالہ کی امید کی جاسکتی ہے لیکن حسد سے جو دشمنی وجود میں آتی ہے وہ ختم نہیں ہوتی پھر آپ ۱۲۲۸ھ کو دوبارہ بغداد تشریف لے گئے جب آپ وہاں پہنچے تو آپ کے حاسدین اور بہتان تراشوں نے آپکے خلاف (صدق وصواب کے زیور سے خالی) آپ کی تکفیر پر ایک رسالہ لکھا اور بہت سے منکرین کے دستخط و مہر بھی ثبت کر کے والی بغداد سعید پاشا کی طرف بھیجا تاکہ والئ بغداد کو آپکی اہانت اور بغداد سے نکالنے پر برانگیختہ کیا جاسکے اللہ تعالیٰ نے والی بغداد کو انکے حسد و عناد سے آگاہ فرمادیا۔والی صاحب نے بعض علماء کرام کو اس رسالہ پر رد کرنے کا حکم دیا سب سے پہلے مدرسہ علویہ کے سابق مفتی محمد امین آفندی[1] نے رد کیا اور آپکے حق میں ایک بہترین رسالہ تحریر فرمایا۔[2] مفتی حلہ نے آپ کے حق میں جو رسالہ لکھا اس میں علماء بغداد کی مہریں اور دستخط بھی ثبت فرمائے۔پھر منکرین کی طرف ارسال فرمایا تو منکرین کے عناد کی آگ بجھ گئی اور انکی زبانوں کو مفتی حلہ نے یوں لگام دی کہ پھر کبھی بھی منکرین کو آپ پر طعن و تشنیع کی جرأت نہیں ہوئی۔ان تمام امور کے بعد پھر آپ سلیمانیہ گئے تو تمام لوگ آپکے کمالات کے معترف اور محتاج تھے۔

---

۱ حضرت علامہ سید محمد امین معروف بہ ابن عابدین شامی قدس سرہٗ (م ۱۲۵۲ھ) صاحب ''ردالمحتار''

۲ جس کا عنوان ''سل الحسام الهندی لنصرة مولانا خالد النقشبندی'' ہے۔مجددی۔

بالجملہ آپ سے اکراد، کرکوک، اربل، موصل، عمادیہ، جزیرہ، عینتاب، حلب، شام، روم، مدینہ منورہ، مکہ معظمہ، بصرہ، بغداد کے لوگ فیض یاب ہوئے۔آپ نرم، خوش مزاج اور انتہائی اچھے اخلاق کے مالک تھے کبھی بھی آپ کسی کو بلند آواز سے نہ پکارتے۔اور مضر (تکلیف دہ) شے کو راستے میں سے ہٹاتے، اللہ تعالیٰ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ کرتے (اختلافی) مسائل میں احتیاط پر عمل کرتے۔آپ خدمت دین پر بہت زیادہ حریص تھے۔

آپ کی تالیفات:

آپکی تالیفات میں سے مقامات حریری پر ایک بہترین شرح ہے لیکن پایہ تکمیل کو نہ پہنچ سکی اور حدیث جبرائیل علیہ السلام کی شرح بھی لکھی اس شرح میں آپ نے عقائد اسلام کو جمع فرمایا اس کے علاوہ اور بھی بہت سے حواشی تحریر فرمائے اور آپ نے بہت سارے اشعار فارسی زبان میں فرمائے، باقاعدہ آپکی ایک کتاب ''دیوان ازهار الربیع'' کے نام سے موسوم ہے حدیث واصول اور تصوف اور دیگر علوم کی تدریس فرماتے رہے، سالکین کی تربیت انتہائی احسن طریقے سے فرماتے۔لوگوں کو قال و حال اور مال کے ساتھ نفع پہنچاتے اور لوگوں سے بدعتیوں اور گمراہوں کے شکوک وشبہات کا ازالہ فرماتے۔معاصرین ادیب آپکی مدح فارسی و عربی قصائد سے فرماتے۔مشرق ومغرب سے لوگ آپکی خدمت میں حاضر ہوتے۔

آپ کے خوارق وکرامات:

آپکی کرامات میں سے یہ ہے کہ جو شخص آپکی خدمت میں حاضر ہوتا اور ظاہری باطنی آداب کا لحاظ کرتا تو وہ شخص ضرور بالضرور آپ سے مستفیض ہوتا اور آپکے دل میں چھپے

فوری محسوس ہوجاتی، اور اسکا دل دنیاو مال کی محبت سے خالی ہو جاتا اور وہ غفلت کی نیند سے بیدار ہو جاتا اور غفلت سے افاقہ پاتا اور انجام کے بارے میں فکرمند ہو جاتا - یہ حال و کیفیت کامل مردوں کے نصیب میں ہی آتی ہے-

شکر الحمدللہ کہ اس نے ہمیں آپکی خدمت سے مشرف فرمایا اور ہمیں آپکے زمرہ میں داخل فرمایا، اور میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپکے مریدین کو مقصود و مراد کو پانے کے لیے احسان و مہربانی فرمائے، بیشک وہ بڑا مہربان اور جودوانعام فرمانے والا ہے-

اِنَّ الَّذِیْ قُلْتُ بَعْضَ مِنْ مَنَاقِبِهٖ O مَازِدْتُ اِلَّا لَعَلِّی زِدْتُ نُقْصَانًا-[1]

جو میں نے آپکے بعض مناقب بیان کئے، تو میں نے آپکی صفت تو کجا آپکے نقص کو ہی زیادہ نہ کردیا ہو-

آپکے خلفاء کرام:

آپکے خلفاء کرام کا تذکرہ اجمالاً بیان کرنا مناسب ہے تاکہ (طریقہ) خالدیہ کے آثار مرور زمانہ (وقت کے گزرنے کے ساتھ) باقی رہیں آپکے خلفاء میں سے عالم باعمل زاہد کامل صاحب نفس قدسیہ شیخ محمد الامام رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے ۱۲۳۰ھ میں اللہ تعالیٰ کی اس دعوت کو قبول کیا: یَاۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِیْۤ اِلٰی رَبِّکِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً-فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ -سورہ البلد، پارہ-۳۰

ترجمہ: اے اطمینان والی جان، اپنے رب کی طرف لوٹ جا کہ تو اس سے راضی، وہ تجھ سے راضی، پھر میرے خاص بندوں میں داخل ہو اور میری جنت میں آ-

[1] عالم محقق شیخ عثمان بن سند المالکی مدرس بصرہ نے آپکی تائید میں ایک رسالہ تحریر فرمایا جس مین سے بہت سے اشعار آپکے حق میں اس کتاب میں بھی تھے، بندہ نے اختصار کی خاطر انکا ترجمہ نہ کیا-سلطان احمد غفرلہ الاحد

لبیک کہا اور سید الطائفہ حضرت جنید بغدادی قدس سرہ کے گنبد کے غربی جانب دیوار کے تحت سپرد خاک کئے گئے لیکن قبور میں آپکی قبر مبارک پر شاعر کا یہ شعر صادق آتا ہے-

مَسَاکِیْنُ اَهْلِ الْعِشْقِ حَتّٰی قُبُوْرَهُمْ عَلَیْهَا تُرَابُ الذِّلِّ

اہل عشق کی رہنے کی جگہیں تو کجا انکی قبروں کی مٹی بھی خوار ہوتی ہے-[1]

آپکے خلفاء میں عالم باعمل منبع حیا مجمع محاسن، سید عبداللہ قادری ھکاریہ، کے شہر شمزین کے رہنے والے تھے جو ۱۲۲۹ھ کو بقصد سلوک بغداد تشریف لائے ہمارے شیخ کے دست اقدس پر منازل سلوک طے کرنے کے لیے کافی دیر تک شیخ کی خدمت میں رہے حتیٰ کہ آپ کامیابی کی طرف گامزن ہوئے تو آپ نے انکو خلافت عطا فرمائی فی الحال وہ اپنے وطن میں سالکین کی تربیت فرمارہے ہیں- اس علاقہ کے بہت سے لوگ آپ سے مستفیض ہوئے- اللہ تعالیٰ اس علاقے کے لوگوں کو آپ کے فیوضات سے مزید مستفیض فرمائے- آپکے خلفاء میں توحید کے سمندر کے تیراک، شیخ عبدالرحمٰن الکردی جو شام میں مریدین کی رہنمائی فرمارہے ہیں خلفاء کرام میں سے عالم محقق فاضل مدقق ماہر علوم نقلیہ وعقلیہ سالک طریقہ نقشبندیہ کے مجاہد ملا محمد قزلری علیہ الرحمہ، خلفاء میں سے عالم فاضل مدرس علوم شیخ ملا مصطفیٰ کلعنبری، اب بھی آپ اپنے محلے میں تدریس اور مریدین کی رشد وہدایت میں مشغول ہیں- خلفاء میں سے عالم صالح محقق فی العلوم شیخ ملا عباس کویتی جو فی الحال بھی اپنے وطن میں تدریس کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں- خلفائے میں سے عالم ابن عالم محقق ذکی مدقق شیخ عبدالوہاب سوسئی ہیں، فی الحال عمادیہ میں طریقہ نقشبندیہ میں مریدین کی تربیت فرمارہے ہیں، خلفاء میں سے عالم باعمل شیخ سید عبدالقادر برزنجی خلفا میں سے عالم مدرس محقق متواضع شیخ ملا ہدایۃ اللہ اربلی، خلفاء میں سے عالم ذکی شیخ اسماعیل برزنجی فی الحال سلیمانیہ کے قرب وجوار میں ایک قریہ میں

[1] اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ آپکی قبر خراب حالت میں ہے دوسری قبریں اس سے بہتر حالت میں ہیں-۱۲اس

مریدین کی تربیت وتدریس میں مشغول ہیں-منازل سلوک طے کرنے دور دراز علاقے کے مسافر ملاعبداللہ حنفی ھروی[1] آپ متعدد سال ہمارے شیخ کی خدمت میں رہے، خلفاء کرام میں سے حافظ قرآن عابد زاہد شیخ ملا ابوبکر بغدادی ہیں، خلفاء میں سے فقیہ عابد زاہد جوتمام عمر علم وتقویٰ وعبادت میں مشغول رہے ملاموسیٰ جبوری بغدادی فی الحال آپ خدمت خلق میں مشغول ہیں-خلفاء کرام میں سے عالم محقق صابر شاکر سید عبدالغفور بغدادی بھی ہیں-

بہت سارے اکابر علماء شرفاء ادباء فضلا کا ذکر نہیں کیا-میں نے اجمالاً ان چند خلفاء کے ذکر پر اکتفاء کیا یہ مقام تفصیل کا نہیں، یہ تو سمندر میں سے ایک قطرہ ہے-اللہ تعالیٰ ہمیں آپ کے خلفاء کی محبت نصیب فرمائے، انکی محبت بلند درجات کا سبب ہے-

سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلٰمٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ (سورۃ الصّٰفّٰت، آیت ۱۸، پارہ ۲۳)

پاک ہے تمہارا، عزت والا رب ان (کفار) کی باتوں سے اور سلام ہے پیغمبروں پر اور سب خوبیاں اللہ کیلئے ہیں جو سارے جہان کا رب ہے-

تمت بالخیر-بروز اتوار ظہر سے پہلے ۲۰ر شعبان المعظم ۱۲۳۴ھ بندہ ضعیف حقیر محمد بن مرحوم ملاسلیمان بن مراد بن عبدالرحمٰن بن عبداللہ بغدادی حنفی نقشبندی، اللہ تعالیٰ اسکی بخشش فرمائے جس نے اس کتاب کے مؤلف اور اسکی تالیف میں سبب بننے والوں کے لیے دعا کی اور اللہ تعالیٰ اسکی بھی بخشش فرمائے جس نے تعصب کو چھوڑ کر انصاف کی نظر کے ساتھ اس کتاب کا مطالعہ کیا اور اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کی بخشش فرمائے-

اختتام، ترجمہ: ۲۰۰۰-۸-۲۵ طالب دعا **سلطان احمد افغانی** نقشبندی غفرلہ

تکمیل تصحیح ونظر ثانی: شب ۱۳ر رجب المرجب ۱۴۲۱ھ/۱۱/۱اکتوبر، ۲۰۰۰ (**محمد شہزاد مجددی سیفی غفرلہٗ**)

---

[1] [illegible]

بسم اللہ الرحمن الرحیم○

احسن الطريقة
فی
تخريج احاديث الحديقة

تخريج احاديث

محمد شهزاد المجددی السيفی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نمبر شمار	تخریج احادیث مقدمه	صفحه نمبر کتاب

1 إِنَّ الْعُلَمَاءَ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاء— 17

سنن ابي داؤد، ص:۳۱۷ كتاب العلم، سنن ابن ماجه، ج:۱/۲۲۳ جامع الترمذى، سنن دارمى-

2 اِذَا رُءُ وْاذُكِرَاللّٰه— 17

سنن ابن ماجه الجلد الثانى، ص:۱۳۷۹، كتاب الزهد-مجمع الزوائد، ص: ۱۰/۸۱-۱۰/۷۸-الجامع الصغير، ۲/۷-

3 قال :امام دارالهجرة مالک بن انس رحمة 19
الله عليه :مَنْ تَفَقَّهَ وَلَمْ يَتَصَوَّفْ فَقَدْ تَفَسَّقَ ،
وَمَنْ تَصَوَّفَ وَلَمْ يَتَفَقَّهَ فَقَدْ تَذَنْدَقَ، وَمَنْ جَمَعَ
بَيْنَهُمَا فَقَدْ تَحَقَّقَ—

مرقاة المفاتيح، ج:۱، ص:۳۱۳، مطبوعہ ملتان-

تخريج احاديث كتاب

4 لَعَنَ اللّٰهُ مَنِ انْتَسَبَ اِلَى غَيْرِ اَبِيْهِ -----الخ 32
عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ— من
اِنْتَسَبَ اِلَى غَيْرِ اَبِيْهِ او تولى غيرمواليه فعليه
لعنة اللّٰه والملٰئكة والناس اجمعين—

سنن ابن ماجه المجلد الثانى، ص: ۸۷۰، كتاب الحدود ،صحيح بخارى كتاب المناقب،

سنن ابن ماجه المجلد الثانى، ص:۸۷۰ كتاب الحدود مشکوٰۃ، ص: ۲۸۷، عن سعد بن وقاص (متفق علیہ) صحیح مسلم کتاب الایمان، جلد اول، ص:۵۸

5 مَاصَبَّ اللّٰهُ فِىْ صَدْرِىْ شَيْأً اِلَّا وَصَبَبْتُهُ فِىْ 34
صَدْرِ اَبِىْ بَكْرٍ رَضِىَ اللّٰهُ عَنْهُ

(موضوعات کبیر ص ۱۰۶، مطبوعہ مطبع مجتبائی دھلی، ۱۳۱۵ھ اشعات اللمعات جلد ۴، ص:۶۳۴، مطبوعہ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر، پاکستان- الحاوى للفتاوى، جلد:۲، ص:۴۲-

6 من قال حين يدخل السوق: لَااِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ 42
لَاشَرِيْكَ لَهٗ- لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ يُحْيِ
وَيُمِيْتُ وَهُوَ حَىٌّ لَّايَمُوْتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ كُلُّهٗ،
وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ- كَتَبَ اللّٰهُ لَهٗ ألف
اَلْفِ حَسَنَةٍ، وَمَحَا عنهُ اَلْفَ اَلْفِ، سَيِّئَةٍ—وبنىٰ
لهٗ بيتاً فى الجَنَّةِ—

جامع الترمذی جلد ثانی، ص:۱۸۱، باب الدعوات-سنن ابن ماجه الجلد الثانى، ص:۷۵۲ كتاب التجارات رقم، ۲۲۳۵، عن عمر ابن الخطاب-مشکوٰۃ، ص:۲۱۴-

7 اَلْعَابِدُ الَّذِىْ يَقُوْلُ لَهُ الْحَقُّ سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى 58
اُدْخُلُ الْجَنَّةَ بِرَحْمَتِىْ فَيَقُوْلُ يَارَبِّ بَلْ بِعَمَلٍ

مجمع الزوائد جلد ۱۰، ص:۳۵۸ (مطبوعہ بیروت) عن واثلة بن الاسقع بالفاظ مختلفة-

7 خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ ثُمَّ الَّذِيْنَ يَلُوْنَهُمْ ثُمَّ الَّذِيْنَ 61
يَلُوْنَهُمْ
صحیح بخاری کتاب الشھادات، فضائل اصحاب النبی ،صحیح مسلم فضائل
الصحابہ جلد نمبر۲-

8 اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ قَلْبٍ لَايَخْشَعُ و نَفْسٍ 62
لَاتَشْبَعُ وَمِنْ عِلْمٍ لَايَنْفَعُ- 107,110
(سنن نسائی کتاب الاستعاذہ ص:۷۷۵،رقم ۵۴۶۸مطبوعہ بیروت-صحیح مسلم
ج:۲،ص:۳۵۰،عن زید بن ارقم-سنن ابن ماجہ ص:۹۲/۱،عن ابی ھریرۃ وابن
عمروالجامع الصغیر للسیوطی،ص:۵۶،جزءاول مطبوعہ بیروت-

9 كُلُّ عِلْمٍ وَبَالٌ عَلَى صَاحِبِهِ اِلَّا مَنْ عَمِلَ بِهِ- 62
کنوز الحقائق فی حدیث خیر الخلائق للامام عبدالرؤف المناوی علی ھامش
الجامع الصغیر،ص:۱/۴۰-الجامع الأزھر فی حدیث النبی الانور الجزء الثانی
ص:۴۸،مطبوعہ القاھرۃ،۱۹۸۰ءللامام المناوی،فیہ ہانی بن المتوکل،قال
ابن حبان لایحل الاحتجاج بہ

10 اَشَدُّ النَّاسِ عَذَابًا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَالِمٌ لَمْ يَنْفَعْهُ 63
بِعِلْمِهِ
(الجامع الصغیر،ص:۱/۴۲-عن ابی ھریرۃ الجامع الأزہر للمناوی ص:۱/۸۶

11 اَلَّذِيْنَ اِذَا رُؤُوْا ذُكِرَ اللّٰهُ:هُمْ جُلَسَاءُ اللّٰهِ – 78
سبق تخریجہ-

12 خَيْرُ الذِّكْرِ الْخَفِيُّ وَخَيْرُ الرِّزْقِ مَايَكْفِيْ 85

(مجمع الزوائد،۱۰/۸۱،کتاب الزھد للامام احمد،ص:۴۸،مطبوعہ دار الفکر
الجامعی اسکندریہ-الجامع الصغیر،ص:۲/۸(صح)عن سعد-اللآلی المنثورۃ
للامام محمد الزرکشی،ص:۱۵۱(بیروت)مختصر مقاصد الحسنہ ،ص:۱۲۲، رقم
۴۲۹(بیروت)

13 مَابَالُ اَقْوَامٍ يَفْعَلُوْنَ كَذَا - 98
صحیح بخاری کتاب الادب، کتاب الاعتصام، باب المساجد فی البیوت، صحیح
مسلم، باب المساجد، باب الفضائل-

14 لَايَكُوْنُ الْعَالِمُ عَالِماً حَتّٰى يَكُوْنَ بِعِلْمِهٖ عَامِلًا○ 99,113
عن ابی الدرداء سنن الدارمی الجزء الاول ص:۶۲،مطبوعہ مکۃ المکرّمۃ-

15 من احب ان يتمثل لهٗ الناس قياماً فليتبوّأ
مقعدهٗ النّار
سنن ابی داؤد الجلد الرابع، ص:۳۵۸، رقم ۵۲۲۹-مختصر مقاصد
ص:۲۰۸،رقم ۹۶۴،الجامع الصغیر،ص:۲/۱۶۰،(ح)عن معاویۃ-

16 اِنَّكُمْ فِيْ زَمَانٍ مَنْ تَرَكَ مِنْكُمْ عُشْرَ مَا اُمِرَ بِهٖ 108
هَلَكَ ثُمَّ يَاتِيْ زَمَانٌ مَنْ عَمِلَ مِنْهُمْ بِعَشْرٍ
مَااُمِرَ بِهٖ نجىٰ-
الجامع الترمذی، کتاب الفتن ج:۲،ص:۵۲،عن اَبی ہُریرۃ مطبع کراچی
مشکوٰۃ المصابیح،ص:۳۱،الجامع الصغیر،۱/۱۰۱-

17 اِنَّ الْاِيْمَانَ لَيَخْلُقُ فِيْ جَوْفِ اَحَدِكُمْ كَمَا 108
يَخْلُقُ الثَّوْبَ فَاسْئَلُوا اللّٰهَ اَنْ يُّجَدِّدَ الْاِيْمَان-

مجمع الزوائد للامام نور الدین علی الهیثمی، ج:۱، ص:۵۲، عن عبداللہ بن عمرو اسنادہ حسن-الجامع الصغیر:۱/۴۸-

18 عن ابی هریرة قال: قال رسول الله ﷺ: یقول الله عزّ وجل! انا عند ظن عبدی بی وانا معهٗ حین یذکرنی فان ذکرنی فی نفسهٖ ذکرتهٗ فی نفسی وان ذکرنی فی ملأ ذکرتهٗ فی ملأ خیر منهم ....الخ — 84

صحیح مسلم: ص، ۳۴۲ جلد ثانی مطبوعہ کراچی

صحیح البخاری، ص ۱۱۰۱، المجلد الثانی طبع کراچی

19 من احب قوماً حشره الله فی زمرتهم۔ — 91

الجامع الصغیر، ص:۲/۱۶۰، (طب) والضیاء عن ابی قرصافہ-

20 اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ فِیْ قَلْبِیْ نُوْرًا وَفِیْ بَصَرِیْ نُوْرًا وَفِیْ سَمْعِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَمِیْنِیْ نُوْرًا وَعَنْ یَسَارِیْ نُوْرًا وَفَوْقِیْ نُوْرًا وَتَحْتِیْ نُوْرًا وَاَمَامِیْ نُوْرًا وَخَلْفِیْ نُوْرًا وَاجْعَلْ لِّیْ نُوْرًا ○ — 91

صحیح البخاری کتاب الدعوات-صحیح مسلم، ج:۱، ص:۲۶۱، عن ابن عباس طبع کراچی-

21 المُنبَتُّ لا ارضاً قطع ولا ظهراً ابقیٰ--- لم اجدهٗ فی کتب الحدیث۔ — 118

مختصر المقاصد الحسنۃ-ص ۲۰۷، حدیث رقم (۹۵۹)

وفی الفتوحات الإلٰهیة ---ص ۲۱۸ رواہ البزار عن جابر-کشف الخفاء ۱/۳۰۰ رقم ۷۹۴

تمییز الطیب من الخبیث رقم:۱۳۰۲، ص:۱۷۴

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سلوک مجددیہ

مصنف

علامہ سید ابوالحسنات محمد عبداللہ محدث دکن قدس سرہ العزیز

تحقیق وتدوین

حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد شہزاد مخلص المجددی سیفی

ناشر

دارالاخلاص

49-ریلوے روڈ لاہور

مقدمہ

استاذ العلماء حضرت مولانا عبدالحکیم شرف قادری

(شیخ الحدیث جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور پاکستان)

نحمده و نصلی و نسلم علیٰ رسوله الکریم و علیٰ آله و اصحابه اجمعین

کائنات کا تمام نظام مشیت ایزدی کے تابع ہے، جو شخص بھی کوئی اچھا کام کرتا ہے اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی اس کے شامل حال ہوتی ہے، اس نے کسی کو حدیث کی خدمت کیلئے پیدا کیا، کسی کو تفسیر کی خدمت کی توفیق بخشی، کسی کو فقہ کی تدوین و اشاعت کا اعزاز بخشا، ہمارے ائمہ احناف کی توجہ زیادہ تر کتاب و سنت اور اجماع و قیاس سے مسائل فقہ کے استنباط اور استخراج کی طرف رہی اور یہ بدیہی بات ہے کہ قرآن و حدیث کے علم کے بغیر دینی مسائل کا استنباط نہیں ہو سکتا، علم فقہ ادلہ اربعہ (کتاب و سنت، اجماع اور قیاس) سے حاصل کئے جانے والے مسائل کے مرتب مجموعے کا ہی نام ہے۔

تاہم امام اعظم ابوحنیفہ (۱۵۰ھ) رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی روایت کردہ احادیث کا مجموعہ جامع المسانید کے نام سے دستیاب ہے، امام محمد بن حسن شیبانی (۱۸۹ھ) کی تصانیف مؤطا امام محمد اور کتاب الآثار معروف و مشہور ہیں، امام طحاوی کی شرح معانی الآثار بڑی اہمیت کی حامل ہے، امام علامہ بن ہمام نے فتح القدیر اور علامہ بدرالدین عینی نے مقامات شرح مشکوٰۃ میں، شیخ محقق شاہ عبدالحق محدث دہلوی نے لمعات اور اشعۃ اللمعات میں، امام احمد رضا بریلوی نے فتاویٰ رضویہ میں کتاب و سنت کی روشنی میں فقہ حنفی کی بھرپور تائید و توثیق کی ہے، علامہ زبیدی نے عقود الجواہر المنیفہ میں حدیث کی مشہور کتابوں سے احناف کے دلائل جمع کر دیئے ہیں، ماضی قریب میں امام احمد رضا بریلوی کے خلیفہ اور شاگرد ملک العلماء مولانا علامہ ظفر الدین بہاری نے چھ جلدوں میں صحیح البہاری کے نام سے عظیم

الشان کتاب لکھی جس میں تقریباً پچاس ہزار احادیث جمع کر دی گئی ہیں، مسلک اہل سنت و جماعت اور مذہب حنفی کے دلائل کا شاندار مجموعہ ہے لیکن افسوس کہ اس کی صرف ایک جلد چھپ سکی ہے جو کتاب الطہارۃ اور کتاب الصلوٰۃ پر مشتمل ہے۔

دینی مدارس میں عرصہ دراز سے مشکوٰۃ المصابیح پڑھائی جارہی ہے جو اپنی جامعیت کے لحاظ سے بڑی اہم کتاب ہے چونکہ مشکوٰۃ اور مصابیح کے مصنف شافعی ہیں، اس لئے اختلافی مقامات پر وہی احادیث لائے ہیں جن سے حضرات شافعیہ استدلال کرتے ہیں، یہ ضرورت بڑی شدت سے محسوس کی جارہی تھی کہ طلباء کو پڑھانے کیلئے مشکوٰۃ شریف کے انداز پر ایک کتاب لکھی جائے جس میں وہ احادیث جمع کر دی جائیں جن سے فقہائے احناف استدلال کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت محدث دکن، حضرت علامہ ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ علیہ کو عطا فرمائی، انہوں نے ''زجاجۃ المصابیح'' کے نام سے تقریباً اڑھائی ہزار صفحات پر مشتمل پانچ جلدوں میں کتاب تصنیف فرمائی جسے حنفی مشکوٰۃ کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ اس کتاب کو دینی مدارس کے نصاب میں شامل کیا جائے اور اس کی زیادہ سے زیادہ اشاعت کی جائے۔ خوشی کی بات یہ ہے کہ فرید بک سٹال لاہور کی طرف سے یہ کتاب اردو ترجمہ کے ساتھ شائع کی جارہی ہے، اس کتاب کی اشاعت سے اہل علم قارئین کو پتہ چلے گا کہ فقہ حنفی کس قدر مضبوط دلائل کی بنیاد پر استوار ہے۔

علامہ عبدالفتاح ابوغدہ، ملک شام کے شہر حلب کے رہنے والے اور علامہ زاہد الکوثری کے شاگرد ہیں۔ انہوں نے حج کے موقع پر زجاجہ کی پہلی جلد دیکھی تو حضرت مصنف کو مکتوب ارسال کیا، جس میں انہوں نے لکھا:

مجھے یہاں حضرت والا کی تصنیف منیف زجاجۃ المصابیح کی جلد اول دستیاب ہوئی، جس کی وجہ سے میری بصر اور بصیرت دونوں روشن ہوگئے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بیش بہا نعمت سے جو نوازا ہے اس پر میں نے اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کیا، اللہ تعالیٰ آپ

کواس کارخیر پر اسلام اور حضرات احناف کی طرف سے جزاءِ غیر عطا فرمائے۔

۱۴-محرم ۱۳۷۷ھ   الفقیر الی اللہ۔ عبدالفتاح ابوغدہ

فقیہ ہرات مولانا ابونصر محمد اعظم برناہادی، زجاجہ کی دو جلدوں کا مطالعہ کر چکے تھے۔ تیسری جلد وصول ہونے پر انہوں نے اظہار مسرت کرتے ہوئے لکھا:

زجاجہ کی دو جلدوں کی تدریس نے میری آنکھوں کو ٹھنڈک بخشی اور اب تیسری جلد کی وصولی میرے دل کی کشادگی اور شرح صدر کا سبب بن رہی ہے، یہ کتاب درحقیقت صحیح ترین احادیث کا ذخیرہ ہے، مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے کہ مجھے ایسا بحر ذخائر حاصل ہو گیا ہے جو میرے لئے بالکل کافی ہے، احناف کیلئے واضح حجت ہے، جہالت اور تنقید کی بیماریوں کیلئے قانون ہے اور مذہب حنفی کی توثیق میں جواب قاطع ہے۔ اللہ تعالیٰ مؤلف اور اس کتاب کی طباعت اور اشاعت میں مدد کرنے والوں کو جزاء خیر مرحمت فرمائے۔ (آمین)

مولانا ابوالحسن زید فاروقی (دہلوی) نے اپنے تاثرات کا اظہار یوں کیا ہے:

''مصابیح ہو یا مشکوٰۃ ان کے موقف شافعی ہیں اور جن کتابوں سے مصابیح اور مشکوٰۃ کی تالیف ہوئی ہے وہ شوافع ہیں لہٰذا ان میں حضرت امام عالی مقام امام حنیفہ کی ایک روایت کا بھی ذکر نہیں۔ ہمارے علماء احناف نے ان کتابوں کی شرح یا حاشیہ لکھ کر حنفی مذہب کے استدلالات لکھتے ہیں۔ ۷۳۷ھ سے ۱۳۶۸ھ تک احناف کسمپرسی کی حالت میں رہے، مرقات، لمعات اور اشعة اللمعات کو ہر شخص خرید نہیں سکتا۔ وہابیت اور غیر مقلدی کے اسباب پوری طرح اثر انداز ہوتے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لطف و کرم سے محدث دکن کو توفیق دی کہ وہ حنفی مذہب کے استدلالات احادیث شریفہ کی مستند کتابوں سے جمع کریں۔ تقریباً بیس سال سے یہ کتاب عاجز کے پاس ہے اور جب بھی اس کتاب کو دیکھتا ہوں محدث دکن کیلئے دعائے خیر کرتا ہے قدس اللہ سرہ نور ضریحہ۔

حریفاں بادہا خوردند و رفتند
تہی خم خانہ ہا کردند و رفتند

سات سو سال پہلے جس شئی کی تمنا احناف کو تھی اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم سے اب وہ ہمارے ہاتھ میں ہے۔ حضرت محدث دکن نے وہ کام کیا جو سات سو سال سے کوئی حنفی نہیں کر سکا۔ اس کتاب کی اشاعت سے غیر مقلدی اور وہابیت کے اثرات پھیلنے سے ان شاء اللہ بند ہو جائیں گے۔ عاجز نے مختصر طور پر چند سطرین لکھ دی ہیں۔ علماء کرام اس کتاب کو دیکھیں اور مدارس عربیہ میں اس کو داخل نصاب کریں۔

وفقنی اللہ وایاہم لما یحبہ ویرضاہ۔ چہارم شنبہ ۲۲ صفر ۱۴۱۱ھ 12 ستمبر 1990ء

☆☆☆

حضرت محدث دکن رحمتہ اللہ علیہ

حضرت علامہ ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری کی ولادت باسعادت دس ذوالحجہ ۱۲۹۲ھ (1876ء) بروز جمعتہ المبارک حیدرآباد دکن میں ہوئی۔ اسی سال حیدر آباد کے مشہور جامعہ نظامیہ کی بنیاد رکھی گئی۔ آپ کا سلسلہ نسب چوالیس واسطوں سے امام عالی مقام سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔ آپ کے جد اعلیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ایماء پر حجاز سے مقدس بیجاپور، ہندوستان تشریف لائے، عادل شاہی دور میں شاہی فرمان کے مطابق تعلقہ نلدرگ، ضلع عثمان آباد، مہاراشٹر میں قیام پذیر رہے، آپ کے والد ماجد مولانا حافظ سید مظفر حسین نقشبندی حیدرآباد دکن میں منتقل ہوگئے اور وہیں ان کا وصال ہوا۔

یوں تو اس وقت حیدرآباد دکن اسلامی علوم ومعارف کا مرکز تھا۔ ہر شہر اور گاؤں میں اولیاء کرام علماء فقہاء اور شعراء موجود تھے، حضرت علامہ کا خانوادہ بھی علمی و دینی اور روحانی اعتبار سے ممتاز حیثیت رکھتا تھا، آپ کے والد ماجد نہ صرف عالم وفاضل تھے بلکہ سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں حضرت مسکین شاہ نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ (متوفی ۱۳۱۴ھ) کے مرید اور خلیفہ تھے، آپ کی والدہ ماجدہ حضرت شہزادہ قادری المعروف ہونٹ کٹے شاہ کی صاحبزادی اور عابدہ زاہدہ خاتون تھیں۔

حضرت علامہ سید عبداللہ شاہ کی تعلیم وتربیت کا آغاز بڑے اہتمام سے ہوا۔ غلام ربانی محب رسول مقبول حضرت عاقبت شاہ رحمتہ اللہ علیہ نے بسم اللہ شریف پڑھائی۔ حیدر آباد کے مشہور فضلاء سے علوم دینیہ کی تحصیل کی، آپ کے چند اساتذہ کے نام یہ ہیں۔

☆ شیخ الاسلام، فضیلت جنگ مولانا انوار اللہ خان فاروقی، بانی جامعہ نظامیہ، حیدرآباد دکن

☆ مولانا منصور علی خان

☆ مولانا حبیب الرحمٰن، بیدل سہارنپوری

☆ مولانا محمد یٰسین

☆ مولانا حکیم عبدالرحمٰن سہارنپوری

آخر الذکر بزرگ کے واسطے سے آپ کی سند حدیث شاہ محمد اسحاق دہلوی تک پہنچتی ہے۔ حضرت سید عبداللہ شاہ رحمتہ اللہ علیہ حضرت پیر سید محمد بادشاہ بخاری کے دست اقدس پر بیعت ہوئے اور شرف خلافت سے مشرف ہوئے، آپ کے مرشد گرامی حضرت شاہ سعد اللہ کے مرید اور خلیفہ تھے۔ حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں فرمایا تھا سعد اللہ تم دکن جاؤ، شاہ سعد اللہ، حضرت شاہ غلام علی دہلوی نقشبندی کے مرید اور شاہ ابوسعید مجددی کے خلیفہ تھے۔ رحمہم اللہ تعالیٰ شریعت وطریقت کی منزلیں طے کرنے کے بعد حضرت ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نے تمام زندگی مسجد علی آقا حسینی علم، حیدرآباد میں مخلوق خدا کی رہنمائی اور علوم دینیہ کی خدمت میں گزار دی۔

حضرت علامہ سید عبداللہ شاہ، صحیح معنوں میں یادگار اسلاف تھے، اتباع سنت میں راسخ قدم تھے، پانچوں وقت کی نماز کی خود امامت فرماتے، نماز فجر کے بعد ڈیڑھ گھنٹہ حلقہ ذکر قائم کرتے، نماز اشراق ادا کرنے کے بعد گھر تشریف لے جاتے، ناشتہ کے بعد ظہر تک خواتین کو تلقین کرتے، بعض خواتین حلقہ ارادت میں داخل ہوتیں، اس دوران عقیدت مند حاضر ہوکر فیض یاب ہوتے۔ رمضان المبارک میں خاص اہتمام فرماتے، پیرانہ سالی کے باوجود باقاعدہ روزہ رکھتے، تراویح ادا کرتے، نماز تہجد میں ختم قرآن پاک کا اہتمام کرتے اور آخری عشرے میں اعتکاف بیٹھتے۔

اللہ تعالیٰ نے عبادت وریاضت کے ذوق کے ساتھ ساتھ تصنیف وتالیف کا بھی بہترین ملکہ عطا فرمایا تھا، عربی، فارسی اور اردو پر یکساں قدرت رکھتے تھے، تحریر اتنی سلیس اور شگفتہ تھی کہ معمولی پڑھا ہوا آدمی بھی ان کے بیان کردہ مطالب کو سمجھ لیتا ہے، ان کی تصانیف

درج ذیل ہیں:

۱) زجاجتہ المصابیح:- (عربی) پانچ جلدوں میں ہندوستان اور پاکستان سے چھپ چکی ہے۔ ''اس کا مختصر تعارف اس سے پہلے بیان کیا جاچکا ہے''۔ اس کے اردو ترجمہ کی آٹھ جلدیں چھپ چکی ہیں، ابھی نصف کتاب کا ترجمہ ہونے والا ہے۔

۲) سلوک مجددیہ:- سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ کے سلوک پر اہم کتاب

۳) یوسف نامہ:- (گلدستہ طریقت) تفسیر سورہ یوسف علیہ السلام

۴) گلزار اولیاء تذکرہ اولیاء نقشبندیہ

۵) فضائل نماز

۶) علاج السالکین

۷) کتاب الجنۃ

۸) میلاد نامہ

۹) معراج نامہ

۱۰) شہادت نامہ

۱۱) مواعظ حسنہ

اللہ تعالیٰ نے آپ کو چار صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ بڑے صاحبزادے مولانا ابوالبرکات سید شاہ خلیل اللہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ، حضرت کے جانشین تھے۔ ۱۹۹۲ء کے آخر میں وصال فرماگئے۔ ان کے جنازہ میں تقریباً دو لاکھ افراد نے شرکت کی۔ دوسرے صاحبزادے میاں سید احمد صاحب مہاراشٹر (انڈیا) میں مقیم ہیں، تیسرے صاحبزادے میاں سید حبیب اللہ قادری رحمۃ اللہ تھے، چوتھے صاحبزادے میاں سید شاہ رحمت اللہ قادری ایم اے عثمانیہ، حیدرآباد دکن میں مقیم ہیں۔

شیخ طریقت محدث دکن نے درج ذیل حضرات کو خلافت واجازت سے سرفراز فرمایا:

۱) مولانا ابوالبرکات سید خلیل اللہ شاہ رحمۃ اللہ تعالیٰ (فرزند اکبر)

۲) مولانا سید رحمت اللہ شاہ (فرزند اصغر)

۳) مولانا سید عبدالروٴف رحمۃ اللہ (خواہرزادہ اور داماد)

۴) حضرت سید غلام جیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ (مدفون اورنگ آباد، احاطہ ۵) حضرت شاہ سراج رحمۃ اللہ تعالیٰ

۶) حضرت حافظ صدیق حسین رحمۃ اللہ تعالیٰ

۷) جناب عبدالرزاق امام وخطیب مسجد شہامت جنگ، موسیٰ باؤلی حیدرآباد۔

۸) جناب صاحبزادہ میر لطف علی خان رحمۃ اللہ تعالیٰ

۹) پروفیسر (ڈاکٹر) محمد عبدالستار خان، سابق صدر شعبہ عربی، جامعہ عثمانیہ، حیدرآباد دکن۔

محدث دکن حضرت علامہ ابوالحسنات سید عبداللہ شاہ نقشبندی قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ کا وصال ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۸۴ھ، 27 اگست 1964ء بروز جمعرات بوقت اشراق ہوا، آخری آرامگاہ مصری گنج، حیدرآباد دکن نقشبندی میں ہے۔

۱) مولانا حافظ سید مظفر حسین نقشبندی (۰۰-۱۳۵۳ھ) عالم محدث فقیہ صوفی، تحصیل علوم کے بعد دفتر معتمدی، حکومت آصفیہ میں ملازمت اختیار فرمائی۔ حیدرآباد کی ایک مجذوبہ کی تصرف سے منصب بھی جاری ہوئی جو ہمارے حضرت محدث دکن پر بھی جاری رہی۔ آپ طریقت میں حیدرآباد کے معروف شیخ حضرت مسکین شاہ قدس اللہ سرہ کے مجاز تھے۔ شاہ راجو قتال حسینی نبیرہ حضرت خواجہ بندہ نواز قدس سرہ کے احاطہ واقع بیرون فتح دروازہ جانب شمال اپنے چند اقرباء کے ساتھ آرام فرما ہیں نور اللہ مضاجعھم۔ ابوالخیرات غفرلہ ۱۲

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

التماس

حمد و نعت

خدا در انتظار حمد مانیست
محمدؐ چشم بر راہ ثنا نیست

خدا مدح آفرین مصطفیٰؐ بس
محمدؐ حامد حمد خدا بس

مناجاتے اگر باید بیاں کرد
بہ بیتے ہم قناعت می تواں کرد

محمدؐ از تو می خواہم خدا را
خدایا از تو حب مصطفیٰؐ را

دگر لب و امکن مظہر فضویست
سخن از حاجت افزوں تر فضویست

حق سبحانہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے حامل علوم شریعت ہادی راہ طریقت واقف رموز حقیقت غواص بحر معرفت حضرت مولنا، مرشدنا الحاج سید عبداللہ شاہ صاحب قبلہ نقشبندی مجددی و قادری ادام اللہ برکاتہ و فیوضہ کی جس قدر تصانیف و مولفات حدیث تفسیر و اخلاقیات و تصوف وغیرہ میں شائع اور مقبول عام ہوئی ہیں۔ کتاب سلوک مجددیہ اس سلسلہ تصانیف و تالیف میں ایک گرانقدر اضافہ ہے جو طالبان حقیقت و سالکان راہ طریقت کیلئے ایک نعمت غیر مترقبہ ہے۔

یہ تالیف لطیف دراصل حضرت والا کی ایک بیاض ہے جو حضرت کے خزینہ علوم میں ایک درمکنون کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک مدت کے بعد حضرت نے اپنی اس بیاض کو ایک مفصل اور جامع شرح کے ساتھ اخوان طریقت کیلئے بغرض افادہ عام شائع فرمادیا ہے۔

سلوک نقشبندی و تعلیمات مجددی کے معارف و غوامض جو نادر کتب تصوف و تالیفات بزرگان نقشبندیہ مجددیہ میں پھیلے ہوئے تھے جن پر عوام کو دسترس حاصل نہ تھی وہ

سب کے سب تشریح وتوضیع کے ساتھ اس خوبی سے یکجا کر دیئے گئے ہیں کہ اس مختصر بیان میں گویا دفتر کے دفتر سمو دیئے ہیں۔

حضرت والا ادام اللہ برکاتہ کی تعلیم وتلقین سے آج بے شمار بندگان خدا فیض یاب ہو رہے ہیں لیکن ایک مدت سے اس کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ سلوک نقشبندیہ مجددیہ کا ایک ایسا مجموعہ تیار کیا جائے جو مستفیضین وسالکین کیلئے ہر وقت مطالعہ میں رہے اور نظری وعملی دونوں حیثیتوں میں ان کا ممد ومعاون ثابت ہو۔

الحمدللہ ''سلوک مجددیہ'' کی اشاعت سے یہ ضرورت بدرجہ اتم پوری ہو جائے گی جو حضرات غائر نظر سے اس کا مطالعہ فرمائیں گے۔ وہ ضرور معترف ہوں گے کہ سلوک مجددیہ کے حل طلب اسرار ورموز کو کس طرح عام فہم انداز میں جامعیت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

دعا ہے کہ خدائے بزرگ وبرتر ہم کو اپنے حبیب پاک حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جملہ پیران کبار کے صدقہ میں اس سے استفادہ وعمل کی توفیق عطا فرمائے تاکہ ہمارے قلب وروح کی تاریکی دور ہو اور ہم دربار الٰہی کے قابل بن جائیں جو انسانی زندگی کا مقصود اصلی ہے۔ آمین ثم آمین بجاہ النبی وآلہ الامجاد۔

فقط

احقر سید عبدالرؤف مسافر نقشبندی مجددی قادری

پیش امام جامع مسجد اندرون قلعہ نلدرگ

ضلع عثمان آباد

(خواہر زادہ حضرت ممدوح)

☆☆☆

حمد ونعت

بعد حمد ذات بے چون و چگوں — لا تعین بے مثال و بے نموں
نیست مثلش ہرچہ آید در خیال — برتر از عقل است ذاتش بے مثال
نعت نوری صرف وحدت رشک خور — صادق الاعجاز وَانْشَقَّ الْقَمَرُ
غزہ معراج آں جان جہاں — قاب قوسین است او ادنیٰ مکاں

تمہید

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اپنے جن مقبولان بارگاہ کو لاتناہی فضل وکرم سے قرب و وصال کی نعمت عظمیٰ عطا فرمائی ان کو جن ذرائع سے یہ دولت نصیب ہوئی انہوں نے اپنے مکاشفات وتجربات کی روشنی میں جو اصول مرتب ومدون فرمائے ہیں اسی کو ''سلوک'' یا عرف عام میں ''تصوف'' کہتے ہیں اور تصوف نام ہے ترک اختیار کا کہ بندہ اپنی مرضی اور ارادہ کو رضائے حق میں فنا کر دے۔ صوفی وہ ہے جس کا باطن دنیا کی تمام کدورتوں سے پاک ہو۔

سلوک کے لغوی معنی راستہ چلنے کے اور باصطلاح تصوف قرب خداوندی کے ذرائع حاصل کرنے اور دار آخرت کی طرف متوجہ ہونے کے ہیں اور ان ذرائع سے حق سبحانہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کرنے والے کو سالک کہتے ہیں۔ نیز ظاہر میں اعمال شرعیہ کے التزام کے ساتھ اخلاقی باطنی کی اصلاح وتزکیہ کو سلوک کہتے ہیں جس سے نسبت باطنی کے حاصل ہونے کی استعداد وقابلیت پیدا ہوتی ہے۔ سلوک اختیاری امر ہے جس کا پہلا قدم[1] زہد[2] وتقویٰ ہے۔

---

[1] اللہ کے سوا ہر چیز کا دل سے الگ ہو جانا قرب ہے۔

[2] دنیا سے بے رغبت اور آخرت کا مشتاق ہونے کا نام زہد ہے۔

امیر المومنین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اس نے اپنے تک پہنچنے کا ذریعہ عاجزی کے سوا کچھ نہ بنایا کیونکہ عاجزی تو ہر شخص بآسانی اختیار کرسکتا ہے بلکہ انسان تو سراپا عجز ہی عجز ہے اگر اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا راستہ اس کے سوا کچھ اور ہوتا تو بڑی مشکل پڑ جاتی اپنی عاجزی وانکساری کو سمجھ لینا ہی اللہ تعالیٰ کو پالینا ہے۔ تکبر کے ساتھ یہ راستہ ایک قدم بھی طے نہیں ہوسکتا اس لئے تواضع سیکھو عجز وانکساری کا سبق پڑھو تا کہ منزل مقصود تک پہنچ سکو۔

مختلف بزرگوں نے اپنے تجربات سے قرب خداوندی و معرفت الٰہی حاصل کرنے کے جو متعدد راستے معین فرمائے ہیں انہیں طریق یا طریقت کہتے ہیں یوں تو اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کیلئے ان گنت راستے بتلائے جاتے ہیں لیکن حق تبارک وتعالیٰ نے اپنی راہ معرفت دین اسلام کی پیروی انبیاء کرام وصدیقین وشہداء وصالحین کے اختیار کردہ راستہ کو مختص فرمایا ہے۔ پس اولیائے کاملین و عارفین عظام نے معرفت الٰہی کے جو متعدد راستے اختیار فرمائے ہیں وہ گو بظاہر جداگانہ حیثیت رکھتے ہیں لیکن ان سب کی منزل مقصود ایک ہی ہے ان میں سے سالک جس کسی راہ پر بھی چلے گا وہ ایک نہ ایک دن اپنی منزل مقصود پر پہنچ ہی جائے گا مقصود سب کا تقرب ووصال الٰہی ہے۔

اس میں شک نہیں کہ جملہ طریقوں کے بنیادی اصول ایک ہی ہیں البتہ فروعی اختلافات ضرور ہیں جن کو اس طرح سمجھا جاسکتا ہے کہ اطباء کا طریقہ علاج اپنے اپنے تجربات کے لحاظ سے ایک دوسرے سے کسی نہ کسی حد تک جداگانہ ضرور ہوا کرتا ہے حتیٰ کہ تشخیص مرض وتجویز ادویہ کے اعتبار سے بھی ایک ہی مرض میں ایک چیز کسی طبیب کے نزدیک مضر اور کسی کے نزدیک مفید ہوجاتی ہے۔

سلوک نقشبندیہ مجددیہ سات لطائف اور چھتیس مراقبات یا بالفاظ دیگر لطائف سبعہ ولایت سہ گانہ کمالات ثلاثہ وحقائق سبعہ پر مشتمل ہے۔

غوث الواصلین وقطب العارفین محبوب صمدانی امام ربانی مجدد الف ثانی امام

الطریقہ مجددیہ حضرت شیخ احمد فاروقی نقشبندی سرہندی رضی اللہ عنہ کے نزدیک انسان ایک مجموعہ اجزائے عشرہ یعنی اربعہ عناصر ہوا، پانی، آگ، خاک ونفس ناطقہ وقلب روح، سر، خفی اور اخفی ہے اور انہی کو لطائف عشرہ بھی کہتے ہیں۔ منجملہ ازآں عناصر اربعہ ونفس ناطقہ عالم خلق اور لطائف خمسہ قلب، روح، سر، خفی اور اخفی عالم امر سے تعلق رکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے بعض مخلوق ذی مادہ وذی مقدار پیدا کی ہے اس کو مادیات کہتے ہیں تمام اجسام علویہ سفلیہ انہی مادیات سے تعلق رکھتے ہیں اور بعض مخلوق مادہ ومقدار سے مجرد پیدا کی گئی ہے۔ ان کو مجردات کہتے ہیں۔ روح انسانی اور دیگر لطائف، قلب، سر، خفی، اخفی مجردات سے متعلق ہیں اور صوفیائے کرام کے قول سے کہ لطائف عالم امر فوق العرش ہیں یہی مراد ہے۔ مادیات کو عالم خلق اور مجردات کو عالم امر کہتے ہیں۔ یا یوں سمجھئے کہ جو عالم بلاواسطہ صرف لفظ کن سے پیدا ہوا وہ عالم امر اور جو بالواسطہ مادہ سے پیدا ہوا ہو وہ عالم خلق ہے۔ آیت شریفہ **الا له الخلق والامر** میں انہی دونوع کی طرف اشارہ ہے۔ اہل عرفان کے نزدیک مجموعہ کائنات چاہے عالم خلق ہو یا عالم امر عالم کبیر اور وجود انسانی عالم صغیر ہے جس طرح لطائف عالم خلق کے اصول عالم کبیر میں عرش کے نیچے موجود ہیں۔ اسی طرح لطائف عالم امر عالم کبیر میں عرش کے اوپر موجود ہیں اور لطائف عالم خلق سے اس طرح مناسبت ہے کہ قلب کو نفس سے، روح کو ہوا سے، سر کو پانی سے، خفی کو آگ سے، اخفی کو خاک سے بالفاظ دیگر لطائف عالم خلق لطائف عالم امر کے ظلال ہیں۔ اس طرح کہ لطیفہ نفس لطیفہ قلب کا ظل ہے۔ لطیفہ قالب جس میں عناصر اربعہ ہوا، پانی، آگ اور خاک شامل ہیں۔ علی الترتیب روح سر خفی اور اخفی کے ظلال ہیں۔

جملہ قوائے انسانی انہی اجزاء سے مرکب ہیں اور یہ اجزاء آپس میں ایک دوسرے کی ضد ہیں جس طرح عناصر اربعہ ایک دوسرے کی ضد ہیں اسی طرح لطائف خمسہ عالم امر کی بھی علیحدہ علیحدہ خاصیت ہے نفس ناطقہ میں خودی نمایاں ہے یہ کسی کا تابع رہنا نہیں چاہتا بلکہ سب کو اپنا مطیع ومنقاد دیکھنا چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ وحکمت بالغہ سے ان اضداد کو ایک جگہ کر کے ایک مزاج خاص اور ہیئاۃ وحدانی عطا فرمائی اور اس کو ایک خاص صورت بخشی کہ اجزائے متفرقہ و متضادہ کی حفاظت کرے اور اس مجموعہ کا نام آدم رکھا اور باعتبار جامعیت وحصول ہیئاۃ وحدانی بہ تشریف خلافت مشرف فرمایا یہ نعمت عظمیٰ سوائے حضرت آدم کے اور کسی کو نصیب نہ ہوئی۔

ان لطائف سبعہ کے اصول عالم کبیر میں ہیں۔ لطائف خمسہ عالم امر۔ قلب۔ روح، سر خفی اور اخفی فوق العرش جن ولامکانی بھی کہتے ہی اور یہ تجلیات ربانی کے ظلال ہیں اس طرح کہ:۔

1- قلب کی اصل تجلیات	افعالیہ الٰہیہ	اس کا فعل ذکر الٰہی ہے
2- روح	صفات ثبوتیہ الٰہیہ	حضور ہے
3- سر	میثونات الٰہیہ	مکاشفہ ملکوت ہے
4- خفی	صفات سلبیہ الٰہیہ	مشاہدہ فناء الفناء ہے
5- اخفی	شان جامع جمیع	صفات کمال الٰہیہ کا معائنہ ہے

یہ جملہ لطائف عالم خلق دائرہ امکان میں داخل ہیں۔ حق سبحانہ تعالیٰ نے بعد تسویہ ہیکل جسمانی اس میں لطائف خمسہ عالم امر کو ان کے محل اور موقع میں استقرار بخشا تا کہ انسان جامع عالم خلق وعالم امر اور مستحق اسم عالم صغیر ہو جائے چونکہ قلب الٹ پلٹ میں ہے اس لئے جسم انسانی کے ایک ایسے عضو کی شکل میں جو الٹا لٹکا ہوا ہے اور ایک مضغہ گوشت اور اپنے الٹے پن کی مناسبت سے قلب صنوبری کے نام سے موسوم ہے۔ سینہ کے بائیں جانب مائل بہ پہلو وضع فرمایا۔ لطیفہ روح کو جو لطیفہ قلب سے لطیف تر ہے چونکہ اس کو راستی سے زیادہ مناسبت ہے اس لئے سینہ کو داہنی جگہ دی جاتی اور باقی لطائف ثلاثہ سر، خفی، اخفی کا مقام جو ایک دوسرے سے لطافت میں زیادہ ہیں خیر الامور اوسطھا کے شرف سے مشرف کر کے درمیان میں معین فرمایا پھر ان میں بھی درجہ لطافت کے اعتبار سے کہ لطیفہ،

خفی کا عین درمیان میں ہونا مناسب تھا اس لئے کہ وسط حقیقی میں سر کو قلب کے متصل اور خفی کو روح کے نزدیک معین فرمایا۔ بقول حضرات مشائخ نقشبندیہ مجددیہ نفس جو حواس سے زیادہ مناسب رکھتا ہے دماغ سے متصل وسط پیشانی میں رکھا گیا ہے۔ اس ترتیب سے یہ فائدہ بھی ہے کہ ذکر کی حرارت اور فیض ذکر سب لطائف میں پہنچ جاتا ہے۔

ذکر لطیفہ قالب یعنی سلطان الاذکار سے جملہ عناصر اربعہ[1] کی طہارت مقصود ہے آگ میں ترفع تکبر کا مادہ ہے اور خاک میں دناءت مادہ فرد ماندگی ہے پس آگ اور خاک کے یہ صفات افراط وتفریط کا باعث ہیں اور ان کا عروج اعتدال پر آتا اور تواضع کے ساتھ تجلّی ہوتا ہے دیگر عناصر کا عروج صفات حمیدہ سے تجلّی اور منور ہو کر بندگی کے مقام پر قیام کرتا ہے چونکہ بہ سبب علائق وہوائے نفسانی ان لطائف نے اپنے اصول کو فراموش کر دیا ہے۔ بوجہ کثرت ذکر اور پیر کامل کی وجہ سے یہ لطائف اپنے اصول سے آگاہی حاصل کر کے پھر ان کی جانب پرواز کرتے ہیں اور ان میں داخل ہو کر استہلاک واضمحلال پیدا کر لیتے ہیں۔

صوفیائے کرام کو کشف سے معلوم ہوا ہے کہ بعض لطائف اس قدر زبردست ہیں کہ فرشتے بھی ان کے مقابلہ سے عاجز ہیں۔ لطیفہ نفس جو سب سے کمتر ہے اس کی طاقت بھی اس قدر زبردست ہے کہ حیوانات وجنات میں سے کوئی بھی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا مگر انسان ہے کہ اس سے بے خبر ہے اور وہ اپنے ان لطائف کی طاقتوں کی پرورش نہیں کرتا اور یہ خیال کرتا ہے کہ اس کا بدن ذرا سا ہے حالانکہ اس کے اندر سب سے بڑا جہان چھپا ہوا ہے۔ اسی سے اس کو اپنی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔

روح انسانی عالم امر کی مخلوق ہے۔ جس کا تعلق ہمارے جسد ظلمانی سے بحکم خلاق عالم قائم ہے۔ روح اور جسد انسانی کے امتزاج کا خاصہ ہے کہ نفس پیدا ہوتا ہے اور یہی نفس

ا۔ عناصر اربعہ مجموعی طور پر ایک خاص صورت وحالت اختیار کر لیتے ہیں ان کو ہیاہ وحدانی کہا جاتا ہے۔

وہ شے ہے جو سالک کیلئے بمنزلہ براق کے ہے اسی کے ذریعہ سالک کی سیر الی اللہ ختم ہوتی ہے اور وہ منازل ترقی طے کرتا ہوا سیر فی اللہ میں فنا ہو جاتا ہے۔ موت کے بعد چونکہ نفس باقی نہیں رہتا اس لئے انسانی ترقی مسدود ہو جاتی ہے۔ فرشتوں میں نفس نہیں ہے اس لئے وہ ترقی سے قاصر ہیں۔ انسان اسی نفس کی بدولت کبھی تو ملاء اعلیٰ کی سیر کرتا ہے اور کبھی اس کو اَسْفَلَ سَافِلِیْن میں گرا دیا جاتا ہے۔ غرض نفس ایک برق رفتار سواری ہے۔ سوار کا یہ کام ہے کہ اس کو قابو میں رکھ کر منزل مقصود کی راہ لے۔

طریق عالیہ نقشبندیہ کے امام حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبند رضی اللہ عنہ ہیں اور اس کا دارومدار اتباع سنت وعمل بر عزیمت و اجتناب از بدعت و رخصت پر ہے اس میں تین اشغال معمول بہ ہیں۔ پہلا ذکر، دوسرا مراقبات، تیسرا رابطہ شیخ اور اس طریق کا ماحصل دوام حضور و آگاہی بحضرت ذات الٰہی عقیدہ صحیحہ موافق اہل سنت و جماعت ہے اس حالت کو اصلاح صحابہ میں احسان اور تصوف میں شہود و مشاہدہ و یادداشت و عین الیقین کہتے ہیں۔

طریق عالیہ مجددیہ اصول نقشبندیہ پر مبنی ہے۔ جس کے امام حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ ہیں۔ آپ سے قبل سلوک نقشبندیہ مراقبات لطیفہ نفس تک تھا اور اسی حد تک تعلیم دی جاتی تھی۔ اس کے بعد کے مراتب و حقائق حق سبحانہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپ پر منکشف فرمائے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے کمالات کی کوئی حد و انتہا ہے اور نہ ان کے فیضان کا سلسلہ منقطع ہوا ہے البتہ کل امر مرھون باوقاتھا کے مدنظر جو امر جس وقت کے مناسب حال ہو اس وقت اس کا ظہور ہوتا ہے اور مقربان بارگاہ اس کے فیض سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اس اظہار حقیقت سے یہ منشاء نہیں ہے کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ سے قبل بزرگان سلسلہ میں کوئی کمی رہی ہے۔ آپ سے قبل جملہ بزرگان سلسلہ نقشبندیہ بھی واصل الی اللہ ہیں۔ فرق صرف اسی قدر ہے کہ سابقین اولین کو اجمالی سیر کرائی، جا کر ذات مطلق تک رسائی کا موقع دیا گیا اور آپ کو تفصیلی طور پر مقامات سلوک و حقائق و معارف سے مشرف و ممتاز فرماتے ہوئے اپنے آستانہ قدسی تک پہنچنے کے

مواقع عطا فرما کر فائز المرام کیا گیا۔

تہذیب لطائف کے بعد ہی سالک کو وصول الی اللہ کی سعادت نصیب ہوتی ہے۔ تہذیب لطائف کیلئے طریق نقشبندی مجددیہ میں کثرت ذکر و مراقبات و توجہات شیخ ضروری ہیں جن کے بغیر سالک اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔

اعمال شرعیہ کی دو اقسام ہیں۔ ایک عزیمت، دوسرے رخصت۔ عزیمت اصلی حکم ہے جس میں نفس پر مشق ہوتی ہے اور رخصت آسان حکم ہے مثلاً عشاء کے بعد رات بھر سونا رخصت ہے مگر عزیمت یہ ہے کہ پچھلی رات میں جاگ کر تہجد پڑھے۔ اسی طرح پیٹ بھر کر کھانا رخصت ہے اور کچھ بھوک رکھ کر اٹھ جانا عزیمت ہے۔ سفر میں رمضان شریف کا روزہ نہ رکھنا رخصت ہے مگر ہمت کر کے روزہ رکھنا عزیمت ہے۔

طریق عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں مجاہدات و ریاضات شاقہ سے احتراز کر کے اعمال و عبادات میں اعتدال اختیار فرمایا گیا ہے اور مشائخ طریقت بہ صرف ہمت عالیہ و توجہات قویہ مقصود طالبین پورا فرماتے ہیں۔ ایسی توجہات بلیغہ صرف فرماتے ہیں کہ ان کی ایک ہی توجہ بیسیوں مرتبہ کی چلہ کشی سے بہتر و مفید ہوتی ہے۔ اتباع سنت و اجتناب بدعت غیر مرضیہ کا امر فرماتے ہیں حتیٰ الامکان اعمال رخصت کی اجازت نہیں دیتے بلکہ عمل بر عزیمت چاہتے ہیں جو مفید و موثر ہے۔

مرتبہ کمالات اولوالعزم کے بعد سلوک مجددیہ میں ایک دوراہا پیش آتا ہے۔ ایک بجانب حقائق الٰہیہ، دوسرا بجانب حقائق انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام ہمارے خانوادے میں سالک کو اولاً حقائق الٰہیہ، ثانیہ حقائق انبیاء علیہم السلام کے مراقبات کرائے جاتے ہیں۔ دوسرے مشائخ کرام مجددیہ کے یہاں اولاً حقائق انبیاء علیہم السلام کے مراقبات کا دستور ہے، ثانیاً حقائق الٰہیہ کے مراقبات کرائے جاتے ہیں۔ اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حقائق الٰہیہ و حقائق انبیاء علیہم السلام کی دو قوسیں ایک دوسرے کے مقابل ہیں ان میں تحتیت اور فوقیت نہیں ہے۔ اس لئے ہر دو خانوادوں کے معمول بجا و درست ہیں۔

طریق عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں چار چیزیں حاصل کی جاتی ہیں اور انہی چیزوں کے حاصل کرنے کی سالک کو جان توڑ کر کوشش کرنی چاہئے کیونکہ انہی چار چیزوں کے مجموعہ کا نام نقشبندیہ مجددیہ ہے۔ وہ چار چیزیں یہ ہیں:-

1- بے خطرگی
2- دوام حضور
3- جذبات
4- واردات

شغل اول ذکر:-

آیات کلام مجید واحادیث شریفہ سے ذکر کا حکم اور اس کی فضیلت ومنفعت وثوق سے ثابت ہے اور یہ ثبوت ذکر مطلق کا ہے ذکر جس کے مقابلہ میں نسیان ہے یاد کو کہتے ہیں۔ لہٰذا جو طریقہ بھی حق سبحانہ تعالیٰ کی ذات اور ان کے صفات وکمالات کے یاد دلانے کا ہو وہ فی الحقیقت ذکر ہے غرض زبان یا خیال وقلب سے اللہ تعالیٰ کی یاد کو ذکر کہا جاتا ہے جس میں تلاوت کلام مجید ادعیہ ماثورہ اور دیگر تمام اوراد وظائف سب کچھ شامل ہیں حتیٰ کہ حدود شرع اور امر ونواہی کو پیش نظر رکھتے ہوئے جو کام بھی کیا جائے وہ ذکر ہی کی تعریف میں داخل ہے اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد: فاذکرونی اذکرکم [1]
اسی ذکر کی شان میں وارد ہے۔

اصلاح تصوف میں اپنے پورے جسم یا جسم کے کسی حصہ پر خیال کو لے جا کر یاد الٰہی کا نام ذکر ہے جو دو طرح سے کیا جاسکتا ہے۔ ایک جہری اور دوسرا خفی۔ حدیث شریف کی رو سے ذکر خفی جہر سے ستر درجہ افضل ہے۔ یوں بھی یہ سمجھ میں آنے کی بات ہے کہ ذکر لسانی کے دل سے اثر کرنے کیلئے کچھ نہ کچھ وقت درکار ہے اور ذکر خفی کی ابتداء دل ہی سے

۱۔ القرآن البقرہ:۱۵۲

ہوتی ہے اس لئے طریق عالیہ نقشبندیہ میں ذکر خفی کو اختیار کر کے مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ نے اس ضمن میں بڑا اہتمام فرمایا ہے۔

چنانچہ حضرت خواجہ باقی باللہ نقشبندی رحمۃ اللہ علیہ کی مبارک مجلس میں ایک مرتبہ کسی مرید نے اسم ذات کا ذکر اللہ اللہ بالجہر کیا تو آپ نے اپنے دیگر مریدوں کو ہدایت فرمائی کہ اس شخص سے کہہ دو کہ آداب ذکر کا خیال رکھے اور ذکر خفی میں مشغول رہے۔

مراقبہ وذکر خفی سے بھی سالک کی عزت بڑھتی ہے لوگ سمجھتے ہیں کہ مراقب عالم ملکوت کی سیر کر رہا ہے اس میں بھی ریا کا احتمال ہے اس لئے سالک کو کافی احتیاط برتنی چاہئے۔

ازدروں شو آشنا واز بروں بیگانہ وش   ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں
برلبش قفل است و درد دل راز ہا   لب خموش و دل پر از آواز ہا

(باطن میں آشنا اور بظاہر بیگانہ ایسی اچھی روش والے دنیا میں بہت کم ہیں، دل میں تو راز بھرے ہیں لیکن لبوں پر قفل ہے۔ دل آرزوؤں سے بھرا ہوا ہے اور لب خاموش ہیں)

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کا معمول یہ ذکر دو قسم کا ہے۔ اسم ذات (اللہ اللہ) نفی اثبات (لا الہ الا اللہ)

مراقبہ احدیت

لطیفہ قلب روح، سر، خفی، اخفی، نفس اور قالب میں صرف ذکر اسم ذات کیا جاتا ہے اور ان لطائف کے جاری ہونے کے بعد ذکر نفی اثبات کا آغاز ہوتا ہے۔ مراقبہ معیت میں بھی ذکر نفی اثبات ہے اس کے بعد مراقبات لطائف خمسہ عالم امر میں ذکر اسم ذات ہوتا ہے۔ یہاں تک یہ اذکار خفی کئے جاتے ہیں۔ اس کے بعد سے تاختم سلوک ذکر تہلیل خفی یا لسانی ہے۔ تہلیل لسانی سے مراد یہ ہے کہ خیال وزبان کی مشارکت سے اس قدر پست آواز میں ذکر لا الہ الا اللہ کیا جائے کہ صرف خود کو سنائی دے جس طرح نماز میں تسبیحات وغیرہ پڑھی جاتی ہیں۔

ذکر اسم ذات دو طرح سے کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو چلتے پھرتے، کھڑے بیٹھے، لیٹے، وضو، بے وضو، طہارت، بے طہارت ذکر اسم ذات (اللہ اللہ) لطیفہ قلب سے کیا جائے۔ لطیفہ قلب ہی زیادہ اہم ہے کہ دیگر لطائف اسی کے اصول یا بطون ہیں جو بعد تزکیہ قلب اسی میں مشہود ہوتے ہیں۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ جسم انسانی میں ایک مُضغہ گوشت (دل) ہے جس وہ سدھر جاتا ہے تو تمام اعضاء سدھر جاتے ہیں اور جب یہ بگڑ جاتا ہے تو تمام اعضاء بگڑ جاتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ ضروریات بشریٰ سے فارغ ہو کر فرصت کے وقت تنہائی میں مراقب ہو اور زبان کو تالو سے لگا کر صورت شیخ کو روبرو خیال کرتے ہوئے زبان خیال سے وقوف قلبی کے ساتھ دھیرے دھیرے وظیفہ اسم ذات (اللہ اللہ) میں مشغول ہو جائے تاکہ ذکر کا اثر اپنے مورد فیض [1] پر ہو سکے۔ ذکر میں کیفیت قابل لحاظ ہے۔ یہ ذکر کسی وقت بھی کیا جا سکتا ہے لیکن رات کے وقت نہایت موثر ہوتا ہے کہ یہ وقت پرسکون ہونے کی وجہ سے یکسوئی جلد نصیب ہو جاتی ہے جو ماحصل ذکر ہے فاتحہ یا ارواح پاک پیران کبار و توبہ و استغفار اور موت کو حاضر جان کر عجز و انکساری کے ساتھ ذکر کا آغاز مفید و موثر ہے۔ اس سے جمعیت قلب نصیب ہوتی ہے۔ طالب حق جب کثرت سے ذکر الٰہی کرتا ہے تو اس کے لطائف اور جسم ہر معصیت کی گندگی سے پاک و صاف ہو جاتے ہیں وہ اپنی حیثیت کے موافق عروج کرتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی اصل جو حقیقت ممکنہ ہے اسے مشاہدہ کر لیتا ہے۔

اس ضمن میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکتوبات میں اس طرح ارشاد فرماتے ہیں کہ شکل اول ذکر اسم ذات ہے اس کا طریقہ یہ ہے کہ دل کو جمیع

حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وقوف عددی کو چنداں خطرات و حدیث نفس سے ہٹا کر زبان دہن کو تالو سے لگائیں اور بجمیع ہمت متوجہ قلب ہو کر

۱۔ حق تعالیٰ کی جانب سے سالک کے جس لطیفہ پر فیض وارد ہوتا ہے اس کو مورد فیض کہتے ہیں۔

ذکر اسم ذات اللہ اللہ زبان خیال سے یوں کہیں کہ صورت دل کا تصور ہو نہ سانس بند کی جائے گی مگر وقوف قلبی کی رعایت ضرور رکھیں کیوں کہ ذکر بلا نگہداشت خواطر قلبی فائدہ بخش نہیں ہوتا بلکہ واصل حدیث نفس ہوتا ہے۔ ضروری نہیں سمجھا مگر وقوف قلبی کو واجبات و شرائط ذکر سے متعلق فرمایا ہے۔ ضروری نہیں سمجھا مگر وقوف قلبی کو واجبات و شرائط ذکر سے متعلق فرمایا ہے۔

آپ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں ابتداً تو قلب صنوبری کی طرف متوجہ ہو کہ وہ مضغہ گوشت قلب حقیقی کیلئے حجرہ کی طرح ہے اور اسم ذات اللہ اللہ' کو اس قلب حقیقی پر گزارے اور بہ وقت ذکر کسی عضو کو قصداً حرکت نہ دے اور ہمہ تن قلب حقیقی کی طرف متوجہ ہو کر بیٹھے کیوں کہ مقصود قلب حقیقی کی طرف متوجہ ہونا ہے اسم ذات اللہ کے معنی کو بے چونی و بے چگونی کے ساتھ ملحوظ رکھے اور کسی صفت سے اس کو متصف نہ کرے تاکہ تو ذات تبارک و تعالیٰ کی بلندی سے صفات کی پستی میں نہ آ جائے اور وحدت سے کثرت کا مشاہدہ کرنے میں نہ پڑ جائے یعنی تنزیہ سے تشبیہ میں نہ آ جائے کیوں کہ جو کچھ چوں کے آئینہ میں ظاہر ہو وہ بے چوں نہیں ہے اور جو کثرت میں نمودار ہو وہ واحد حقیقی نہیں ہے بے چوں حقیقی کو دائرہ چوں کے باہر ڈھونڈنا چاہئے اور واحد حقیقی حیطہ کثرت کے باہر تلاش کرنا چاہئے۔

دوران ذکر تھوڑے تھوڑے وقفہ سے یہ مناجات ''الٰہی مقصود من توئی رضائے تو و محبت و معرفت خود بدہ'' کیا کرے۔

رات دن میں یک وقت یا مختلف اوقات میں چوبیس ہزار بار ذکر کیا جائے یا جس قدر ہو سکے لیکن چھ ہزار سے کم نہ ہو اس لئے کہ ذکر موثر ہونے کی اقل تعداد یہی ہے یہ چوبیس ہزار کی تعداد اس لئے مقرر کی گئی ہے کہ چوبیس گھنٹے میں انسان بھی اتنی ہی مرتبہ سانس لیتا ہے اس قدر ذکر کا مقصد یہ ہے کہ کوئی سانس غفلت میں شمار نہ ہو۔

حضرت عزیزاں علی رامیتنی نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر شخص سے محشر میں ہر سانس کے متعلق باز پرس ہوگی اس لئے کوئی سانس بھی غفلت میں نہ لینا چاہئے۔

سالک پر لازم ہے کہ جو سانس بھی غفلت میں گزرے اس پر نادم ہو کر تلافی کی یوں کوشش کرے کہ آئندہ کوئی سانس بھی یاد الٰہی کے بغیر نہ گزرے جیسے جیسے اسباق آگے بڑھتے جائیں روزانہ کی مقررہ تعداد ذکر کو لطیفہ قلب سے سبق کے لطیفہ یا مراقبہ تک علی السویہ تقسیم کر کے ذکر کیا جائے۔

ذاکر کا ظاہر شریعت کی چمک سے اور باطن محبت کی آگ سے خالی نہ ہونا چاہئے۔ دوام حضور حاصل ہونے کے بعد ہی سالک حقیقت ذکر تک پہنچتا ہے اس سے پہلے ذکر حقیقتاً ذکر کی تعریف میں نہیں آیا بلکہ یہ صورت ذکر ہے پھر بھی ذکر الٰہی نفع سے خالی نہیں اس لئے کہ دوام حضور بھی کثرت ذکر ہی سے حاصل ہوتا ہے۔ دوام حضور کے پانچ مدارج ہیں۔

1- حضور حق سبحانہ تعالیٰ حضور خلق سے کم ہو تو یہ ذکر لطیفہ قلبی کے اثرات ہیں۔

2- .... کے برابر ہے تو یہ ذکر لطیفہ روح کے ثمرات ہیں۔

3- .... پر غالب ہو تو یہ ذکر لطیفہ سر کے نتائج ہیں۔

4- حضور حق سبحانہ تعالیٰ بغیر حضور خلق کے ہو تو یہ ذکر لطیفہ خفی کے برکات ہیں۔

5- .... اپنے وجود اور حضور خلق کے بغیر ہو تو یہ ذکر لطیفہ اخفی کے برکات ہیں۔

ذکر اللہ کی پابندی کرو کیونکہ ذکر وصال حق کا مقناطیس ہے اور قرب الٰہی کا موثر ذریعہ ہے جو شخص اللہ تعالیٰ سے مانوس ہو جاتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔

ایک بزرگ کا ارشاد ہے کہ جب تم ذکر اسم ذات کرتے ہو تو اللہ تعالیٰ کو اسم اعظم سے یاد کرتے ہو مگر اس کی حقیقت وعظمت سے محروم ہو کیونکہ ''اللہ اللہ'' تم نے اپنی حیثییت کے موافق کہا ہے اس اسم مبارک کی قدر ومنزلت کے موافق نہ کہا اس پیارے اور باعظمت نام کے شایان شان کہنے کا طریقہ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو معلوم تھا مگر جس قدر پیران کبار کے طفیل میں ہمیں معلوم ہو سکا۔ وہ یہ ہے کہ ذاکر بوقت ذکر یہ سمجھے کہ اللہ تعالیٰ میرے اس ذکر کو سن رہے ہیں کہ کس طرح انہیں یاد کر رہا ہوں۔ شوق سے یا بدشوقی وبے

دلی سے اور یہ بھی ملحوظ خاطر رہے کہ وہ بھی مجھ کو یاد کر رہے ہیں۔ اس طرح کہ جیسے میں انہیں یاد کر رہا ہوں اگر میں خلوص سے انہیں یاد کروں گا تو وہ بھی مجھے محبت سے یاد کریں گے۔ ''اللہ اللہ'' کہتے ہوئے بھی ذہن نشین رہے کہ یہ سب سے بڑا بادشاہ سب سے بڑے محبوب کا نام ہے۔ بس بادشاہ ومحبوب کا نام ان کے سامنے جس عظمت وجلال اور محبت کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ اسی طرح دل کو عظمت وجلال اور محبت سے معمور کر کے ذکر کرنا چاہئے۔ اس طرح ذکر کرنے سے چند ہی روز میں وہ حالت پیدا ہو جائے گی جس کے بیان سے زبان و قلم عاجز ہیں۔

☆ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ اے میرے اللہ آپ قریب ہیں کہ آپ سے آہستہ باتیں کروں یا دور رہیں کہ زور سے پکاروں۔ ارشاد باری ہوا: موسیٰ میں اس شخص کے پاس ہوتا ہوں جو میرا ذکر کرے اور اس کی شہ رگ سے بھی قریب ہوں جو مجھ سے مانوس ہو۔

ذکر اللہ روح کی غذا اور اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کا مشروب اور اللہ تعالیٰ سے حیا کرنا روح کا لباس ہے۔

☆ ذکر ایک ایسا قلعہ ہے جس میں شیطان داخل نہیں ہو سکتا۔ سالک جب تک ذکر میں مشغول رہے شیطان سے محفوظ رہتا ہے۔ ذکر الٰہی سے قلب رقیق اور نرم ہو جاتا ہے۔ ذکر سے اطاعت اور عبادت کا ذوق زیادہ ہونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی حاصل ہوتی ہے۔ ذکر گناہوں کو نیست ونابود کر دیتا ہے اور دل کے آئینہ سے ماسوی اللہ کی محبت کے زنگار کو دور کر دیتا ہے ذاکر ہر وقت خوش وخرم اور اس کا دل معرفت الٰہی سے معمور رہتا ہے۔

شغل دوم مراقبہ

مراقبہ رقابت یا رقوبت سے ماخوذ ہے جس کے لغوی معنی محافظت وانتظار کے

ہیں۔ازروئے شریعت تمام حواس ظاہری و باطنی کو جمع کر کے اپنے اعضاء و جوارح کی نگہبانی اور ازروئے طریقت دل میں فیضان الٰہی کا انتظار اور غیر اللہ کے خطرات نہ آنے کیلئے نگہبان رہنے کا نام مراقبہ ہے نیز مراقبہ اپنے مورد پر اس فیض کے وارد ہونے کا خیال رکھنے کو بھی کہتے ہیں جو حق سبحانہ تعالیٰ کی طرف سے سالک کے لطائف میں سے کسی لطیفہ پر وار ہوتا ہے اور اس لطیفہ کو مورد فیض کہتے ہیں۔

مراقبہ مع ذکر یا بغیر ذکر کیا جاتا ہے جس میں سالک آنکھیں بند کر کے تمام خطرات کو دل سے دور کرنے کے بعد مورو فیض کی طرف متوجہ رہ کر بواسطہ شیخ، اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات یا افعال سے فیض آنے کا انتظار کرتا ہے اور اپنے مقصود کے خیال میں ایسا مستغرق ہو جاتا ہے کہ اس کو اپنی ہستی کا شعور بھی باقی نہیں رہتا۔ اصطلاح تصوف میں اللہ تعالیٰ کی کسی ایک صفت پر غور وفکر کرنے کو بھی مراقبہ کہتے ہیں۔ مراقبہ بلا ذکر عروج کیلئے زیادہ سود مند ہے۔

ہمارے یہاں ذکر کے ساتھ مراقبہ کا معمول ہے تا کہ بیک وقت تکمیل اسباق کے ساتھ مذکور الصدر فیوض و برکات بھی حاصل ہو سکیں اس لئے کہ موجودہ حالات زندگی کے اعتبار سے اتنا وقت ملتا ہے اور نہ اتنی ہمت ہے کہ ان دونوں امور کی علیحدہ علیحدہ تکمیل ہو سکے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جس طرح ذات حق سبحانہ تعالیٰ کا ادراک نہیں ہو سکتا اسی طرح صفات باری تعالیٰ کا بھی ادرک مراقبات میں نہیں آسکتا جو کچھ بحالت مراقبہ ادراک میں آتا ہے وہ ظلال صفات ہیں۔

جس نے عطا کی ہے سمجھ، وہ سمجھ میں کس طرح آئے

حضرت جنید بغدادی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مراقبہ کا طریقہ ایک بلی سے اس طرح سیکھا ہے کہ ایک روز میری نظر ایک بلی پر پڑی جو چوہے کے بل پر گھات لگائے بیٹھی تھی اس کے استغراق کا یہ عالم تھا کہ جسم کا ایک بال تک نہ ہلتا تھا۔ میں یہ دیکھ کر

حیران ہی تھا کہ اچانک میرے باطن میں غیب سے آواز آئی کہ اے پست ہمت تیرا مقصود نہایت اعلیٰ وارفع ہے اس لئے تیرا استغراق بھی اس بلی سے بلند و بالاتر ہونا چاہئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ اس روز سے میں نے مراقبہ کا یہ طریقہ اختیار کیا اور پورا پورا فیض یاب ہوا۔

جب مراقبہ میں انوار کی چمک اور تجلیات کی جھلک نمایاں ہو تو اس کے بعد ہی ثمرات مراقبہ حاصل ہوتے ہیں وہ اس طرح کہ اس چمک و جھلک کے مٹ جانے کے بعد بحالت سکوت صحرائے انوار میں مقصود کا جلوہ منکشف ہوتا ہے۔

شغل سوم رابطہ شیخ

ربط و رابطہ دونوں ہم معنی الفاظ ہیں یعنی لگاؤ، تعلق، صوفیائے کرام نے شیخ کی صورت کو باطنی نگاہ سے دل میں جمانے کا نام رابطہ رکھا ہے۔ ہمارے پیران کبار نے رابطہ کو وصول الی اللہ کا اقرب طریق قرار دیا ہے۔

رابطہ سے مراد یہ ہے کہ کمال محبت، اطاعت اور ادب کے ساتھ شیخ کے حضور میں رہنا اور ان کی غیر موجودگی میں ان کا تصور قائم رکھنا اور یقین کے ساتھ یہ ذہن نشین کر لینا کہ شیخ کے واسطہ سے اپنے مورو فیض پر فیضان الٰہی وارد ہو رہا ہے۔ یہی صوری و معنوی معیت پیدا کرنے کا واحد ذریعہ ہے۔۔ مناسبت جس قدر زیادہ ہوگی اسی قدر معیت بھی زیادہ ہوگی اور معیت کی زیادتی فیضان الٰہی کے ورود کا قوی سبب بنے گی۔ کمال رابطہ کو فنا فی الشیخ کہتے ہیں جو مدارج کمال طریقت کا پہلا درجہ ہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم نقشبندی مجددی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہمارے طریق میں وصول بہ درجہ کمال مربوط برابطہ شیخ ہے۔ طالب صادق اسی راہ محبت سے جو اپنے پیر کے ساتھ رکھتا ہے ان کے باطن سے فیوض و برکات حاصل کرتا ہے اور بہ سبب مناسبت معنویہ ان کا ہم رنگ ہو جاتا ہے۔ بزرگان طریقت کا قول ہے کہ فنا فی الشیخ فنائے حقیقی کا مقدمہ ہے۔ ذکر ہر چند اسباب وصول سے ہے لیکن مشروط برابطہ محبت وفنا فی الشیخ ہے ہاں یہ رابطہ تنہا بارعایت آداب صحبت وتوجہ والتفات پیر بغیر التزام طریق ذکر بھی موصل ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر مرید کو بلا تکلف رابطہ شیخ حاصل ہو جائے تو پیر و مرید کے درمیان ایک ایسا روحانی تعلق قائم ہو جاتا ہے جو مرید کیلئے افادہ اور استفادہ کا سبب بن جاتا ہے۔ وصول الی اللہ کیلئے رابطہ شیخ سے بہتر کوئی طریق نہیں ہے اور ذکر سے رابطہ شیخ کو افضل کہنا بلحاظ نفع ہے کیونکہ ابتداء میں بغیر رابطہ کے مرید کیلئے ذکر سے پورا پورا مستفیض ہونا دشوار ہے۔

آپ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر مرید اپنے پیر کی فضیلت و اکملیت کا معتقد و قائم ہو جائے تو عجب نہیں اس لئے کہ یہ اعتقاد محبت کا ثمرہ ہے اور اس مناسبت معنوی کا نتیجہ ہے جو افادہ و استفادہ کا سبب ہے لیکن اس بات کا خیال رکھنا ضروری ہے کہ اپنے پیر کو ان بزرگوں پر فضیلت نہ دے جن کی فضیلت شرع سے ثابت ہے اس لئے کہ یہ عمل خلاف شرع اور موجب افراط محبت ہے کہ درحقیقت اس قدر افراط مذموم ہے ہاں ان بزرگوں کے علاوہ اگر اوروں پر فضیلت دے تو جائز بلکہ طریقت میں واجب ہے جو مرید مستعد ہوگا اس کے دل میں یہ عقیدت بے اختیار پیدا ہوگی۔ بہ تکلف اور با اختیار خود ایسی عقیدت پیدا کرے تو ناجائز ہے کسی قسم کا نتیجہ و فائدہ اس سے حاصل نہ ہوگا۔ کامیابی کا دارومدار مرید کے اس یقین پر ہے کہ میرے شیخ اللہ تعالیٰ تک پہنچانے کا راستہ خوب جانتے ہیں اور مجھے وہاں تک پہنچا سکتے ہیں جس کو اپنے شیخ پر اعتماد نہیں وہ محروم ہی رہتا ہے۔

مراقبہ بغیر ذکر کے بھی ہونا چاہئے تاکہ توجہ الی اللہ کا ملکہ ہو جائے لیکن مراقبہ کثرت ذکر و صحبت اہل جمعیت کے بغیر دشوار ہے اس طریق میں مدار کار محبت و رابطہ شیخ پر منحصر ہے بغیر رابطہ ذکر و فکر سود مند نہیں بلکہ محبت و رابطہ شیخ بلا ذکر بھی موصل ہے۔ شیخ کی حضورت میں نہایت ادب کے ساتھ ان کی خوشنودی کا خیال رکھنا چاہئے اور غیر موجودگی میں تصور شیخ ضروری ہے اسی کو رابطہ شیخ کہتے ہیں جو لوازمات سلوک سے ہے۔

جن کا ظاہر اتباع سنت سے آراستہ اور باطن ماسوی اللہ سے مصفیٰ ہو ان کی صحبت سے سالک کا باطن بھی ماسوی اللہ سے مزکی اور ان کی توجہ سے دل اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور ان کے جذب و محبت سے مشاہدہ الٰہی کے انوار دل پر ظاہر ہونے لگتے ہیں۔

تصور شیخ

مرید کی یافت مرشد کے تصور پر منحصر ہے سالک کو منازل سلوک میں یہی برزخ شیخ خضر راہ بن کر جوار مطلوب حقیقی تک پہنچاتا ہے اور اسی تصور شیخ سے طالب صادق اسرار الٰہی کا مشاہدہ کرتا ہے۔

ہر دم از روئے تو نقشے زندم راہ خیال
با کہ گویم کہ دریں پردہ چہا می بینم

(میں ہر وقت آپ کے چہرہ مبارک کا تصور باندھے ہوئے رہتا ہوں۔ کسی سے کیا کہوں کہ اس پردہ میں کیا دیکھتا ہوں)

جس طرح تخم زمین کے اندر پوشیدہ ہو کر آخر بہ شکل نخل ظاہر ہوتا ہے جو درحقیقت تخم کی اصلی صورت ہے اسی طرح صورت مرشد کا تصور آج مزرعہ دل میں بونے سے کل اپنی اصلی صورت میں نمایاں ہوگا۔

آں خیالے از دروں آید بروں   چوں زمیں کہ زاید از تخم دروں
ہر خیالے کو کند درد دل وطن   روز محشر صورتے خواہد شدن

(وہ خیال جو باطن سے ظاہر ہوتا ہے، اس درخت کی طرح ہے جو زمین سے اگتا ہے جو خیال دل میں جم جاتا ہے وہ قیامت کے دن ایک صورت اختیار کرے گا۔)

اس لئے سالکوں کیلئے رہنمائے کامل کے تصور سے بہتر کوئی خیال نہیں ہے جو صورت اس عالم میں دل نشین ہوگی اور اسی صورت کے ساتھ مرو گے تو اسی صورت مقصودہ کے ساتھ کل محشور بھی ہوں گے۔

بوقت ذکر خطرات فاسدہ کا جب ہجوم ہوتا ہے منتہی تو مذکور یعنی خدا تعالیٰ کی طرف اور متوسط ذکر کی طرف اپنی اپنی پوری توجہ حاصل کرنے کا خوگر نہ ہونے سے اس پر خطرات ہجوم کئے رہتے ہیں۔

انسان فطرت کا تقاضا ہے کہ نفس بیک وقت دو جانب توجہ نہیں کرسکتا اس لئے نفس کو کسی ایسی طرف لگانا چاہئے کہ وہ خطرات کی جانب توجہ نہ کرسکے۔ شیخ ہی وہ شخصیت ہے جو محسوس بھی ہے اور محبوب بھی۔ ان کا خیال جلد ہی جم جاتا ہے۔ اس لئے شیخ کا خیال جماتے ہیں تو پھر نفس کو دوسری طرف توجہ کرنے کا موقع ہی نہیں ملتا تو خطرات خود بخود دفع ہوجاتے ہیں اور یکسوئی کی عادت پڑ جاتی ہے۔ شیخ کی صورت اور ان کے کمالات کا زیادہ تصور کرنے سے ان کی محبت پیدا ہوکر نسبت قوی ہوجاتی ہے جس کی وجہ سے مرید شیخ کے اخلاق و اعمال سے متاثر ہونے لگتا ہے چونکہ احوال ثمرات ہیں اعمال کے اس لئے احوال بھی اس پر وارد ہونا شروع ہوتے ہیں۔ تصور شیخ کے یہ مختصر اسرار ہیں لیکن یہ بڑا کٹھن راستہ ہے۔ شیخ کے کثرت تصور سے کبھی شیخ کا جسم مثالی مرید کے روبرو آجاتا ہے اور کبھی تو وہ صورت جو متشکل ہوتی ہے محض خیال ہی خیال ہوتی ہے اور کبھی کوئی لطیفہ غیبی شیخ کی شکل میں متشکل ہوجاتا ہے۔ اس طرح جب شیخ ہر وقت پیش نظر رہے تو مرید ان کو حاضر و ناظر سمجھنے لگتا ہے اور یہ صریح شرک ہے حالانکہ اکثر اوقات شیخ کو مرید کے ان پیش آمدہ واقعات کی خبر تک نہیں ہوتی۔

بعض ناواقف مرید خدائے تعالیٰ کو بھی شیخ کی شکل میں سمجھتے ہیں۔ یہ بھی شرک ہے۔ اس قسم کا ذرا سا بھی وسوسہ پیدا ہوجائے تو سخت گمراہی کا اندیشہ ہے اور پھر اس مرید کا راہ راست پر آنا بہت دشوار ہوتا ہے غرض اس قسم کی ضلالتیں بھی اس شغل میں راہ پاتی ہیں اس لئے خواص تو بہت ہی حزم و احتیاط سے اور عوام پیر کو حاضر و ناظر نہ جان کر تصور شیخ کریں اور پیر کے ساتھ انتہائی محبت رکھتے ہوئے ذکر الٰہی میں مشغول رہیں۔

تصور شیخ ہی فنافی الشیخ کا زینہ ہے۔ یہ تصور خیال سے ہو تو وہ وقتی ہوتا ہے دوامی

نہیں اور دوامی تصور کے بعد ہی فنافی الشیخ کا مرتبہ حاصل ہوسکتا ہے۔ دوامی تصور اور فنافی الشیخ کیلئے قلب سے کام لینے کی ضرورت ہے۔ مبتدی خیال اور متوسط قلب سے کام لیں۔ قلب سے کام لینے کیلئے صفائی قلب ضروری ہے جو کثرت ذکر سے حاصل ہوتی ہے۔ قلب جب تک امراض قلبی سے صحت مند اور انوار ذکر سے منور نہ ہو سالک قلب سے کام نہیں لے سکتا اور پیر سے اکتساب فیض بھی ممکن نہیں اس کے بعد ہی دوامی تصور پیر اور کائنات کے نقوش بتوسط قلب پیر سالک کے قلب میں منعکس ہوتے ہیں۔ متقدمین بزرگوں کی ایک ہی نظر یا توجہ سے قلوب سالکین روشن اور وہ دُرِ مقصود تک پہنچ جاتے تھے اس کی یہی وجہ تھی کہ سابق میں عوام کے قلوب بھی ہماری طرح تاریک نہ تھے۔ موجودہ غیر معتدل حالات اور حرام و حلال کا خیال نہ رکھنے کی وجہ سے وہ کیفیات اب باقی نہیں ہیں۔

اس موقع پر روم و چین کے نقاشوں کا واقعہ قابل ذکر معلوم ہوتا ہے کہ ایک بادشاہ کے یہاں روم و چین کے دو نقاش آئے اور انہوں نے اپنے اپنے کمال کی تعریفیں کیں۔ بادشاہ بھی قدردان تھا اس نے اپنے ایک عالی شان محل کے دالان میں دونوں کو اپنے اپنے اظہار کمال کا اس طرح موقع دیا کہ نصف نصف حصہ میں وہ نقش و نگار بنائیں۔ درمیان میں پردہ کا انتظام کردیا گیا کہ ایک دوسرے کی نقاشی سے واقف نہ ہوسکیں۔ ان دونوں نے اپنا اپنا کام شروع کردیا۔ بعد ختم کار امتحان مقابلہ کیلئے جس وقت بادشاہ مع ارکان سلطنت اس محل میں پہنچا اور درمیان کا پردہ اٹھایا گیا تو سب کے سب حیران رہ گئے کہ ایک دوسرے کے نقش و نگار میں سر مو فرق نہ تھا۔ بات دراصل یہ تھی کہ ایک نے تو دیوار پر نقش و نگار بنائے تھے اور دوسرے نے صرف دیوار کو آئینہ کی طرح صاف و مجلی کردیا تھا جس کی وجہ سے ایک کے بنائے ہوئے نقش و نگار دوسرے کی صاف و مجلی دیوار پر منعکس تھے۔ اس مثال سے صفائی قلب اور اکتساب فیض کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔

یہی حال سالکین راہ طریقت کا ہے کہ جب وہ کثرت ذکر و توجہات پیر سے اپنے قلب کو کثافت قلبی سے پاک اور انوار ذکر سے منور کرلیتے ہیں تو ان کے قلوب بھی آئینہ کی

طرح صاف مجلی ہو جاتے ہیں جس میں نہ صرف قلب پیر بلکہ لوح محفوظ کے نقوش منعکس ہونے لگتے ہیں تب سالک نظام کائنات سے واقفیت حاصل کر لیتا ہے اور جب یہ صفائی انتہائے کمال کو پہنچ جاتی ہے تو کائنات کا ذکر ہی کیا خالق کائنات کی تجلیات قلب سالک میں جلوہ ریز ہونے لگتی ہیں۔ سچ ہے ۔

دل کے آئینہ میں ہے تصویر یار   جب ذرا گردن جھکائی دیکھ لی

سالک کو چاہئے کہ پیر کی غیر موجودگی میں ان کا تصور کر کے اس کیفیت باطن کا جو ان کی حضوری میں حاصل ہوتی تھی منتظر رہے۔ جب وہ کیفیت پیدا ہو جائے تو اس کی حفاظت کرے اس طرح پیر سے دوری کی صورت میں بھی اکتساب فیض کیا جا سکتا ہے۔

طریقہ توجہ:

باطنی قوت سے کسی پر کوئی اثر ڈالنے کا نام اصطلاح تصوف میں توجہ وتصروف یا ہمت ہے اس توجہ میں شیخ اپنے قلب کو قلب مرید کے مقابل کر کے جناب الٰہی بتوسل حضرات مشائخ کرام یوں عرض کرتے ہیں کہ خداوند جو انوار ذکر پیران کبار سے مجھ کو حاصل ہوئے ہیں اور میرا دل ان سے منور ہو چکا ہے۔ ان کو آپ اس طالب کے دل میں ڈال دیجئے اور ان سے اس کے دل کو منور فرما دیجئے پھر کر اپنی توجہ و ہمت بڑے زور سے طالب کے قلب کی طرف مصروف رکھتے ہیں اسی طرح دیگر لطائف و مراقبات بوقت توجہ پیر کے ملحوظ خاطر رہتے ہیں کہ جس مقام کے فیض کیلئے توجہ کرتے ہیں۔ پہلے اپنے آپ کو اس مقام کے فیض سے رنگ لیتے ہیں پھر اس مقام کا فیض طالب کے باطن میں القا کرتے ہیں۔ علاوہ ریں اس فیض کے مورد کو بھی ملحوظ رکھتے ہیں۔

سالک کو چاہئے کہ اولاً ماسوی اللہ کے خیالات سے دل کو پاک و صاف کرنے کے بعد یکسوئی پیدا کر کے اپنے باطن کو پیر کے باطن سے ملائے اور سوچتا رہے کہ اللہ تعالیٰ کا فیض پیر کے مورد پیر پر آ رہا ہے جہاں سے وہ فیض بواسطہ پیر اپنے مورد فیض پر آ رہا ہے۔ اسی خیال میں محو ہو کر فیض حاصل کرتا رہے یا یہ تصور کرے کہ میرا دل شیخ کے پاکیزہ دل سے

ملا ہوا ہے اور شیخ کے قلب مبارک سے میرے دل میں اس طرح فیض آ رہا ہے جیسے پرنالہ سے پانی اور اس تصور کو اس وقت تک جاری رکھے کہ دل میں ذکر اچھی طرح جم نہ جائے۔

جذب:

فیض غیبی اور عنایت حق کو جس سے نسبت باطنی حاصل ہو جائے جذب کہتے ہیں اور اسی نسبت کو وصول الی اللہ بھی کہا جاتا ہے۔ واضح رہے کہ جذب غیر اختیاری امر ہے۔

جب نسبت جمعیت و حضور قلب سالک میں پیدا ہوتی ہے تو اس وقت پیر طریقت حصول جذب کے واسطے توجہ فرماتے ہیں تب قلب طالب میں جانب فوق سے جذب پیدا ہو کر انوار ظاہر ہونے لگتے ہیں تو یہ قلب کے اپنی اصل کی طرف متوجہ ہونے کی علامت ہے۔ اسی طرح توجہ پیر کامل کی برکت سے کل لطائف میں جذب پیدا ہوتا ہے اور وہ اپنے اپنے اصول میں پہنچ جاتے ہیں۔

سالک کی سیر و سلوک مداومت اشغال کثرت توجہات پر کامل پر موقوف ہے جب ان دونوں امور کی تکمیل ہو تو سالک بہت جلد سلوک طے کرتا ہے۔ ان دونوں امور میں جب قدر کمی ہوگی اس قدر سیر و سلوک میں بھی کوتاہی ہوگی استعداد سالکین کو بھی بڑا دخل ہے جن کی استعداد اچھی ہوتی ہے ان کی سیر بھی جلد طے ہو جاتی ہے۔ تھوڑی توجہ اور قلیل اشغال میں مثل برق ہمت بہت جلد راہ طے کرتے ہیں اور جو ضعیف الاستعداد ہیں وہ قوی توجہ اور کثرت اشغال سے افتاں و خیزاں واصل منزل مقصود ہوتے ہیں۔

اس طریق میں صحبت شیخ و توجہ پیر کامل کو دخل عظیم ہے۔ مجاہدات و ریاضت کیسے ہی ہوں بغیر ان امور کے بے سود ہیں۔

اس طریق شریفہ میں جذب سلوک پر مقدم ہے اس لئے کہ سلوک کا طے کرنا جذب کی وجہ سے آسان ہو جاتا ہے جب تک پیر کامل کی توجہ نہ ہو جذب بھی پیدا نہیں ہو سکتا۔ پیر کامل سالک کو اسی نسبت جذب کی بدولت کشاں کشاں منزل مقصود تک لے جاتے ہیں۔ قلیل مدت میں مقامات عالیہ کی سیر نصیب ہوتی ہے۔

مقامات سلوک کا طے کرنا اگر ہزار ہا برس میں بھی میسر ہو تو غنیمت ہے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے جذب ہوتا ہے تو سرعت سیر و حد بیاں سے باہر ہوتی ہے ایک پل اور ایک لمحہ میں اس قدر سلوک طے ہو جاتا ہے جو بغیر جذب کے صد ہا سال میں بھی طے نہ ہوتا۔

جذبہ کا کامل ہونا سلوک سے وابستہ ہے جس طرح سلوک کیلئے جذبہ موجب سہولت ہے اسی طرح جذبہ کیلئے سلوک بھی تکمیل کا باعث ہے اگر سلوک جو امور شریعت یعنی توجہ وزہد وغیرہ کے بجالانے سے مراد ہے جذبہ کے ساتھ نہ ملے تو جذبہ ناتمام و نامکمل رہتا ہے۔ اس طریق عالیہ میں جذب و سلوک کی دو نسبتیں طالب کو حاصل ہوتی ہیں۔ ابتدائی منازل میں نسبت جذب حاصل ہو جائے تو سالک کو سلوک طے کرنے میں بڑی سہولت ہو جاتی ہے۔

شناخت پیر کامل:

رابطہ و تصور شیخ کے فیوض و برکات جن کا تذکرہ اوپر ہو چکا ہے۔ یہ سب کچھ اسی وقت حاصل ہو سکتے ہیں جبکہ پیر کامل کی رہنمائی حاصل ہو پیر کامل کی شناخت اور علامات یہ ہیں۔

1- بقدر ضرورت علم دین رکھتے ہوں خواہ تحصیل سے یا صحبت علماء سے۔

2- عقائد و اعمال و اخلاق میں شریعت کے پابند ہوں، متقی ہوں یعنی کبیرہ گناہ سے بچتے ہوں، صغیرہ گناہوں پر اصرار نہ کرتے ہوں ظاہری باطنی طاعتوں پر مداومت رکھتے ہوں۔

3- دنیا کی حرص نہ رکھتے ہوں۔ آخرت ان کے پیش نظر ہو۔ کمال کا دعویٰ نہ کرتے ہوں کہ یہ بھی شعبہ دنیا ہے۔

4- کسی پیر کامل کی صحبت میں رہے ہوں اور ان سے فیوض و برکات حاصل کئے ہوں۔

5- اس زمانہ کے علماء حق اور مشائخ طریقت بھی ان کو اچھا سمجھتے ہوں۔

6- بہ نسبت عوام کے خواص یعنی سمجھدار نیدار لوگ ان کی طرف زیادہ مائل ہوں۔

7- ان سے جو لوگ بیعت ہیں ان میں اتباع شریعت غالب ہو اور دنیا کی حرص کم ہو گئی ہو۔

8- وہ اپنے مریدوں کا اس طرح خیال رکھتے ہوں کہ کوئی بات ان میں خلاف شریعت و طریقت پائیں تو ان سے مواخذہ کرتے ہوں ہر ایک کو اس کی مرضی پر نہ چھوڑتے ہوں۔

9- ان کی صحبت میں بیٹھنے سے دنیا کی محبت میں کمی اور حق سبحانہ تعالیٰ کی محبت میں ترقی محسوس ہوتی ہو۔

10- خود بھی وہ ذاکر و شاغل ہوں کہ بغیر اس کے تعلیم میں برکت نہیں ہوتی جن بزرگ میں یہ علامتیں ہوں تو پھر یہ نہ دیکھے کہ ان سے کوئی کرامت بھی صادر ہوتی ہے یا ان کو کشف بھی ہوتا ہے یا وہ جو دعا کرتے ہیں قبول ہوتی ہے یا یہ صاحب تصرفات ہیں یا نہیں کیونکہ یہ امور لوازم کمال سے نہیں ہیں اسی طرح یہ بھی نہ دیکھے کہ ان کی توجہ سے کوئی مرغ بسمل کی طرح تڑپنے لگتا ہے یا نہیں۔ اس لئے کہ یہ بھی پیر کامل کیلئے ضروری نہیں ہے۔ اصل میں یہ ایک نفسانی تصرف ہے جو مشق سے بڑھ جاتا ہے غیر متقی بلکہ غیر مسلم بھی ایسا تصرف کر سکتا ہے اس سے چنداں نفع بھی نہیں کیونکہ اس کے اثر کو بقا نہیں۔

ضرورت بیعت:

بیعت صاف طور پر ایک طرح اطاعت الٰہی کا عہد ہے جو پیر و مرید ہاتھ میں ہاتھ ملا کر ایک دوسرے سے کرتے ہیں۔ مرید کی طرف سے اطاعت کا اور پیر کی طرف سے ہدایت کا عہد ہوتا ہے اور یہی بیعت کی حقیقت ہے۔ بیعت کوئی بدعت یا نئی بات نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے مختلف مقامات میں بیعت لی ہے۔ اسی کی مطابعت میں آج تک یہ سلسلہ جاری ہے اور بیعت سے غرض توبتہ النصوح اور اللہ تعالیٰ کے قرب کا آزمودہ طریق معلوم کر کے یاد الٰہی میں مشغول ہو جاتا ہے۔ بیعت کے مقاصد کا حصول اور اس بارگاہ قدس تک رسائی اپنے اپنے

حصہ کی بات اور سالک کی مساعی وافضال ایزدی پر منحصر ہے جس کا حال اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے لیکن یہ بھی کیا کم فائدہ ہے کہ بوقت بیعت مرید ہونے والوں سے جو توبہ کرائی جاتی ہے اس عمل سے ان کے سابقہ تمام معاصی اس طرح معاف ہو جاتے ہیں گویا کہ وہ ابھی شکم مادر سے پیدا ہوئے ہیں۔

شیخ کے ہاتھ پر بیعت دراصل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک پر بیعت کرنے کے مترادف ہے۔ وہ اس طرح کہ مرید کا ہاتھ اپنے شیخ کے ہاتھ پر اور شیخ کا ہاتھ ان کے شیخ کے ہاتھ پر اس طرح یہ سلسلہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دست مبارک تک پہنچ جاتا ہے بلکہ یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ[1]
کے تحت حق سبحانہ تعالیٰ سے بیعت پر ختم ہوتا ہے۔ (یعنی ان کے ہاتھوں پر اللہ کا ہاتھ ہے۔)

یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ اس راہ میں جو کیفیات اور واردات پیش آتے ہیں ان کی نوعیت ہر ایک کے ساتھ جداگانہ ہوا کرتی ہے اور مدت تکمیل سلوک بھی بلحاظ صلاحیت یکساں نہیں ہوتی اور یہ راستہ پرخار وادیوں اور پیچیدہ گھاٹیوں سے بھرا پڑا ہے اور وہ ذات مطلق ان گنت حجابات ظلماتی ونورانی میں مخفی ہے۔

ہر زمانہ روئے جاناں رانقابے دیگر است
ہر حجابے راکہ طے کردی حجابے دیگر است

(چہرۂ محبوب پر ہر وقت ایک نیا نقاب موجود ہے، اگر ایک حجاب کو تو طے کرے تو دوسرا حجاب موجود ہے۔)
اس لئے کسی ایسے شخص کامل پیر واصل کی دستگیری کی ضرورت ہے جو اس راہ سے گزر چکے ہوں اور اس راہ کے سارے نشیب وفراز وخطرات سے ایک ایک کر کے واقف ہوں۔

۱۔ القرآن، الفتح آیت: ۱۰

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر صحبت وتوجہ شیخ کی برکت سے دل میں جمتا ہے۔ آدمی اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے۔ اس لئے ایسے بزرگوں سے تعلق پیدا کرو جن کے قلوب میں اللہ تعالیٰ کی یاد جم چکی ہو ان کی صحبت سے تم کو بھی یہ دولت نصیب ہوگی۔ غافلوں کی صحبت یا خلوت میں رہ کر یہ نعمت حاصل نہ ہوگی۔ بزرگوں کی صحبت میں رہو ان کی صحبت آزمایا ہوا تریاق ہے۔ ان سے دور رہنا زہر قاتل ہے۔

مشائخ وصوفیہ اور طریق تصوف کی ضرورت ان تین چیزوں کیلئے ہے۔

1- اعمال صالحہ میں سہولت اور ہمت قوی ہو جائے۔
2- قلب ریا سے پاک ہو۔
3- اخلاص میسر آئے۔

تجربہ شاہد ہے کہ یہ دولت بغیر مشائخ وصوفیہ کی صحبت کے حاصل نہیں ہوتی۔ ریا سے بچنا اور اخلاص حاصل کرنا ضروری ہے اس لئے مشائخ وصوفیہ سے رجوع کرنا بھی ضروری ہے۔ یہ بھی جان لینا چاہئے کہ تصوف کا خلاصہ جب یہ تینوں چیزیں ہیں تو طریقت کو شریعت سے جدا کہنا محل تامل ہے کیونکہ ان امور کی تاکید شریعت میں بھی واضح طور پر موجود ہے نیز باطن ظاہر کا مغز اور ظاہر باطن کا ظرف ہے۔ ظاہر و باطن لازم وملزوم ہیں ایک دوسرے کے بغیر قائم نہیں رہ سکتے۔ اس لئے شریعت وطریقت جدا نہیں ہیں۔ وصول مقصود بے متابعت سنت محال ہے۔ کیسے ہی کشوف ووقائع ظاہر ہوں اگر سر مو بھی خلاف شریعت ہوں تو وہ قابل اعتبار نہیں ہیں۔ شریعت کے بغیر تصوف کا وجود ہی قائم نہیں رہ سکتا۔ اللہ تعالیٰ سے ملنے کا دروازہ تو صرف شریعت ہے۔ تم شریعت کی اس مضبوط رسی کو پکڑے رکھو جس کا پکڑنے والا کبھی گمراہ نہیں ہوتا۔ شریعت کا روشن چہرہ اور اس کے مضمرات کھلی راہ دکھانے والے ہیں۔

جو پیر مشاہدہ کے درجہ پر پہنچ چکے ہیں اور تجلیات ذاتیہ سے بہرہ ور ہوں ان کا

مرید ہونا متقضائے ''ھم الذین اذا رُؤوا ذکر اللہ'' [1]

ذکر کا فائدہ دیتا ہے اور ان کی صحبت بموجب ھم جلساء اللہ صحبت مذکور کے مماثل ہے جب ایسے بزرگ کی صحبت و دولت دیدار نصیب ہو تو جہاں تک ہو سکے ان سے استفادہ کیا جائے تا آنکہ ''جمال ہم نشین در من اثر کرد'' کا خود مصداق نہ بن جائے۔

اے سالک تو اپنے شیخ کی صحبت کو غنیمت جان تیرا جو وقت بھی ان کے ساتھ گزرے گا وہ تیرے لئے رجوع الی اللہ کے برابر ہوگا کیونکہ ان کا رجوع الی اللہ صحیح ہو چکا ہے اس لئے جو ان کے پاس آتا ہے۔ اس کو بھی اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونے کی توفیق ہو جاتی ہے۔

صحبت پیر بہ زہر عمل است ہر کہ با او نشست با عمل است
این عمل شاہ راہ پنہان است رہبرت سوئے وصل جانان است

اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والے اور سیدھا راستہ بتلانے والے بہت کم ہیں اس لئے اب آپ خود ہر کام میں اللہ تعالیٰ پر نظر رکھو۔ عقلمند کے سب کام اللہ تعالیٰ کیلئے ہوتے ہیں اور شیخ کامل و اکمل کے ملنے کی بھی انہیں سے مدد چاہو پیر کامل کی ہر سانس کبریت احمر ہے۔

شیخ کامل کا حال مرید پر اسی طرح طاری ہوتا ہے اور اس میں یوں سرائیت کر جاتا ہے جیسا کہ خوشبو دماغ میں پہنچ جاتی ہے اور اخلاص تو کیمیا ہے جن کو اخلاص سے حصہ ملا ہے ان کا اثر دوسروں پر بھی ضرور ہوگا۔ اس لئے شیخ میں جس قدر اخلاص زیادہ ہوگا اسی قدر وہ اپنے مریدوں کو رنگ دیں گے۔ شیخ کامل وہ ہیں جو اپنے حال سے مریدوں کی تربیت کریں نہ وہ جو صرف قال سے کام لیں اور پیر حال و قال دونوں کے جامع ہوں کہ حال سے

۱۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ج ۱۰، ص ۵۷، حدیث: ۱۶۷۷۰

بھی تربیت کرتے ہوں اور قال سے بھی وہ تو بڑے ہی کامل شیخ ہیں۔

صحبت کا اثر ایک مسلمہ حقیقت ہے اس لئے اپنے اندر شیخ کی کیفیات کا اثر انداز ہونا ضروری ہے اگر وہ کیفیات حاصل نہ ہوں تو تا حصول کوشاں رہے کہ وہ صفات اپنے اندر پیدا ہو کر ملکہ بن جائیں۔

مرید و مراد:

سالک دو طرح کے ہوتے ہیں۔ مرید اور مراد۔ مرید وہ ہے جو اپنی کوششوں سے اللہ تبارک و تعالیٰ تک پہنچے اور مراد وہ ہے جس کو رب العزت خود اپنی طرف کھینچ لیں۔ مرید کے سب مقامات بند رہتے ہیں جس کے باعث تمام مقامات میں با قاعدہ سلوک طے کرنا ضروری ہے اور مراد کے اکثر مقامات کھلے رہتے ہیں اور ان مقامات میں جو کسر باقی رہتی ہے۔ شیخ کامل اپنی توجہ سے پورا کر دیتے ہیں اور باقی مقامات جو بند ہیں ان میں با قاعدہ سلوک طے کرنا ضروری ہوتا ہے۔

مراد محبوب ہوتا ہے جس کو لطیفہ اخفیٰ کی ولایت حاصل ہوتی اور اس پر نسبت جذب غالب ہوتی ہے بلا جد و جہد تھوڑی سی توجہ سے حاصل الی اللہ ہو جاتا ہے۔ یہ امر اپنی اپنی صلاحیت اور افضال الٰہی پر موقوف ہے۔ بقیہ چار لطائف عالم امر کی ولایت سے مناسب رکھنے والے مرید ہوتے ہیں۔ انہیں کافی جد و جہد توجہ تام صرف کرنی پڑتی ہے، تب کہیں چل کر وہ واصل الی اللہ ہوتے ہیں۔ بلحاظ مراتب مرید و مراد میں بس یہی فرق ہے۔ بعض اوقات مرید مراد سے بھی بلند مرتبہ ہوتے ہیں۔

سالکوں کے دو درجہ ہیں۔ مرید اور مراد۔ مرید ابھی عاشق ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب نہیں ہوا۔ مراد عاشق بھی ہے اور مراد محبوب بھی۔ مرید اعراض کرے تو دھکے دے کر نکلوا دیا جاتا ہے۔ مراد اعراض کرے تو بلایا جاتا ہے کیونکہ وہ محبوب بھی ہے۔

صوفیہ کی اصطلاح میں اہل ارادت اور مرید اس کو کہتے ہیں جو ہنوز اللہ تعالیٰ کی

طلب میں مشغول ہے۔ ابھی مقصود تک پہنچا نہیں پھر جب طلب واردات کامل ہو جاتی ہے تو اس پر اللہ تعالیٰ کی عنایت ہوتی ہے اور اس کو درگاہ قرب کی طرف کھینچ لیا جاتا ہے تو یہ مرید عاشق مراد اور محبوب بن جاتا ہے۔

جس نے اپنے آپ کو ارادت میں ثابت قدم رکھا وہ مراد (محبوب) بن گیا جس نے اپنے کو طلب میں مضبوط رکھا وہ مطلوب بن گیا جو دروازہ پر پڑا رہا وہ ایک نہ ایک دن اندر پہنچ گیا اور اندر پہنچ کر جس کی نیت اچھی رہی کہ اب بھی اپنے محبوب و مطلوب حقیقی حق سبحانہ تعالیٰ کے سوا وہاں کے ساز و سامان یعنی انوار ملکوت وغیرہ میں دل نہ لگایا وہ بارگاہ وصال میں پہنچ گیا۔ غرض ہمت بلند رکھے، اللہ تعالیٰ کو مانگے اور انہیں سے مانگے جب وہ مل گئے تو سب کچھ مل گیا۔ جنت اور اس کی نعمتیں بھی اس خوشی کے مقابلہ میں جو پروردگار عالم کے انس سے ہوتی ہے اس رائی کے دانے سے بھی چھوٹی ہیں جو روئے زمین کے وسیع میدان میں پڑا ہوا ہو۔

آداب پیر:

مرید کیلئے اپنے شیخ کے ساتھ ادب و احترام کا لحاظ رکھنا نہایت ضروری و لازمی ہے۔ اس لئے سالک کو چاہئے کہ اپنے شیخ کی تعظیم و تکریم و آداب مجلس میں کمی نہ کرے کیونکہ شیخ کے ساتھ بے ادبی کے سبب مرید درجہ کمالات سے محروم ہو جاتا ہے۔

مرید کو چاہئے کہ جب وہ اپنے شیخ کی خدمت میں حاضر ہو تو سلام و مصافحہ کے بعد بحصول اجازت دو زانو ہو کر با ادب بیٹھ جائے اور خاموشی و غور و فکر کے ساتھ ان کے کلام کو سنتا رہے۔ ان کے سامنے کبھی ہنسے نہ مسکرائے بلکہ خوف زدہ ہو کر ادب سے بیٹھے اور کسی سے کلام نہ کرے۔ ان کے کلام سے کوئی بھی سمجھ میں نہ آئے تو تنہائی میں دریافت کر لے اسی طرح اپنے حالات سلوک کو بھی تنہائی میں ہی گوش گزار کرے۔ امتحاناً یا اعتراض کے طور پر ان سے کوئی سوال نہ کرے اس لئے کہ ایسی حرکت شیخ کے ناگوار خاطر ہونے کا اندیشہ ہے جو نقصان کا باعث اور فیوض و برکات شیخ سے سالک کے محروم رہنے کا سبب بن

جاتی ہے۔ اس طرح اپنے شیخ سے کسی قسم کی بدظنی و بدگمانی بھی نہ کرے۔

حضرت باقی باللہ نقشبندی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "یقین تر کامل تر"، یعنی جس قدر یقین زیادہ رکھو گے اسی قدر زیادہ کمال کو پہنچو گے جب تک شیخ پر مرید کے یقین کامل نہ ہوگا اس وقت تک مرید کی ریاضت و مجاہدہ میں نقص رہے گا۔ مرید پیر کامل کے ہدایات پر جس قدر عمل کرے گا اسی قدر ان کے فیضان کا عکس مرید کے باطن پر پڑے گا۔

پیر کے ساتھ مرید کو یہاں تک احتیاط رکھنا ضروری ہے کہ کبھی ان کی طرف پیٹھ نہ کرے نہ ان کے سایہ پر چلے نہ ان کے کپڑوں کو پہنے اور نہ بستر پر پاؤں رکھے اور نہ ان کی طرف پاؤں پھیلائے۔ ان کے مصلے پر کھڑا ہونا اور ان کے استعمالی ظروف کو اپنے استعمال میں لانا اور ان کی نشست گاہ پر بیٹھنا اور ان کی طرف رخ کر کے تھوکنا یہ سب امور انتہائی سوء ادبی میں داخل ہیں۔ غرض مشائخ طریقت کا ادب کرو کیونکہ جو شخص ان کے دلوں کی تکدر و کلفت سے حفاظت نہیں کرتا تو اللہ تعالیٰ اس پر ایسے کتے مسلط کر دیتے ہیں جو اس کو ہر وقت تکلیف دیتے رہتے ہیں۔

مرید کے ساتھ پیر کا برتاؤ:

پیر کامل ہمیشہ محبت و شفقت کے ساتھ پرخلوص طریق پر اپنے مریدوں کے روحانی ارتقاء میں اس طرح مشغول رہتے ہیں کہ سالک کے مناسب حاصل تصوف و منازل سلوک کی تفہیم اور ضروری اوراد و وظائف کی ہدایت سے وقتاً فوقتاً بہرہ ور ہیں اور جب وہ لطائف سبعہ سے ترقی کر کے مشاہدہ انوار الٰہی کے مقامات میں پہنچ جاتا ہے تو اس پر ظاہری و باطنی توجہ فرماتے ہیں۔ اس لئے کہ وہ مشاہدہ انوار کے باعث ذات تبارک و تعالیٰ کی بے چونی سے چوں کی شہود میں نہ پڑ جائے اور اس مقام کے اسرار و انوار اس کی فہم سے بالاتر ہونے کی وجہ سے کہیں وہ کفر و ضلالت میں آلودہ نہ ہو جائے مراقبہ حقیقت میں جہاں "مقام ہمہ اوست" آتا ہے۔ خصوصی ہمت اور کامل توجہ فرماتے ہیں کہ اپنے مسلک کے خلاف مرید کے قدم کو کسی طرح لغزش ہونے نہ پائے۔

سلوک کے اسباق اور ان مقامات کے اسرار انوار الٰہی کے احوال سالک کی فہم و فراست کے مطابق سمجھا کر سیدی راہ سے اس کو منزل مقصود کی طرف لے جاتے ہیں اور جب سالک پر مشاہدہ انوار سے وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے تو اسے اپنی روحانی کشش سے خود میں جذب کر لیتے ہیں تا کہ وہ اپنے ہوش و حواس کو قائم رکھ کر شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثابت قدم رہ سکے۔

مرید سے اپنی خدمت کی کبھی خواہش نہیں کرتے۔ ہاں وہ اپنے اظہار خلوص و سعادت مندی کیلئے کوئی خدمت کرنا چاہے تو اسے محروم بھی نہیں فرماتے اور مرید سے کسی قسم کی تمنا نہیں رکھتے اگر وہ بہ طیب خاطر نذرانہ و تحفہ پیش کرنا چاہئے تو باتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہوسلم قبول فرما کر اس کی دل شکنی کرنا بھی گوارا نہیں کرتے اور احکام خدا اور رسول کے تحت پوشیدہ طور پر صرف فرما دیتے ہیں۔

مریدوں کے ساتھ ایسا برتاؤ رکھتے ہیں کہ ہر شخص یہی سمجھنے لگتا ہے کہ ان کی عنایات سب سے زیادہ میرے شامل حال ہیں اور ایسا سلوک روا رکھتے ہیں کہ ان میں کسی قسم کی بدظنی و بدگمانی پیدا ہونے نہ پائے اور وہ آہستہ آہستہ اخلاق حمیدہ سے مزین ہوتے چلے جائیں۔ نہ صرف یہ بلکہ استقامت و استقلال کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت میں خود بھی منہمک اور مریدوں کو بھی مشغول رکھنے کی فکر میں رہا کرتے ہیں۔ اتفاقاً کسی مرید سے خلاف مرضی کی کوئی حرکت یا بے ادبی ہو جائے تو چشم پوشی فرماتے ہیں اور درگزر کر دیتے ہیں اور کبھی ناراض نہیں ہوتے اور حکمت سے نصیحت فرما کر آداب سکھلاتے اخلاق حمیدہ سے آراستہ و پیراستہ کر کے اسے تخلقوا باخلاق اللہ کا نمونہ بنا دیتے ہیں جس کی سالک کو شدید ضرورت ہوتی ہے۔

قبض و بسط:

قبض و بسط کی دو حالتیں ہیں۔ ماگر عامی و مبتدی کو ہوں تو خوف و رجا ہے۔

متوسط کو ہوں تو قبض و بسط اور منتہی کو ہوں تو اس کو ہیبت و انس کہتے ہیں۔ دوران سلوک قبض و بسط کے حالات و کیفیات طاری ہوتے ہیں سالک پر کبھی بسط کی حالت رہتی ہے جس سے فرحت اور کبھی قبض کی کیفیت جس سے وحشت ہوتی ہے۔ قبض کی حالت بھی محبوبانہ چھیڑ چھاڑ ہے۔ سالک کو چاہئے کہ اپنا کام کئے جائے۔ ذکر و شغل بھی ہوتا رہے اور دیگر معاملات بھی برابر جاری رہیں اور باطنی حالات کو اللہ تعالیٰ پر چھوڑ دے وہ مناسب حال ردوبدل فرماتا رہے گا۔ بعضوں نے شیطانی وسوسہ سے قبض کی حالت کو عدم مقبولیت اعمال کی علامت سمجھ کر ذکر و شغل وغیرہ سب کچھ چھوڑ دیا ہے۔ یہ بہت بڑی غلطی ہے۔

قبض کی حالت میں درود شریف کثرت سے پڑھا کریں اور تنہائی میں نہایت آہ و زاری کے ساتھ دعا کریں کہ الٰہی گو میں برا ہوں لیکن آپ کا ہوں آپ کے محبوبان بارگاہ اور میرے سلسلہ کے پیران کبار کا صدقہ مجھے بسط کی حالت نصیب فرمائیے اور کبھی بزرگان دین کے مزارات پر جا کر اس نیت سے توجہ لیا کریں کہ مجھے بسط کی حالت نصیب ہو جائے اور کبھی شفا خانے جا کر مریضوں کو جو اقسام کے امراض میں مبتلا ہیں، دیکھیں اور عبرت لیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کریں کہ اس نے ہم کو صحت جیسی نعمت عطا فرمائی اور کبھی فرصت کے وقت جنگل کی طرف نکل جائیں بہتے پانی اور سبزہ زار کو دیکھا کریں یہ سب طریقے قبض دور کرنے کے ہیں باقی بھروسہ اللہ تعالیٰ ہی پر رہے ان کے دربار عالی سے ہرگز مایوس نہ ہوں۔

قبض کی حالت بھی کچھ بری نہیں ہے۔ یہ بھی خدائے تعالیٰ کی نعمت ہے ہم تو کس گنتی میں ہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر وحی آنا شروع ہونے کے بعد تین سال تک وقفہ ہو گیا۔ آپ کا تعلق اللہ تعالیٰ سے جیسا کچھ تھا۔ ظاہر ہے بالواسطہ روزانہ بات چیت ہوتی تھی جس کی لذت آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کو معلوم دوسرا کیا جانے۔ اس کے بعد تین سال تک وحی بند رہی اس کا اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کیسی تکلیف ہوئی ہوگی۔ کفار مکہ کے طعنہ علیحدہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ان کے خدا نے چھوڑ دیا اور اس وقت آپ نے خود کو پہاڑ سے گرا دینے کا ارادہ فرمایا تھا تب خدائے

تعالیٰ کے حکم سے جبرائیل علیہ السلام تشریف لائے اور تسلی دی۔ کتنا بڑا قبض تھا تین سال کے بعد بسط کی کیفیت نصیب ہوئی۔ وحی آنا شروع ہوئی۔ سورہ الم نشرح میں اسی قبض کی طرف اشارہ ہے "اَنْقَضَ ظَهْرَكَ" ۱؎

اسی قبض نے آپ کی پیٹھ توڑ دی تھی کوئی فقر و فاقہ کی کلف نہ تھی۔

اس لئے سالک کو چاہئے کہ یہ اپنا کام کئے جائے۔ قبض و بسط کا خیال ہی آنے نہ دے۔ اس بلا و مصیبت کو بھی نعمت سمجھے۔ اس کا شکر یہ ہے کہ الحمد اللہ کہے اور ہر حال میں خوش رہے۔ یہ سب کچھ اپنے محبوب کی طرف سے سمجھ کر راضی برضائے الٰہی رہے۔ کسی فعل سے ناگواری نہ ہو۔ ایسی حالت میں شیطان و شیاطین الانس دھوکہ دیتے ہیں کہ "بھلا یہ مقام تم کو حاصل ہوسکتا ہے" اس کی پرواہ نہ کرے۔

سالکین کے قلبی مختلف ہوتے ہیں۔ کبھی قبض اور کبھی بسط کبھی سکر کبھی صحو انوار الٰہی کے غلبہ سے امتیاز اٹھ جانا سکر ہے پھر اپنی حالت پر عود آنا صحو ہے۔ آثار لطف و کرم کے وارد ہونے سے دل کو فرحت ہونا بسط ہے۔ آثار عظمت و استغناء سے دل گرفتہ ہونا قبض ہے۔ ایسے مختلف احوال پیش آنا تلوین ہے۔ دل کی حالت یکساں تمکین ہے۔ صاحب تلوین صاحب حال ہے۔ ابھی راستہ میں ہے اور صاحب تمکین واصل ہو چکا ہے۔ اس کی حالت کمال کے ساتھ مثل عوام کے ہوجاتی ہے۔ کوئی اس کو کامل سمجھ ہی نہیں سکتا۔

سالک کیلئے قبض کی حالت بھی ایک بڑی مصیبت ہے جس کا اندازہ سالک ہی کرسکتا ہے اس حالت میں بارہا خودکشی کرلینے کو جی چاہتا ہے لیکن محققین صوفیہ کے نزدیک یہ مصیبت بھی اس اعتبار سے عین نعمت ہے کہ اس کی بدولت سالک عجب و پندار سے محفوظ رہتا ہے جو اس راہ کی سب سے بڑی ہلاکت ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ قبض باعتبار آثار کے بسط سے زیادہ نافع ہے کیونکہ

۱۔ القرآن، انشراح آیت:۳

بسط میں عجب کا خطرہ ہے۔ اس حالت میں اپنے کمالات پر نظر ہوتی ہے اور قبض کی حالت میں اپنے اوپر نظر نہیں ہوتی بلکہ عجز و نیازمندی ہی کا غلبہ ہوتا ہے اور وقت سالک اپنے آپ کو سب سے بدتر سمجھتا ہے۔ یہ بات اس شخص کی سمجھ میں نہیں آسکتی جس پر یہ حال گزرا نہ ہو کیونکہ یہ ایک ذوقی امر ہے جس پر گزرتی ہے وہی جانتا ہے۔ اس حال کی حقیقت کو الفاظ میں ظاہر کرنا دشوار ہے بس اس قدر کہا جاسکتا ہے کہ اس حالت قبض میں سالک کی نظر اپنے مال پر ہوتی ہے۔ نہ معلوم مال کیسا ہو اور اس طریق میں عجز و نیاز ہی سے کام چلتا ہے۔ عجب و پندار سے کامیابی نہیں ہوسکتی۔

فہم و خاطر تیز کردن نیست راہ   جز شکستہ رانگیرد فضل شاہ
ہر کجا پستی ست آب آنجا رود   ہر کجا مشکل جواب آنجا رود

(فہم و فراست کو تیز کرنا راستہ نہیں ہے۔ شکست حال کے سوا فضل رب کسی کے شامل حال نہیں ہوتا۔ جہاں پستی ہوتی ہے وہیں پانی جاتا ہے، جہاں مشکل ہوتی وہیں اس کا حل پہنچتا ہے۔)

کلمات نقشبندیہ کا بیان

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے سلسلہ کی بناء جن گیارہ کلمات پر رکھی ہے ان میں سے آٹھ کلمات حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ سے اور تین کلمات آپ سے منقول ہیں۔ حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ کے آٹھ کلمات یہ ہیں: (1) ہوش در دم، (2) نظر بر قدم، (3) سفر در وطن، (4) خلوت در انجمن، (5) یادکرو، (6) بازگشت، (7) نگہداشت، (8) یادداشت

اور حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ عنہ کے تین کلمات یہ ہیں: (1) وقوف زمانی، (2) وقوف عددی، (3) وقوف قلبی۔ ان کلمات کی جو توضیح بزرگوں نے فرمائی ہے وہ افادہ و استفادہ سالکین کیلئے درج ذیل کی جاتی ہے۔

1- ہوش دردم:

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک ہر ایک سانس یادالٰہی میں گزارے اگر کوئی سانس احیاناً غفلت میں گزر جائے تو اس سے توبہ واستغفار کرے۔ حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: سانس لیتے اور چھوڑتے وقت اور اس کے درمیان اللہ تعالیٰ کا ذکر کیا کرے یہاں تک کہ حضور دائمی حاصل ہو۔ سانس کی آمد وشد میں ذکر ملحوظ رہنے کیلئے ذکر پاس انفاس کی مداومت زیادہ مفید ہے۔

2- نظر برقدم:

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک چلتے وقت اپنی نظر پشت پا پر رکھے تا کہ نظر بلا وجہ ادھر ادھر نہ پڑے اور محسوسات متفرقہ میں دل گرفتار اور پراگندہ ہو کر اس کو یکسائی میں فرق نہ آنے پائے جو قرب خداوندی کا ذریعہ ہے اس لئے کہ ہوش دردم اندرونی خطرات کا اور نظر برقدم بیرونی خطرات کا دافع ہوا کرتا ہے۔

یا نظر برقدم سے یہ بھی مراد ہے کہ سالک اس پر نظر رکھے کہ اس کا قدم نیکی کی طرف اٹھ رہا ہے یا بدی کی طرف اگر نیکی کی طرف ہو تو قدم کو اور آگے بڑھائے اور بدی کی طرف ہو تو پیچھے ہٹائے۔

نیز نظر برقدم سے یہ مراد ہے کہ سالک اپنی سیر باطن پر نظر رکھے یعنی قطع منازل میں نظر جس طرح تیزی سے کام کرتی ہے قدم کو بھی اسی طرح گامزن رکھے یعنی قطع منازل میں نظر جس طرح تیزی سے کام کرتی ہے قدم کو بھی اسی طرح گامزن رکھے کہ قدم نظر سے پیچھے رہنے نہ پائے، بلکہ منتہائے نظر برقدم رہے اس سے یہ مراد بھی لیتے ہیں کہ اپنے قرب کو دیکھے کہ ترقی کا قدم کس جگہ پر ہے اور اپنی ولایت کس اولوالعزم نبی کے زیر قدم ہے۔

3- سفر در وطن:

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنے نفس میں سیر کرے یعنی اپنی برائی کی تلاش

میں رہے صفات ذمیمہ مثل حب جاہ و مال و عجب و حسد و بغض و عداوت و غیبت وغیرہ کو دور کر کے صفات حمیدہ صبر و شکر توکل و رجا و تسلیم و رضا وغیرہ پیدا کرے اور اپنے اخلاق بشریہ کو اخلاق ملکیہ میں تبدیل کر کے تخلقوا باخلاق اللہ کا نمونہ بنا لے اور یہ بات یقینی ہے کہ جب تک سالک کا دل خصائل رذیلہ سے پاک وصاف نہ ہوا انوار الٰہی کا گذر اس کے دل میں نہیں ہوسکتا۔ دل میں جس غیر اللہ کی محبت ہو، وہی اس کا بت ہے جب تک اس بت خانہ کو توڑ کر خانہ کعبہ نہ بنائے گا وہ عند اللہ بت پرست ہی کہلائے گا۔

حضرت غلام علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں جس دل میں غیر اللہ کا تصور ہو اس دل میں اللہ تعالیٰ کی رحمت کا نزول نہیں ہوتا۔

حضرات مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ نے سیر آفاقی کو چھوڑ کر سیر انفسی کو اختیار فرمایا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ سیر آفاقی دور دراز کا سفر ہے اس کا بخیر انجام پانا سالک کیلئے دشوار ہوتا ہے۔ اس لئے سیر آفاقی کو سیر انفسی کے ضمن میں طے کرنا مناسب خیال فرمایا۔ واضح رہے کہ سالک سیر آفاقی میں مطلوب کو اپنے سے باہر ڈھونڈتا ہے سیر انفسی میں مطلوب کو اپنے ہی من تلاش کرتے ہوئے دل کے گرد پھرتا رہتا ہے لیکن شہود انفسی میں گرفتار نہ رہنا چاہئے بلکہ اس کو بھی مطلوب کا ظل تصور کر کے حق سبحانہ تعالیٰ کو آفاق اور انفس سے باہر تلاش کرنا چاہئے کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ جس طرح ورائے آفاق ہیں اسی طرح ورائے انفس بھی۔

خلوت در انجمن:

اس سے یہ مراد ہے کہ عام مجلس جو دل کو پراگندہ کرنے کا مقام ہے وہاں وہاں بھی باطن میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوت اختیار کرے یعنی ظاہر میں مخلوق کے ساتھ اور باطن میں حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ رہا کرے اور انہیں کے دھیان میں مستغرق رہے۔ اللہ تعالیٰ کا فیض کسی وقت بھی اچانک آ سکتا ہے لیکن وہ اسی وقت اثر انداز ہوتا ہے جب کے

دل بھی متوجہ الی اللہ رہے اسی لئے کسی مجلس میں یا کسی کی ملاقات کے وقت بھی اللہ تعالیٰ سے غافل نہ رہے۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی   شائد کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

(ایک مرتبہ پلک جھپکنے تک بھی تو اللہ سے غافل نہ رہ، ممکن ہے وہ تیری طرف دیکھے اور تو غافل رہے۔)

خلوص درانجمن کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ سالک جب بازار میں جائے تو اس کے دل کا یہ عالم ہو کہ بجز ذکر الٰہی اسے کوئی آواز سنائی نہ دے۔

حضرات مشائخ نقشبندیہ رحمہم اللہ نے چلہ کشی کے بجائے اس خلوت کو ترجیح دی ہے اس لئے کہ چلہ کشی کی جو غرض وغایت ہوا کرتی ہے۔ وہ خلوص درانجمن سے بھی حاصل ہوتی ہے اور اس میں ایک خصوصیت یہ بھی ہے کہ چلہ کشی میں ریا کا احتمال ہے اور اس خلوت میں وہ اندیشہ بھی نہیں اسی وجہ سے مشائخ نقشبندیہ کا مسلک یہ رہا ہے کہ سالک اپنی ظاہری حالت کو ایسا بنا رکھے کہ عام لوگ اسے کامل سمجھ نہ سکیں۔

ازدروں شو آشنا وازبروں بیگانہ وش   ایں چنیں زیبا روش کم می بود اندر جہاں

(اندر سے ہو تو آشنا باہر سے ہو تو بیگانہ، تو ایسی نرالی طرز کا ملتا نہیں)

5-یادکرد:

اس سے مراد یہ ہے کہ ہر حال وہر وقت ذکر میں اس طرح مشغول رہے کہ مرتبہ حضوری حاصل ہو جائے خواہ وہ ذکر زبانی ہو یا قلبی۔ اسم ذات یا نفی اثبات اس طرح ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کو بھی یادکرد کہتے ہیں۔

باش دائم اے پسر در یاد حق   گر خبر داری زعدل و داد حق

(اے عزیز تجھے اللہ کے عدل وانصاف کی خبر ہے۔ تو ہمیشہ یاد حق میں رہا کر۔)

6-بازگشت:

اس سے مراد یہ ہے کہ دوران ذکر میں تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد یہ مناجات "الٰہی مقصود من توئی رضائے تو محبت و معرفت خود بدہ" کرتا رہے اور ذکر نفی اثبات میں یہ تصور کرے کہ قرب الٰہی کے سوا میرا کوئی مقصود نہیں ہے۔

حضرات نقشبندیہ مجددیہ رحمہم اللہ کا معمول ہے کہ لا الہ الا کے ضمن میں مقصود الا اللہ کا خیال رکھے کیونکہ جو معبود ہوتا ہے وہی مقصود ہوتا ہے۔

ذکر وفکر سے سرور پیدا ہو یا عالم غیب کی کوئی چیز دکھائی دے تو سالک کو چاہئے کہ اس پر دھوکہ نہ کھائے اور اس کو اپنا مقصود نہ سمجھ بیٹھے کیونکہ اگر اسماء صفات میں سے کسی ایک صفت میں لاکھوں سال بھی سیر کی جائے تو بھی وہ ختم نہ ہوگی۔ اس لئے ضروری ہے کہ لفظ لا سے ان سب کی نفی کر کے ذات بحث کی طرف بڑھائے۔

7- نگہداشت:

اس سے مراد یہ ہے کہ قلب کے خطرات ووسواس پر نگاہ رکھے اور اگر بوقت ذکر دل میں ماسوی اللہ کا خیال وخطرہ آجائے تو فوراً ہٹا دے۔ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی قسم کا خیال دل میں ہرگز آنے نہ دے۔

حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ سالک پر لازم ہے کہ خطرات کو ابتدائے ظہور میں روک دے اس لئے کہ جب وہ ظاہر ہو جائیں گے تو نفس ان کی طرف ضرور مائل ہوا کرے گا اور وہ نفس پر قبضہ کرلیں گے پھر ان کا دفع کرنا مشکل ہو جائے گا اور یہ بات یقینی ہے کہ جب تک خطرات ماسوی اللہ سے دل پاک وصاف ہو کر مانند آئینہ نہ ہو جائے اس وقت تک انوار وبرکات وفیضان الٰہی دل میں سماء نہیں سکتے۔

وسواس بیروں کن ز گوش   تا بگوشت آید از گردوں خروش

تا کنی فہم آں معمہ پاش را   تا کنی ادراک امر فاش را

(وسوسوں کی روئی کان سے باہر نکال تاکہ تیرے (دل کے) کان میں آسمانی آوازیں آنے لگیں۔)

8-یادداشت:

اس سے مراد یہ ہے کہ اپنے مقصود کو ہمیشہ ذہن نشین رکھے۔ وصول الی اللہ کیلئے ذوق وشوق کے ساتھ مطلوب کی یاد ہمیشہ دل میں رہے اور جو مانع مقصود ہو اس سے محترز رہے کہ خدا اور رسول کی مرضی کے خلاف کوئی کام ہونے نہ پائے کیونکہ اس سے مقصود تک ہرگز رسائی نہیں ہوتی جب تعلق مع اللہ اس درجہ استوار وقوی ہو جائے کہ اس کے سوا ہر شے دل ودماغ عقل وشعور سے محو ہو جائے اور ذات الٰہی کے سوا کسی چیز کا شعور نہ رہے تو اس حالت کو فنا کہتے ہیں اور جب اس میں کا شعور بھی باقی نہ رہے تو یہی فناء الفناء اور عین الیقین اور یادداشت فنا الفناء کے بعد ہی حاصل ہوتی ہے اور جب سالک کو یہ یادداشت حاصل ہو جاتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے غافل نہیں رہ سکتا یہاں تک کہ خوشی وغمی، نفع ونقصان ہر حال میں اللہ کے ساتھ رہتا ہے جو شخص فنا وبقاء سے مشرف ہو وہی ولی ہے۔

حضرت خواجہ عبید اللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ نے آخری چار کلمات کی تشریح یوں فرمائی ہے کہ یادکرو سے مراد ذکر میں مشغول رہنا یہاں تک کہ مرتبہ حضوری حاصل ہو جائے اور بازگشت سے مراد مناجات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا۔

نگہداشت سے مراد اس رجوع کی مخالفت کرنا اور یادداشت سے مراد اس نگہداشت کی مضبوطی ہے۔

9-وقوف عددی:

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک جس دم کے ساتھ ذکر نفی اثبات کے وقت طاق عدد پر سانس چھوڑا کرے لیکن جس دم وقوف عددی شرائط ذکر سے نہیں ہیں بلکہ وقوف قلبی واجبات وشرائط ذکر سے ہے اور اس ذکر کا نتیجہ یہ ہے کہ لائے نفی کے وقت ایک وجود انسانی

ہی نہیں بلکہ کائنات کی نفی ہو جائے اور الائے اثبات کے وقت تصرفات جذبات الٰہی کے آثار محسوس ہونے لگیں۔

10-وقوف زمانی:

اس سے مراد یہ ہے کہ سالک اپنے نفس سے واقف رہے اور خیال رکھے کہ وقت کس طرح گزر رہا ہے جو وقت اطاعت الٰہی میں گزرے اس پر خداوند کریم کا شکر بجائے اور جو وقت معصیت وغفلت میں گزرے اس پر ندامت کے ساتھ توبہ استغفار کرے اور اسی کو اصطلاح صوفیہ میں محاسبہ کہتے ہیں۔

وقوف قلبی:

اس سے مراد یہ ہے کہ ذکر کے وقت سالک قلب کو بے خبر ہونے نہ دے اور قلب کی طرف متوجہ ہو کر مفہوم ذکر سے آگاہی حاصل کرتا جائے یعنی اپنی زبان کو بند رکھ کر زبان سے خیال سے ذکر کرے اور اپنے ظاہر وباطن سے اس ذکر کی آواز سنتا رہے۔

حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں وقوف قلبی کا مطلب یہ ہے کہ سالک اپنے قلب کی نگہبانی کرتا رہے یعنی اسے ذکر سے غافل اور نفسانی خطرات و خواہشات اور غیر اللہ کی محبت سے پراگندہ ہونے نہ دے۔ ہر لحظہ دیکھتا رہے کہ غفلت ذکر سے کہیں اس پر شیطان مسلط نہ ہو جائے۔

امام الطریقہ حضرت خواجہ نقشبند رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک وقوف قلبی وصول الی اللہ کا بہت بڑا رکن ہے اور طریق نقشبندیہ کا دارومدار اسی پر رکھا گیا ہے۔

وسواس:

انسان میں تین قوتیں ہیں۔ ملکوتیہ، بہمیہ، سبعیہ۔ جب انسان کوئی برا کام کرتا ہے تو وقت بہمیہ وسبعیہ کو غلبہ ہوتا ہے اور قوت ملکوتیہ کمزور ہو جاتی ہے۔ شیطان اس سے خوش ہوتا ہے۔ بخلاف اس کے جب وہ نیک کام کرتا ہے تو قوت ملکوتیہ غالب ہوتی ہے اور قوت

بہیمیہ وسبعیہ کمزور ہو جاتی ہیں اس وقت شیطان کو برا معلوم ہوتا ہے اس لئے وہ نیک کام کی نورانیت زائل کرنے کیلئے وسوسہ ڈال کر پریشان کرنا شروع کر دیتا ہے۔ اس سے گھبرانا نہیں چاہئے بلکہ ان وسوسوں کو دفع کرنے کیلئے **اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم** پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہو جائیں۔ اس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت دل میں پیدا ہو کر وسوسے بند ہو جاتے ہیں جس وقت کتا حملہ آور ہوتا ہے آپ پتھر اٹھائیں، لکڑی دکھلائیں تو وہ اور زیادہ بھونکتا اور حملہ کرتا ہے اگر اس وقت کتے کے مالک کے پیچھے ہو جائیں تو پھر وہ کچھ نہیں کرتا اسی طرح آپ وسوسوں کے وقت اعوذ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کی پناہ میں آجایئے۔ انشاء اللہ وسوسے کچھ نہ کر سکیں گے۔

حقیقت میں یہ وسوسہ باطن قلب میں نہیں ہوتے بلکہ بیرون قلب رہتے ہیں جیسے آئینہ پر مکھی دیکھنے والے کو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مکھی آئینہ کے اندر بیٹھی ہے حالانکہ وہ باہر رہتی ہے۔ ایسے ہی وسوسے قلب کے باہر رہتے ہیں۔ قلب کے اندر جہاں ذکر رہتا ہے وہاں ان کی گنجائش نہیں بوقت ذکر دل میں جو وسوسے معلوم ہوتے ہیں وہ دراصل وسوسوں کا عکس ہوتے ہیں۔

وسوسوں کا آنا بھی خدائے تعالیٰ کا امتحان ہے کہ بندہ وسوسوں سے گھبرا کر عبادت چھوڑ دیتا ہے یا ان وسوسوں کے ساتھ بھی جاری رکھتا ہے۔ یہ دیکھنا مقصود ہے ان وسوسوں سے گھبرائیں نہ پریشان ہوں بلکہ اپنے کام میں لگے رہیں ہم کو ہر امر میں محبوب حقیقی کی رضا جوئی کرنی چاہئے حتیٰ الامکان وسوسہ دفع کرنے کی کوشش کی جائے اس پر بھی دفع نہ ہوں تو یہ سمجھنا چاہئے کہ محبوب حقیقی کی ایسی ہی مرضی ہے۔

سالک کو چاہئے کہ وسوسوں کے آنے کی فکر نہ کرے انہیں روکنے کی جس قدر فکر کرے گا اسی قدر وہ زیادہ ہوتے جائیں گے اور جب ان کی طرف سالک توجہ ہی نہ کرے تو وہ خود بخود کم ہوتے جائیں گے۔

شیطان ذکر چھڑانے کیلئے وسوسہ ڈالا کرتا ہے۔

چنانچہ حضرت عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں فرمایا ہے کہ ایک ذاکر کو شیطان نے بہکایا کہ تم اتنا ذکر کر رہے ہو اس سے کیا فائدہ ہوا۔ اس وسوسہ سے متاثر ہو کر انہوں نے ذکر و شغل سب کچھ چھوڑ دیا۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ کے نبی کو حکم دیا کہ ہماری طرف سے اس ذاکر سے کہہ دو کہ جب بادشاہ کسی پر خفا ہوتا ہے تو اس کو اپنی ڈیوڑھی میں آنے نہیں دیتا۔ ڈیوڑھی میں آنے دینا ہی اس کی رضامندی کی علامت ہے۔ ایسا ہی ہمارا ذکر کرنا ہماری رضامندی کی اور ذکر چھوڑ دینا ناراضی کی علامت ہے اس لئے تجھ کو چاہئے کہ تادم آخر ہمارا ذکر کرتا رہے۔

ذکر و وظیفہ کے وقت دل میں جو دنیوی خیالات پیدا ہو جاتے ہیں ان سے سالک کو گھبرانا نہیں چاہئے البتہ اپنے اختیار سے فضول خیالات کو دل میں آنے نہ دے اور خود بخود خیالات آئیں ان کا کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ سالک کو چاہئے کہ دل پر بار نہ ڈالے شریعت کی پابندی کے ساتھ ذکر پر مداومت رکھے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ ایک نہ ایک دن ضرور دل کی اصطلاح ہو جائے گی۔

بوقت ذکر وسوسوں کا ہجوم ہوتا ہے سالک کو چاہئے کہ ان کی طرف توجہ ہی نہ کرے۔ وسوسہ خود آتے ہیں تو آنے دے اپنی طرف سے وسوسہ پیدا نہ کرے۔ ذکر کی کثرت وسوسوں کو خود بخود دفع کر دے گی اور یوں تو وسوسہ آنا کچھ برا بھی نہیں ہے۔ بڑے درجہ کے لوگوں کو بھی وسوسہ آیا ہی کرتے ہیں۔ سالک کو چاہئے کہ اپنے کام میں لگا رہے۔

وسوسوں کے دفع ہونے کیلئے اس سے بہتر کوئی طریقہ نہیں ہے کہ بلاقصد وارادہ جو وسوسہ آئیں وہ مضر نہیں ہیں۔ قصداً کوئی وسوسہ نہ لائیں۔ نفس ایک وقت دو کام نہیں کر سکتا جب وسوسے آنا شروع ہوں تو نفس کو ذکر کی طرف موڑتے جائیں جب اس کی عادت ہو جائے گی تو ذکر جاری رہے گا اور وسوسے بند ہو جائیں گے۔

دفع وساوس کیلئے تصور شیخ اور تھوڑی تھوڑی دیر سے لمحہ دو لمحہ کیلئے سانس کا روک لینا بھی مفید ہوتا ہے جب وساوس کا ہجوم ہو جائے تو لمحہ دو لمحہ کیلئے حبس دم کیا جائے جس کے

ساتھ ہی وسوسے دور ہو جاتے ہیں اور تھوڑی دیر کیلئے ان سے نجات ہو جاتی ہے لیکن پھر وہ شروع ہو جاتے ہیں پھر اسی طرح حبس دم کا عمل مفید و مناسب ہے اس پر بھی یہ سلسلہ منقطع نہ ہو اور نفسانی خطرات سے دل تھک جائے تو لطیفہ نفس سے ذکر شروع کر دے اس عمل سے بھی خطرات وسواس میں کمی ہو جاتی ہے۔

تصور شیخ و حبس دم کے بعد بھی جب وساوس کسی طرح دفع نہ ہوں تو انہی کو مراۃ جمال حق بنانا چاہئے۔ ایسی حالت میں اس طرح سوچے کہ اللہ تعالیٰ کی کیسی قدرت ہے کہ دل میں خیالات کا ایک سمندر پیدا کر دیا ہے جو کسی کے بند کئے بند نہیں ہوتا اس کو حجاب میں اسے مقصود کھولنا کہتے ہیں۔

طریقہ بیعت:

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ میں پیران کبار نے بیعت کا یہ طریقہ مقرر فرمایا ہے کہ پیر اور مرید ہونے والا با ادب دو زانو بیٹھ کر ہاتھ میں ہاتھ ملاتے ہیں۔ مرید ہونے والے سے پیر اس طرح القائے نسبت کرتے ہیں کہ استغفر اللّٰہ ربی من کل ذنب و اتوب الیہ لا الہ اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پڑھا کر کہا جاتا ہے کہ "میں نے آپ کو حضرت سیدی حضرت عبد القادر جیلانی رضی اللہ عنہ و حضرت سیدی خواجہ بہاء الدین نقشبندی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی میں دیا جائے" (اس موقع پر مرید ہونے والا جواب دیتا ہے کہ قبول کیا میں نے) اس کے بعد ارشاد ہوتا ہے "قادریہ و نقشبندیہ دو طریقوں میں آپ کو مرید کرتا ہوں"۔

"پہلی وصیت یہ ہے کہ نماز پنجگانہ پابندی سے پڑھا کرو" (مرد ہو تو ارشاد ہوتا ہے) "اور ہر نماز کو جماعت سے ادا کرنے کی کوشش کرو" (اگر مستورات ہوں تو نماز با جماعت کی نسبت ارشاد نہیں ہوتا)

"نماز۔ درود قرآن جو بھی پڑھا جاتا ہے وہ زبان سے لیکن یہ سبق زبان کو روک

کر خیال کو دل کی طرف لے جا کر اللہ اللہ اس طرح کہنا کہ دل سے اللہ ھو اللہ ادا ہوتا ہوا معلوم ہو (دل بائیں پستان سے دو انگل نیچے ترچھا بغل کی جانب واقع ہے) اس کیلئے وضو طہارت کی ضرورت نہیں ہے۔ وضو بے وضو حالت پاکی و ناپاکی میں چلتے پھرتے، کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حال میں یہ جاری رکھنا۔ عادت نہ ہونے سے بھول جاتا ہے تو مضائقہ نہیں جب یاد آ جائے تو پھر ایسا ہی عمل شروع کر دینا۔

اس کے علاوہ جو بھی فرصت کا وقت ہو آنکھیں بند کر کے تنہائی میں بیٹھ کر اللہ اللہ کا ذکر دو ہزار مرتبہ کرنا اور اس کے ساتھ ہی ساتھ میرا تصور اس طرح کرے کہ میرے دل سے اللہ تعالیٰ کا فیض نکل کر اپنے دل میں آ رہا ہے۔ اس کو بھی زبان سے کہنے کی ضرورت نہیں صرف خیال کرنا۔ یہ پہلا سبق ہے۔ اس کا نام لطیفہ قلب ہے۔

اور روزانہ کسی وقت بھی درود شریف دو سو مرتبہ پڑھنا جو درود یاد ہو پڑھ سکتے ہیں لیکن یہ درود زیادہ مناسب ہے۔ اللھم صلی علی سیدنا محمد و علی والہ وصحبہ افضل صلوتك وعدد معلوماتك و بارك وسلم اس طرح مریدین سے اولاً سلوک نقشبندیہ طے کرایا جاتا ہے۔

☆☆☆

یا فتاح

اذ کار ومراقبات حضرات نقشبندیہ مجددیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین والصلوۃ والسلام علی
رسولہ محمد وآلہ واصحابہ اجمعین

مراقبہ احدیت

طریقہ اس کا یہ ہے کہ آنکھیں بند کرکے زبان تالو کو لگا کر دل کو خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ کرکے صورت مرشد کو روبرو خیال کرکے زبان دل سے اللہ اللہ ذکر کرے (ذکر خدائے تعالیٰ کے نام لینے کو کہتے ہیں۔ زبان سے یا دل سے فکر اور مراقبہ خدائے تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کو کہتے ہیں یعنی اس کو حاضر وناظر جان کر پڑھنے کی طرف خیال رکھنا) اور ایسا خیال کرکے کہ وہ ذات جو بیچون وبچگونہ وبے شبہہ وبے نمونہ ہے اس ذات پاک سے فیض آتا ہے اوپر دل میرے۔

یہ ذکر رات دن میں چوبیس ہزار بار کرے یا جس قدر ہو سکے لیکن حضور دل سے آہستگی سے کرے کہ اس کا اثر دل پر ہو۔ اعتبار ذکر میں کیفیت کا ہے نہ کمیت کا۔ یہ ذکر چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں جاری رکھے۔ ان شاء اللہ دو ماہ کی مواظبت میں حرکت نبضی دل میں پیدا ہوگی۔ رنگ دل کا زرد ہے عالم ارواح میں روزانہ بارہ ہزار مرتبہ ذکر کرے تو دو مہینے کے عرصہ میں حرکت نبضی دل میں پیدا ہوتی ہے۔

ف:

اس طریق عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کی ابتداء مراقبہ احدیت سے ہوتی ہے اور اس میں لطیفہ قلب سے لطیفہ قالب تک جملہ لطائف شامل ہیں اور انہیں لطائف میں ذات بیچوں و

بے چگونہ اور بے مثل وبے نمونہ سے بلالحاظ اسماء وصفات وغیرہ اکتساب فیض کیا جاتا ہے اور ابتداء ہی سے تمام ماسوی اللہ کی نفی کروا کر راست ذات مقدسہ الٰہیہ سے ربط قائم کرا دیا جاتا ہے۔

لطائف

اب ہم لطائف عالم امر کو اس حدیث شریف کی روشنی میں بیان کرتے ہیں۔

حدیث شریف:

ان فی جسد آدم مضغة وفی مضغة قلب و فی القلب فواد و وفی الفواد سر و فی السر خفی و الخفی اخفی و فی الاخفی انا[1]

لطیفہ قلب:

طریقہ اس کا یہ ہے کہ آنکھیں بند کرکے زبان تالو کو لگا کر دل کو خدائے تعالیٰ کی طرف متوجہ کرکے صورت مرشد کو روبرو خیال کرکے زبان دل سے اللہ اللہ کا ذکر کرے۔

ف:

قلب عالم خلق اور عالم امر کے درمیان ایک برزخ ہے۔ جب سالک لطائف قلب سے ذکر کرتا ہے تو قلب کی صفائی ہو کر اس پر کیفیات طاری ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور وہ عالم ناسوت سے عالم ملکوت میں قدم رکھتا ہے۔ روح اور جسم کے درمیان مثال ایک لطیف شئے ہے اور یہ انسان کی ایک پوشیدہ حقیقت نامہ ہے جس کو عالم ملکوت بھی کہتے ہیں۔ اسی مثال کی بدولت سالک اپنے تمام مدارج عروج طے کرکے ذکر کے ثمرات حاصل کرتا ہے۔

اس مقام میں ذات الٰہی کے مرتبہ مقدسہ سے بواسطہ حضرت پیر ومرشد اکتساب

۱۔ بیہقی، شعب ایمان، ج۲، ص۳۱۸

فیض کیا جاتا ہے جس کا مورد فیض قلب ہے۔اس لطیفہ میں یکسو ہو کر نظر خیال قلب اور نظر قلب حق سبحانہ پر رکھ کر اکتساب فیض کرنا چاہئے۔

لطائف خمسہ عالم امر کے اصول فوق العرش ہیں جب قلب اپنی اصل کی جانب رجوع کرتا ہے تو وہ جانب بالا مائل ہوتا ہے۔

اس سبق میں ذکر اسم ذات اور تصور شیخ معمول بہ ہیں۔اس لطیفہ کے نور کا رنگ زرد ہے سب سے پہلے سالک کیلئے طلب صادق ضروری ہے جو رفع غفلت اور حصول آگاہی سے پیدا ہوتی ہے۔

لطیفہ روح:

جب حرکت نبضی دل میں پیدا ہو تو لطیفہ روح سے ذکر کرے دو حصہ روح سے ایک حصہ قلب سے محل اس کا زیر پستان راست ہے بفاصلہ دو انگشت۔

ف:

جب سالک قلبی کیفیات سے بخوبی واقف ہو جاتا ہے تو اس کو لطیفہ روح کی طرف لے جاتے ہیں۔لطیفہ روح بھی عالم امر سے تعلق رکھتا ہے اور یہاں سالک عالم مثال سے عالم ارواح میں داخل ہو کر اسماء وصفات کا عارف ہوتا ہے۔

لطیفہ روح سے مراد وہ حقیقت ہے جو مثال انسانی کو حرکت میں لانے والی ہے یہ فیضان روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پرتو ہے۔اسی کو عالم جبروت کہتے ہیں۔یہ وہ لطیف کیفیت ہے جو سالک پر بعض دفعہ بغیر جسم مادی ومثالی کے اچانک طاری ہوتی ہے۔سالک پر اس کیفیت کا غلبہ ہو جائے تو مقام جبروت کے حالات مشاہدہ میں آتے ہیں۔یہ روح انسانی کی کارفرمائی ہے چنانچہ اولیاء اللہ اس دولت سے مشرف ہوتے ہیں گو بظاہر ہمارے ساتھ رہتے ہیں لیکن کیفیات عالم ارواح ان پر ہمیشہ منکشف ہوتے رہتے ہیں۔روح اگرچہ عالم بے چوں کے ساتھ نسبت رکھتی ہے۔درحقیقت بیچوں حقیقی جل شانہ کے مقابلہ

میں دائرہ چوں میں داخل ہے۔گویا عالم چوں اور بارگاہ بے چوں حقیقی کے درمیان ایک برزخ ہے۔یہ دونوں طرف کا رنگ رکھتی ہے اور ہر دو اعتبارات اس میں صحیح ہیں۔اس لطیفہ کے نور کا رنگ سرخ ہے۔

لطیفہ سر:

جب لطیفہ روح میں حرکت پیدا ہو تو لطفیہ سر سے ذکر کرے محل اس کا درمیان پستان چپ و وسط سینہ کے ہے۔

ف:

لطیفہ سر سے مراد وہ راز ہے جو روح انسانی کا مبتداء ہے جس کو عالم لاہوت بھی کہتے ہیں۔عالم لاہوت سے مراد روح محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے۔یہ ایک لطیف تر کیفیت ہے جہاں سالک پر بے شعوری میں ایسے احوال کا ورود ہوتا ہے جو واقعات مصرحہ لطائف قلب وروح سے ممتاز ترین ہوتے ہیں۔اس کا اندازہ وہی سالک کر سکتا ہے جس پر یہ حالات گزرے ہوں اور یہاں سالک کو بسبب عشق الٰہی معرفت حاصل ہوتی ہے۔

اس لطیفہ کے نور کا رنگ سفید ہوتا ہے۔

لطیفہ خفی:

(لطیفہ سر کے) بعد خفی سے ذکر کرے۔محل اس کا درمیان پستان راست و وسط سینہ ہے۔

ف:

لطیفہ خفی سے مراد نور محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہے جس کو عالم ہاہوت کہتے ہیں۔سالک پر جب اس لطیفے کی کیفیات طاری ہوتی ہیں تو وہ معائنہ ذات کی بدولت واصل الی اللہ ہوتا ہے۔اس لطیفے کے نور کا رنگ سیاہ ہے۔

لطیفہ اخفیٰ:

لطیفہ خفی کے بعد اخفیٰ سے ذکر کرے۔ محل اس کا وسط سینہ ہے۔ یہ پانچ لطائف عالم امر کے ہیں کہ بامر کن پیدا ہوئے ہیں۔ مقام ان کا بالائے عرش ہے۔ ظلم ان کا انسان کے بدن میں ہے جب کثرت ذکر سے یہ پاک ہوتے ہیں تو اپنی اپنی اصل کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔ تفصیل اس کی مکتوبات حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ میں مفصل موجود ہے۔

ف:

لطیفہ اخفیٰ سے مراد ذات بحت (خالص ذات) مرتبہ ہویت ہے۔ اسی ذات کی توصیف میں سبوح قدوس فرمایا گیا ہے اور اللّٰہ الصمد بھی اور اسی کو وراء الوراء ثم وراء کہا جاتا ہے اور یہی ذات صفات واعتبارات سے مبرا اور قید اطلاق سے منزہ ہے۔ یہ وہ ذات قدسی ہے جس کے متعلق خود ارشاد باری ہے الا انہٗ بکل شیٔ محیط[1]

اس لطیفہ کے نور کا رنگ سبز ہے۔

لطیفہ نفسی:

(لطیفہ اخفیٰ کے) بعد لطیفہ نفسی سے ذکر کرے کہ محل اس کا وسط پیشانی ہے۔

ف:

یہ نفس انسان کو ہمیشہ انسانیت وریا کی جانب مائل کرتا رہتا ہے جس کو قرآن مجید میں نفس امارہ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ اس مقام میں اس کا تزکیہ اور اس کی امارگی دور کرنے کی کوشش کی جائے تاکہ وہ اپنے خواص کو بدل دے اسی کو تزکیہ نفس بھی کہتے ہیں۔ اس کے بعد ہی وہ اخلاق وصفات حمیدہ سے مزین ہوتا ہے اور یہی تہذیب نفس ہے۔ اس لطیفہ کے نور کا رنگ بعد تزکیہ بے کیف ہے۔

۱۔ القرآن، شوریٰ، آیت ۵۴

نوٹ: ان لطائف کے الوان وانوار سلوک کا جزو نہیں ہیں۔ صرف یکسوئی میں معاون ہوتے ہیں۔

لطیفہ قالب:

(لطیفہ نفسی کے) بعد قالب سے ذکر کرے کہ محل اس کا تمام بدن ہے۔ اسی کو سلطان الاذکار کہتے ہیں۔ یہ دو لطیفے عالم خلق کے ہیں۔ بتدریج عرصہ چھ روز میں پیدا ہوئے ہیں جب سالک کا باطن منور ہوتا ہے تو یہ سب کیفیت اس پر ظاہر ہوتی ہے۔ مکتوبات حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ مطالعہ میں رکھے۔

ف:

اس لطیفہ میں سالک کے بعد عناصر اربعہ ہوا، پانی، آگ اور خاک کا تزکیہ ہوتا ہے۔ اس مقام میں سالک کے ہر رگ وپے اور ہر بن مو سے ذکر جاری ہوا کرتا ہے۔

سالک کے لطائف صاف ہونے کی بہت سی علامتیں ہیں۔ اس میں تین بڑی اور قابل ذکر یہ ہیں:

1- اطاعت وعبادت کیلئے سالک سستی وکاہلی محسوس نہ کرے اور گناہوں کی رغبت اس کے دل سے مٹ جائے معرفت الٰہی وقرب خداوندی حاصل کرنے کا ذوق وشوق دل میں بڑھ جائے۔

2- بلاقصد وارادہ سالک کے لطائف ذاکر پائے جائیں اور ان میں سالک کو انوار الٰہی کا مشاہدہ بھی ہو اور اطاعات وعبادات میں بے مثل لذت محسوس ہونے لگے۔

3- سالک کو اپنے لطائف سے ذکر الٰہی کی آواز سنائی دے اور حرکت نبض بھی کامل طور پر محسوس ہونے لگے۔ وسواس وخطرات سے قلب پاک وصاف ہو کر یکسوئی نصیب ہو۔

اور محبت الٰہی اور جناب محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع واطاعت اچھی طرح

غالب ہوجائے۔ یہ علامات سالک کے لطائف صاف ہونے کی ہیں۔ جب یہ ساتوں لطائف جاری ہوجاتے ہیں تو سالک کی غفلت ہمیشہ کیلئے دور ہوجاتی ہے اور اطاعات و عبادات کی بجا آوری میں کسی قسم کا تغافل وتساہل ہونے نہیں پاتا بلکہ ان کی جانب رغبت زیادہ بڑھ جاتی ہے۔

ذکر نفی اثبات

بعد جاری ہونے ان سات لطائف کے ذکر نفی اثبات کا کرے۔ طریقہ کار یہ ہے کہ دم ناف میں بند کر کے کلمہ لا کو ناف سے اٹھا کر لطیفہ نفسی تک پہنچائے اور الہ سیدھے بازو پر خیال کر کے الا اللہ کے تیئں لطیفہ روح وغیرہ سے گزار کر لطیفہ قلب پر ضرب کرے قوت سے کہ اثر اس کا معلوم ہوئے اور معنی اس کے ایسا خیال میں رکھے کہ نہیں ہے کوئی مقصود سوائے ذات پاک اللہ تعالیٰ کے تین پر یا پانچ سات پر یا زائد اس سے طاق عدد پر دم چھوڑے اور محمد رسول اللہ کہے اور تصور فیض کا قالب پر کرے۔ بعد تھوڑے ذکر کے ''الٰہی مقصود من توی رضائے تو و محبت و معرفت خودبدہ'' بہت عجز و انکساری سے کہے اگر حبس دم نہ ہو سکے تو بلا حبس دم کرے۔ یہ ذکر روزانہ ہزار بار کرے اگر نہ ہو سکے تو جس قدر ہو سکے کرے تین سو تیرہ بار سے کم نہ کرے۔ دو پہر رات سے دو پہر دن تک اسم ذات کا ذکر کرے۔ دو پہر دن سے دو پہر رات تک نفی اثبات کا ذکر کرے۔ اسم ذات کا ذکر جذبہ و محبت کیلئے بہت مفید ہے اور نفی اثبات دفع خطرات وصفائی باطن کیلئے نہایت موثر ہوتا ہے۔

ف:

سلسلہ نقشبندیہ مجددیہ میں سلوک پر جذبہ مقدم و غالب ہے اس لئے مشائخ نقشبندیہ مجددیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ابتداء میں سالکین کو ذکر اسم ذات کی تلقین فرماتے ہیں اور جب سالکین ذکر اسم ذات سے مستفیض ہوجاتے ہیں تو بعد میں ذکر نفی اثبات لا الہ الا اللہ کی

تعلیم دیتے ہیں۔ اس لئے کہ اسم ذات کو جذبہ اور نفی اثبات کو سلوک سے زیادہ مناسبت ہے۔ ذکر اسم ذات سے حرارت قلبی اور شوق پیدا ہوتا ہے۔

سالک کے عنصر ہوا کے تزکیہ کی غرض سے حبس دم کے ساتھ ذکر نفی اثبات میں سانس کو ناف میں بند کرنے کا جو معمول ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ جسد انسانی میں عنصر ہوا کا مقام ناف کے نیچے رکھا گیا ہے جب اس ذکر کی کثرت ہوتی ہے تو سالک کو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ ایک نور کا حلقہ جو ناف سے پیشانی اور پیشانی سے داہنے کندھے سے ہوتا ہوا لطائف خمسہ عالم امر کے گرد گھوم رہا ہے۔ یہ کیفیت ابتدائی ہے جو بالآخر بوقت لا کل کائنات کی نفی اور بوقت الا اللہ اثبات حق سبحانہ تعالیٰ میں اس قدر محویت ہوجاتی ہے کہ ذکر ذاکر اور مذکور میں سے صرف مذکور باقی رہ جاتا ہے۔

ذکر نفی اثبات کلمہ لا الہ الا اللہ کا طریقہ یہ ہے کہ ذاکر اپنا دم ناف میں بند کر کے لا کو ناف سے اٹھا کر وسط پیشانی یعنی لطیفہ نفس تک پہنچائے اور لفظ الہ کو داہنے کندھے پر لے جا کر لفظ الا اللہ کو لطیفہ روح سے لطائف خفی، اخفی اور سر پر سے گزارتے ہوئے لطیفہ قلب تک پہنچائے اس مجموعی عمل سے صورت لا الہ الا اللہ معکوس ظاہر ہوتی ہے لیکن اعضائے جسم کو کسی طرح حرکت نہ ہو بوقت لا اپنی اور کل مخلوقات کی نفی اور بوقت الا اللہ ذات پاک کا اثبات متصور ہو اور یہ خیال بھی ضروری ہے کہ یہ ضرب تمام لطائف پر اور اس کا اثر تمام اعضا و جوارح پر پڑ رہا ہے اگر حبس دم مضر ہو تو بلا حبس دم بھی یہ ذکر کیا جا سکتا ہے۔ حبس دم کی صورت میں طاق عدد مثلاً تین پانچ سات نو گیارہ یا اس سے زیادہ طاق عدد پر سانس چھوڑے اس کے بعد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زبان خیال سے کہا جائے اور تھوڑے تھوڑے وقفے سے یہ مناجات الٰہی مقصود من توئی الخ زبان دہن سے کہے اور اگر یہ ذکر بلا حبس دم ہو تو تھوڑے وقفہ سے طاق عدد پر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم والٰہی مقصود من توئی الخ اسی طرح کہے۔

حبس دم وقوف عددی شرائط ذکر سے نہیں ہیں۔ البتہ وقوف قلبی شرائط و واجبات

ذکر سے ہے۔ یہ ذکر حبس دم و وقوف عددی کے ساتھ ایک دم میں اکیس مرتبہ کرنا بہتر ہے۔ اس سے سالک منزل مقصود تک جلد پہنچ سکتا ہے اور حبس دم کے ساتھ یہ ذکر کیفیات عالیہ حرارت قلبی، ذوق و شوق، دفع خطرات اور کشف و انشراح صدر۔ اطمینان قلب لذات روحانی کے حصول کا مجرب ذریعہ ہے اور یہ طریق ذکر کہ بوقت لا کل کائنات کی نفی و بوقت الا اللہ اثبات حق سبحانہ تعالیٰ کا ادراک حاصل ہونے کیلئے نہایت موثر ہے اگر اس طرح کے ذکر سے متذکرہ فوائد مترتب نہ ہوں تو یہ سمجھنا چاہئے کہ آداب وشرائط ذکر میں کچھ کوتاہی ہو رہی ہے از سرنو جملہ آداب وشرائط کی پابندی کے ساتھ مداومت رکھے ان شاء اللہ ذاکران خصوصیات کا حامل ہو جائے گا۔

بعض سالکین پر یہ نتائج ایک سانس میں اکیس سے زائد مرتبہ ذکر کرنے پر مترتب ہوتے ہیں۔ وقوف عددی علم لدنی کا پہلا سبق ہے۔ ان معنی میں کہ حصول کیفیات اور ان کا علم اسرار خداوندی کا ظاہر ہونا اور ان کی دریافت اسی طرح کے ذکر سے وابستہ ہے۔

بوقت ذکر یہ بھی تصور میں ہونا ضروری ہے کہ معنی مقدس یعنی اللہ تعالیٰ کی ذات کے سوا میرا کوئی مقصود نہیں ہے۔ اس کلمہ شریف کے لفظی معنی تو یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے مگر یہاں مقصودیت کا تصور اس لئے کرایا جاتا ہے کہ معبودیت کی نفی سے مقصودیت کی نفی بلیغ و کامل ہے اس کا سبب یہ ہے کہ ہر معبود مقصود ہوتا ہے مگر ہر مقصود معبود نہیں ہوتا جب مقصودیت کی نفی کرادی گئی تو معبودیت کی نفی اس میں آگئی کیونکہ عام کی نفی میں خاص کی نفی بھی شامل ہے۔

یہ ذکر حضرت خضر علیہ السلام نے حضرت خواجہ غجدوانی رحمتہ اللہ علیہ کو حبس دم اور وقوف عددی کے ساتھ سکھایا ہے۔ اسی ذکر کی ایک شاخ تہلیل لسانی بھی ہے جس میں زبان سے پست آواز کے ساتھ کلمہ لا الہ الا اللہ بشرکت خیال بلحاظ مفہوم و آداب وشرائط نفی اثبات کیا جاتا ہے۔

سلوک نقشبندیہ مجددیہ میں مراقبہ نفس سے تہلیل لسانی کی اجازت ہے اگر سالک زبان خیال ہی سے ذکر نفی اثبات کرنا چاہئے تو بھی کسی قسم کی قباحت نہیں ہے لیکن اس عمل سے زیادہ سالک فیضان ذکر سے محروم رہتی ہے اس لئے تھوڑا بہت ذکر لسانی بھی کیا جانا ضروری ہے۔ نیز تہلیل لسانی سے وجد وسکر کے حالات میں افاقہ ہوتا ہے اور سالک ہوش و حواس کے ساتھ انوار الٰہی کا مشاہدہ کرسکتا ہے اور آئندہ جن مقامات سلوک میں جہاں وجد و سکر کا غلبہ ہوا کرتا ہے۔ تہلیل لسانی کے باعث سالک میں ہوش وحواس برقرار رکھنے کا مادہ پیدا ہو جاتا ہے۔

ذکر نفی اثبات میں حسب ذیل چھ شرائط ہیں:

1- کلمہ شریف کے معنی کا لحاظ رکھنا چاہئے یعنی بجز ذات پاک کے کوئی مقصود نہیں ہے جس وقت زبان خیال سے لا کہے اس وقت اپنی اور کل موجودات کی نفی اور بوقت الا اللہ اثبات ذات حق سبحانہ تعالیٰ کا تصور ہے۔

2- وقوف قلبی / یعنی اپنی توجہ بجانب قلب اور توجہ بجانب حق سبحانہ تعالیٰ بغیر ان دونوں توجہات کے نسبت حضور مع اللہ ممکن نہیں۔

3- نگہداشت / اصطلاح صوفیہ میں خطرات و وسواس اور حدیث نفس یعنی خیالی کلام کے سلسلے سے دل کو پاک وصاف رکھنے کا نام نگہداشت ہے اس سے جمعیت وحضور الی اللہ کی نسبت بطریق دوام حاصل ہوتی ہے۔

یک چشم زدن غافل ازاں شاہ نباشی   شاید کہ نگا ہے کند آگاہ نباشی

(ایک لمحہ کے لیے بھی اس بادشاہ کی یاد سے غافل نہ رہے ممکن ہے وہ دیکھیں اور تو غافل رہے۔)

4- وقوف عددی / یعنی حبس دم کے ساتھ ذکر کی صورت میں طاق عدد پر سانس چھوڑنا۔

5- رابطہ شیخ۔

6- بازگشت/ اثناء ذکر میں تھوڑے تھوڑے وقفہ سے جناب الٰہی میں بکمال خاکساری و نیازمندی التجا ومناجات بایں الفاظ کہ الٰہی مقصود من توئی الخ اور پھر ذکر میں مشغول ہوجانا اسے طریقت کی اصطلاح میں بازگشت کہتے ہیں۔

انکساری وفروتنی وشکستگی راہ سلوک کے اہم ترین اسباب میں سے ہے کیونکہ حق سبحانہ تعالیٰ جو بے نیاز ہیں ان کی بارگاہ عالی میں نیازمندی ہی پسندیدہ ہے اور اس بے نیازی کا مقتضی یہ ہے کہ اپنے مسائل کو بالکل ناچیز اور بے حقیقت سمجھے اور خدائے تعالیٰ کے فضل وکرم پر ہی بھروسہ رکھے۔

3- ایں مملکت بزور مسخر نمی شود   ایں فتح جز شکست میسر نمی شود

(یہ مملکت کسی زور سے مسخر نہیں ہوتی اور یہ فتح شکست کے بغیر میسر نہیں آتی۔)

خلاصہ یہ ہے کہ بغیر کوشش وبلا تکلف غفلت دور ہوجائے اور اس طور سے کیفیت احدیث میں سالک مستغرق ہوجائے کہ اس کو خودی کا خیال رہے نہ بے خودی کا یہاں سالک کو فنائت تامہ حاصل ہوتی ہے جس سے مراد یہ ہے کہ سالک کو اس مرتبہ میں کائنات کا خیال رہتا ہے، نہ اپنے وجود کا۔ اور کسی قسم کا شعور ہی باقی نہیں رہتا گویا وہ اپنی ذات و صفات کو چھوڑ دیتا ہے۔ اس مراقبہ میں سالک کثرت ذکر نفی اثبات کے سبب اپنی اور ماسوی اللہ کی نفی اور حق سبحانہ تعالیٰ کا اثبات کرتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ نہ ہوتا تو جناب قدس خداوندی کی طرف راستہ کون بتلاتا ہے اور چہرہ توحید سے نقاب کون اٹھاتا اور جنت کے دروازے کون کھولتا۔ صفات بشریہ کا پہاڑ اسی لا کی کدال سے کھودا جاسکتا ہے اور اسی کی بدولت عالم تعلقات کی نفی ہوتی ہے اور یہی لائے نفی سارے معبودان باطل کی نفی کرتا ہے۔ اسی طرح الائے اثبات۔ اثبات معبود حقیقی کرتا ہے۔ مدارج لامکانی کو سالک اسی کلمہ کی مدد سے طے کرتا ہے اور سالک اسی کی برکت سے مدارج بزرگی پر

چڑھتا ہے۔ یہی کلمہ تجلیات ظلال سے تجلیات اسماء وصفات وذات قدس تک پہنچاتا ہے۔ یہی کلمہ طیبہ جامع کمالات ولایت ونبوت بھی ہے۔

حدیث شریف میں ہے: قال لا الہ الا اللّٰہ فدخل الجنة [1]

سے لوگ تعجب کرتے ہیں کہ صرف ایک مرتبہ اس کلمہ کے کہنے سے انسان کس طرح جنت میں داخل ہوسکتا ہے لیکن اس فقیر کو اچھی طرح معلوم ہوا ہے کہ اس کلمہ کے ایک بار کہنے سے کہنے والے کو گر بخش دیں اور جنت میں داخل کریں تو کون سی تعجب کی بات ہے بلکہ اس کلمہ کو کوئی صرف ایک بار کہے اور اس کے طفیل میں سارے مسلمانوں کو بخش دیا جائے تو بھی بخشش .... تو اس کلمہ کی برکتوں کو سارے عالم پر تقسیم کیا جائے تو ابدالاباد سارا جہاں معمور وسیراب رہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کلمہ کی برکتوں کا حصول اور اس کی عظمتوں کا ظاہر ہونا اس کے کہنے والوں کے درجہ کے موافق ہوتا ہے۔ کہنے والا جس قدر عظمت رکھتا ہوگا برکت کا ظہور بھی اتنا ہی زیادہ ہوگا۔

حسن صورت ہو زیادہ تیرا یار   صدق سے گر تو پڑھے بار بار

اور آپ دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں کہ دنیا کی ساری لذتیں اور نعمتیں اس کلمہ طیبہ کی لذت وحلاوت کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔ اس کلمہ معظمہ کے مقابلے میں جو ناپیدا کنار سمندر ہے تمام عالم ایک قطرہ سے بھی کم کا حکم رکھتا ہے۔

حدیث شریف:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی اے میرے اللہ مجھ کو وہ کلمہ سکھائیے کہ اس سے آپ کو پکاروں اور یاد کروں۔ حکم ہوا، اے موسیٰ لا الہ الا اللہ کہا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا، اے پروردگار یہ تو آپ کے سب ہی بندے کہتے ہیں اور میں اپنے لئے کوئی خاص کلمہ چاہتا ہوں۔ ارشاد ہوا:

ا۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، ص ۲۷۳

اے موسیٰ علیہ السلام اگر ساتوں آسمان وزمین اور کل موجودات بجز میرے ترازو کے ایک پلڑے میں رکھے جائیں اور کلمہ لا الہ الا اللہ دوسرے پلڑے میں ہو تو کلمہ لا الہ الا اللہ کا پلڑا ہی جھک جائے گا۔ [1]

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ ذکر نفی اثبات کی اللہ جل شانہ کے پاس کیا قدر و منزلت ہے اور سالک کیلئے یہ ذکر کس قدر لازمی وضروری ہے۔

جاننا چاہئے کہ ماسوی اللہ سے تعلق خاطر اور خصائل ذمیمہ کو دور کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ ایک ایک خصلت کو لے کر لا کے وقت اس کی نفی کی جائے۔ مثلاً حسد کو دور کرنے کیلئے بوقت لا الہ یہ سوچے کہ مجھ میں حسد نہیں ہے اور بوقت الا اللہ یہ سوچے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت مجھ میں ہے۔ اس طرح گشت نفی اثبات وتضرع بجانب الٰہی ان خصائل ذمیمہ کے دور ہونے کیلئے کی جائے ان شاء اللہ تعالیٰ وہ خصائل ذمیمہ رفتہ رفتہ دور ہو جائیں گے۔ اس طرح ہر قسم کے خصائل رذیلہ وخلاف شریعت امور کا اپنے باطن سے ازالہ کیا جا سکتا ہے اور تزکیہ وتصفیہ باطن حاصل ہوتا ہے۔

مراقبہ معیت

جب اثر ذکر کا طالب میں پایا جائے یعنی ذکر میں حلاوت معلوم ہو اور خطرات و وسواس کم ہوں اور شغل دنیا سے نفرت ہو جائے تو ساتھ ذکر نفی اثبات مراقبہ معیت کا حکم کرے یعنی وقت ذکر کے معنی آیہ شریف وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ [2] کا خیال دل میں رکھے یعنی اللہ تعالیٰ ساتھ میرے ہیں۔ اس طرح کہ شان کو ان کے سزاوار ہے۔ اس ذات پاک سے فیض آتا ہے۔ پیر و مرشد کے لطیفہ قالب پر اور وہاں سے

۱۔ احمد بن حنبل، مسند، ج ۲، ص ۱۷۹، حدیث ۱۶۷۷۰

۲۔ القرآن، الحدید، آیت: ۴

فیض آتا ہے میرے قلب پر۔

اتصالے بے تکیف بے قیاس ــــ ہست رب الناس را با جان ناس

(اس خیال میں ایسا غرق ہو جائے کہ خیال غیر کا نہ رہے۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں اس خیال میں رہے اور کم کھائے اور کم سوئے اور کم بات کرے۔)

جب سالک اس طور سے ذکر وفکر میں یعنی مراقبہ میں چند روز مداومت کرے۔ آثار محبت الٰہی زیادہ ہونے کے اور محبت دنیا کم ہونے کے ظاہر ہوں گے کہ مقصد اعظم سالکوں کا یہی ہے۔

ف:

یہ ولایت صغری ولایت اولیاء اللہ ہے اس مرتبہ میں اللہ تعالیٰ کے ظلال اسماء و صفات کی تجلیات میں سیر ہوتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جس میں سالک درجہ فنا و بقاء اور نسیان ماسوی اللہ سے مشرف ہوتا ہے اور اس کو ولایت اولیاء حاصل ہوتی ہے۔ ولی وہ ہے جس نے نفس وشیطان و دنیا اور اپنی خواہشات سے منہ موڑ لیا ہو اور اپنے چہرہ اور دل کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھا ہو اور وہ دنیا و آخرت سے اعراض کر کے اللہ تعالیٰ کے سوا کسی چیز کا طالب نہ ہو۔

اس مقام میں حسب مفہوم وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَمَا كُنْتُمْ اس طرح سے مراقبہ کرتے ہیں کہ اس ذات سے جو میرے اور ذرات ممکنات کے ہر ذرہ کے ساتھ ہے بواسطہ حضرت پیر و مرشد فیض آتا ہے۔ یہاں بھی مورد فیض لطیفہ قالب ہے اور ذکر نفی اثبات کیا جاتا ہے۔

ہے خدا کا اپنے بندوں سے ایک ایسا اتصال ــــ جس کی کیفیت کا پانا اور سمجھنا ہے محال

اس مراقبہ معیت میں ایسی ولایت صغری جو محل ظہور توحید اور اسرار معیت

حاصل ہوتی ہے۔اس ولایت میں سالک کو کمال سیر نفسی میسر آتی ہے۔

وَفِيْ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ [1]

میں اسی طرف اشارہ ہے۔

معیت حق باخلق نص قطعی سے ثابت ہے جو ذیل کی مثال سے بآسانی سمجھ آسکتی ہے بگولہ گردوباد میں جو خاک نظر آتی ہے اس کو قائم رکھنے والی درحقیقت ہوا ہے جو بگولہ کے ذرہ ذرہ کے ساتھ ہے لیکن ہوا اپنی لطافت کے باعث ہماری نظروں سے مخفی اور صرف گرد ظاہر ہے اسی طرح سے روح جسم کے روئیں روئیں کے ساتھ ہے جس کو قائم رکھنے والی ہے لیکن روح اپنی غایت لطافت کے سبب نظر سے پوشیدہ اور جسم ظاہری ہے۔

تن ز جان و جاں ز تن مستور نیست　　لیک کس را دید جاں دستور نیست

(میں تمہارے نفسو میں ہوں، کیا تم نہیں دیکھتے، تن جان سے اور جان تن سے چھپی ہوئی نہیں ہوتی، لیکن جان کو کوئی دیکھ نہیں سکتا)

جب ہوا اور روح جو بگولہ اور جسم کے ساتھ ہیں اپنی لطافت کے باعث نظر نہیں آتے تو حق سبحانہ تعالیٰ کی معیت جو کہ بے چوں اور بے چگوں ہے جس طرح ہمارے ادراک میں آئے اور ہماری فہم قاصر میں سمائے لیکن اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہیں اور نہ صرف ہمارے بلکہ ہر ذرہ ممکنات کے ساتھ اور سب کے قائم رکھنے والا ہیں کیونکہ آپ ہی قیوم مطلق ہیں۔کائنات کا قیام آپ ہی کی قومیت سے وابستہ ہے۔

بحالت کشف و وجدان اس وقت تک سال کی توجہ جو جانب فوق رہا کرتی تھی اب جانب شش جہت ہو جانا اور اپنے ہی اندر اور ہر طرف سے فیض آنے کا احساس و ادراک ہونا اور حق سبحانہ تعالیٰ کی بے کیف معیت کو سالک اپنے بے کیف ادراک کے ساتھ نہ صرف اپنے آپ کا بلکہ تمام کائنات کا محیط تصور ہے مرتبہ ولاصغری بہ تمام وکمال حاصل

۱۔القرآن،الزاریات،آیت:۲۱

ہونے کی علامات ہیں۔

اسرار توحید وجودی یعنی ہمہ اوست، ذوق، آہ ونالہ اور استغراق بے خودی، نسیان ماسوی اللہ، دوام حضور اور معیت بے چوں ذات حق سبحانہ تعالیٰ کا سالک کے ادراک میں آنا اس مقام کی خصوصیات ہیں۔

اگر سالک کی چشم بصیرت کھلی ہوئی ہے تو اسرار شریعت واحاطہ الٰہی اس کو نظر آتے ہیں ورنہ وجدانی حالت سے معیتِ حق سبحانہ تعالیٰ کا ادراک ہوتا ہے۔

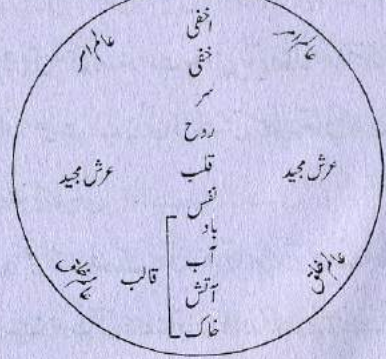
خلاصہ یہ ہے کہ بلا جدوجہد وتکلف غفلت دور ہو جائے اور اس طرح کیفیت احدیت (ذات) میں سالک مستغرق ہو جائے کہ اسے اپنی خودی کا خیال رہے نہ بے خودی کا ان ہی حالات وکیفیات میں سالک پر توحید وجودی کے اسرار منکشف ہوتے ہیں جس کا تعلق جسم مادی سے نہیں بلکہ روحانی کیفیت سے ہے۔

حدیث شریف:

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے جب میرا بندہ نفل کے ذریعہ سے میرا قرب تلاش کرتا ہے تو میں اس کے مدارج قرب کو بڑھاتا جاتا ہوں یہاں تک کہ میں اسے دوست رکھنے لگتا ہوں پھر میں ہو جاتا ہوں۔اس کی بصارت، سماعت، ہاتھ اور پاؤں کہ وہ مجھ ہی سے سنتا، دیکھتا، کلام کرتا، چیزوں کو پکڑتا اور چلتا ہے اگر وہ کسی چیز سے پناہ مانگتا ہے تو میں اسے پناہ دیتا ہوں اور اگر وہ کسی چیز کی مجھ سے خواہش کرتا ہے تو میں اسے عطا کرتا ہوں جو شخص عداوت رکھے میرے ولی سے کہہ دو کہ وہ مجھ سے جنگ کیلئے تیار ہو جائے۔[1]

۱۔بخاری، الجامع الصحیح، کتاب الرقاۃ، باب التواضع، ح ۶۰۲۱

دائرہ امکان



ف:

لطیفہ قالب کی انتہائی ترقی کے بعد ولایت صغریٰ و دائرہ امکان کے سیر و سلوک کی ابتداء ہوتی ہے۔ سلوک نقشبندیہ میں عالم امر و عالم خلق کو دائرہ امکان سمجھا گیا ہے۔ ذات بحث وراء الوریٰ ہے۔ پانچ لطائف عالم امر کے اور دو عالم خلق کے ہی۔ عالم امر بالائے عرش مجید جو بمجرد لفظ کن سے وجود میں آیا عالم خلق زیر عرش جو بتدریج چھ روز میں بنا ان دونوں کے مجموعہ کو دائرہ امکان کہتے ہیں۔ عرش مجید ان دونوں عوالم کا وسطی حصہ یا خط فاصل ہے۔

یہ فطری تقاضہ ہے کہ جب انسان اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے تو اس کا دل

بلندی کی طرف مائل اور آنکھیں آسمان کی طرف لگی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے لطف و کرم اور قہر و غضب کو اوپر ہی سے آنے والا سمجھتا ہے۔ اس کے اس عمل میں یہ راز ضمر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کی ہمت و ارادہ کو آسمان اور عرض کی طرف پھیر دیا ہے۔ ہر انسان کا ذہن جب اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے تو وہ دل اور عرش کی طرف مائل ہوتا ہے حالانکہ عقلاً و شرعاً اللہ تعالیٰ جہت و مکان سے مبرہ منزہ ہیں۔ وہ تو وراء الوریٰ ثم وراء الوریٰ ہیں۔ حقیقتاً عرش عظیم اللہ تعالیٰ کا مکان نہیں ہے کہ وہ صرف وہیں متمکن ہوں بلکہ عرش مجید تو صرف نزول احکام و

ظہور تجلیات ربانی کا مقام ہے۔

پیران کبار طریق نقشبندیہ نے دائرہ امکان کی اس طرح توضیح فرمائی ہے کہ اذکار الٰہی سے کل لطائف منور ہو جانے کے بعد ان سب لطائف کے انوار ایک ساتھ مجتمع ہو کر ایک دائرہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں جس کو اصطلاح صوفیہ میں دائرہ امکان کہا جاتا ہے۔

اس دائرہ امکان میں سب سے اول جانب بالا ایک کشش محسوس ہوتی ہے۔ اس کے بعد قلب پر واردات ہوتے ہیں جو سالک کو فنا و معدوم کر دیتے ہیں۔ یہ حال مبتدیوں کا ہے۔ یہی واردات بہ تواتر آتے ہیں یہاں تک کہ تواتر سے تواصل ہو جاتا ہے یعنی سلسلہ ہی نہیں ٹوٹتا ان واردات کو وجود عدم کہتے ہیں اور اسی و فنا و جذبہ سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن اس جگہ لطائف میں طرح طرح کے انوار نظر آتے ہیں۔ فنائے مطلق حاصل نہیں ہوتی اگر چہ قرب خداوندی بے مثال اور فہم و ادراک سے باہر ہے مگر حضرت مجدد الف ثانی رحمتہ اللہ علیہ نے اس کو مختلف دوائر سے تعبیر فرمایا ہے۔ لفظ دائرہ کہ ہر مقام میں استعمال کرنا اس لئے بھی مناسب سمجھا گیا ہے کہ جس طرح دائرہ کا کوئی گوشہ اور کوئی سمت نہیں اسی طرح قرب خداوندی کے ہر مقام میں کوئی سمت اور کوئی حد مقرر نہیں ہے ورنہ قرب خداوندی کیلئے دوائر سے مناسبت ہی کیا ہے۔ ان دوائر میں سب سے اول دائرہ امکان ہے اور جو سالک صاحب کشف ہے اس کو عالم مثال میں جو کچھ نظر آتا ہے۔ دائرہ کی شکل ہی میں دکھائی دیتا ہے چنانچہ تمام عالم نظر کشفی میں بصورت دائرہ ہے۔ عرش مجید بھی اس میں منکشف ہوتا ہے۔ دائرہ امکان کے قوس فوقانی میں لطائف عالم امر یعنی قلب، روح، سرّ، خفی اور اخفیٰ اور قوس تحتانی میں لطائف عالم خلق یعنی نفس و قالب (باد۔ آب۔ آتش۔ خاک) مشہود ہوتے ہیں۔

اس دائرہ میں سالک کو سیر آفاقی ہوتی ہے۔ سیر آفاقی اسے کہتے ہیں کہ اپنے سے باہر انوار و تجلیات مشاہدہ میں آئیں اور اس میں رنگ برنگ کی بے شمار دلکش اور قسم قسم کی دل

آویز صورتیں نظر آتی ہیں۔ سالک کو لازم ہے کہ ان کی طرف مائل نہ ہو اور ان سب کی نفی کرتا جائے یہی بوقلمونی منشائے کثرت اور بے رنگی منشائے وحدت ہے۔

جب حضور قلب اور جمعیت حاصل ہو جائے اور کوئی خطرہ چار گھڑی تک نہ آئے یہ علامت دائرہ امکان کی سیر ختم ہونے کی ہے اور بعض بزرگوں نے کشف وانوار کے مشاہدہ کو دائرہ مذکور کی سیر ختم ہونے کی علامت قرار دیا ہے۔ مشائخ نقشبندیہ مجددیہ رحمہم اللہ نے جمعیت وحضور وجذبات وواردات کو اصل قرار دیا ہے۔ کشوف وانوار اور ظہور اشکال وغیرہ کو چنداں اہمیت نہیں دیتے۔

نیز بزرگوں نے اس کی مزید صراحت اس طرح بھی فرمائی ہے کہ دائرہ امکان کے نصف زیرین حصہ میں سیر آفاقی اور نصف بالائی حصہ میں سیر انفسی ہوا کرتی ہے۔ تحت الثریٰ سے عرش مجید تک جو کچھ منکشف ہو سیر آفاقی ہے۔ مشاہد انوار بیرون باطن نصف زیریں دائرہ کی سیر ختم ہونے کی علامت ہے۔ باطن سالک میں انوار واسرار کا منکشف ہونا سیر انفسی ہے۔ حصول نسبت کمال جمعیت۔ کثرت واردات قلب خطرات۔ جذب عالم و عروج لطائف بجانب اصل خود اس دائرہ کے نصف بالا کی سیر ختم ہونے کی علامت ہے۔

سالکین صاحب کشف ان حالات کو سمجھ سکتے ہیں لیکن اس زمانہ میں اکل حلال میسر نہ آنے کی وجہ سے عام طور پر صاحب کشف عیانی نہیں ہوتے اکثر صاحب کشف وجدانی ہوتے ہیں۔

صاحب کشف عیانی ایک مقام سے دوسرے مقام تک پہنچا تا ہے اور تغیر وتبدل حالات وواردات عیاناً دیکھتا ہے۔ صاحب کشف وجدانی اگرچہ عیاناً نہیں دیکھتا لیکن تغیر و تبدل کا ادراک اس کو حاصل ہوتا ہے جیسے ہوا نظر نہیں آتی لیکن محسوس ضرور ہوتی ہے۔

جب تک یہ امور پیش نہ آئیں ان مقامات کی نسبت حاصل نہیں ہوتی۔

مراقبات لطائف خمسہ عالم امر

(اس کے) بعد مراقبہ ہر لطیفہ کا ساتھ ذکر اسم ذات اس طور سے کرے کہ تجلیات افعالیہ الٰہی سے فیض آتا ہے۔ اوپر دل مبارک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وہاں سے فیض آتا ہے۔ اوپر دل مبارک حضرت آدم علیہ السلام کے وہاں سے فیض آتا ہے بواسطہ دل مبارک پیران کبار کے بواسطہ دل مبارک پر میرے اوپر دل میرے۔

قربیت وولایت اس لطیفہ کی بواسطہ حضرت آدم علیہ السلام حاصل ہوتی ہے۔ اس ولی کو آدمی المشرب کہتے ہیں۔ اس مراقبہ میں سیر دائرہ امکان تک کہ بالائے عرش ہوتا ہے۔ بقدر صفائی ونورانیت دل کے۔

ف:

قلب انسانی افعال الٰہی کا مظہر ہے۔ اس لئے اس مقام میں تجلیات افعالیہ الٰہیہ (تکوینی تجلیات) کے ورود کا مراقبہ کرایا جاتا ہے جب تک سالک پر مثال انسانی نہ کھلے یعنی کیفیات قلب ظاہر نہ ہوں اس وقت تک افعال الٰہیہ کے ظہور کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ افعال الٰہیہ یعنی صفت التکوین کی تجلیات کے مظہر کامل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔ باعتبار ظہور حضرت آدم علیہ السلام ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ "میں اس وقت بھی نبی تھا جبکہ آدم علیہ السلام کیچڑ اور پانی میں تھے۔" جن کا تعلق صفت التکوین سے ہے جو حضرت آدم علیہ السلام کا رب ہے اس لئے اس مراقبہ میں حضرت آدم علیہ السلام کے واسطہ سے فیض حاصل کیا جا سکتا ہے۔

لطیفہ قالب کی فنا تجلیات افعالیہ الٰہیہ میں ہوتی ہے۔ اس لئے جب ان تجلیات کا ظہور ہوتا ہے تو سالک کی نظر سے اپنے اندر جمیع مخلوقات کے افعال مخفی ہو جاتے ہیں اور اس کو بجز فاعل حقیقی کی کارفرمائی کے اور کچھ نظر نہیں آتا، تجلیات افعالیہ الٰہیہ کا رنگ زرد ہے۔

من عرف نفسه فقد عرف ربه[1] کارازانسان کے لطائف خمسہ عالم امر سے متعلق ہے جو سالک سلوک طے کرتا ہوا مراقبہ لطیفہ قلب پر پہنچتا ہے اور اپنے مثال کو جسم مادی پر غالب کرلیتا ہے تو اس کو اس مراقبہ میں تجلیات افعالیہ الٰہیہ کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

انسان کی فطرت طبعیہ کے خلاف جو افعال منجانب اللہ اس سے ظہور پذیر ہوں وہ افعال الٰہیہ کہلاتے ہیں مثلاً انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے معجزات اور اولیائے کرام کے کرامات وغیرہ۔

مراقبہ لطیفہ روحی:

تجلیات صفات ثبوتیہ الٰہیہ (حیات علم۔قدرت وغیرہ) سے فیض آتا ہے۔اوپر روح مبارک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وہاں سے فیض آتا ہے بواسطہ روح مبارک پیر کبار کے اور میرے پیر کی روح مبارک کے واسطے سے میری روح پر۔

ف:

صفات ثبوتیہ الٰہیہ کی تجلیات کا مظہر روح انسانی ہے۔اس لئے یہاں صفت العلم تفصیلی و اجمالی سے (اس طرح کہ باعتبار برزخیت صفت العلم تفصیلی و اجمالی سے جو حضرت نوح علیہ السلام کا رب ہے اور صف العلم تفصیلی سے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا رب ہے) ان تجلیات کے ورود کا مراقبہ کرایا جاتا ہے۔تجلیات صفات ثبوتیہ الٰہیہ کے مظہر کامل بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں۔اس لئے ان کے واسطے سے فیض حاصل کیا جاتا ہے۔

جب سالک فیوض و برکات مراقبہ لطیفہ قلب سے حصہ حاصل کرلیتا ہے تو اس کو

۱۔(۱)ابونعیم،حلیۃ الاولیاء،ج ۱۰،ص ۲۰۸،(۲)غزالی،احیاء العلوم ج ۳،ص ۲

مراقبہ لطیفہ روح کرایا جاتا ہے۔یہاں اللہ تعالیٰ کے تجلیات صفات ثبوتیہ سے فیض حاصل کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ذات باوجود بے چوں و بے چگوں ہونے کے صفات سبعہ یعنی حیات۔علم۔قدرت۔سماعت۔بصارت۔کلام۔ارادہ سے متصف اور ثابت ہے حالانکہ نہ ہمارے جیسی ان کی آنکھیں ہیں اور نہ کان وغیرہ۔اسی طرح سالک جب فیضان مراقبہ لطیفہ روح سے بہرہ ور ہوتا ہے تو اس کو بغیر آنکھ کان وغیرہ کے ان سب صفات سے متصف کردیا جاتا ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کے پہچاننے کا بڑا ذریعہ ہے۔

جب تک سالک مقام مثالی کو فنا نہ کرے (یعنی قلب کا فنا حاصل نہ کرے) اس وقت تک اس پر مقام روح کھل نہیں سکتا جس وقت سالک مثالی کیفیات کو فنا کرکے مقام روح حاصل کرتا ہے تو اس وقت صفات ثبوتیہ الٰہیہ کی تجلیات کا فیض حاصل کرسکتا ہے۔ صفات ثبوتیہ الٰہیہ کی تجلیات کا رنگ سرخ ہے۔اس مقام میں سالک جمیع صفات کو اپنی ذات اور دیگر مخلوقات سے مسلوب اور حضرت حق سبحانہ تعالیٰ سے منسوب پاتا ہے اور کائنات کے ذرہ ذرہ میں اسے صفات حق سبحانہ تعالیٰ کا ادراک ہوتا ہے۔اسی کو مرتبہ فنافی الصفات کہتے ہیں۔اس لطیفہ کی قربیت و ولایت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واسطہ سے حاصل ہوتی ہے۔اس لئے اس ولی کو ابراہیمی المشرب کہتے ہیں۔

مراقبہ لطیفہ سری:

تجلیات شونات (معلومات اجمالیہ الٰہی معلومات مفصلہ کو اعیان ثابتہ کہتے ہیں) ذاتیہ الٰہیہ سے فیض آتا ہے اوپر سر مبارک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہاں سے فیض آتا ہے اوپر سر مبارک پیران کبار کے اور میرے پیر کے سر مبارک سے میرے لطیفہ سر میں۔

ف:

سرانسانی شونات الٰہیہ کا مظہر ہے جس کا تعلق صفت الکلام سے ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا رب ہے اس لئے یہاں معلومات اجمالیہ الٰہیہ کی تجلیات کے ورود کا مراقبہ کرایا جاتا ہے یہاں سالک پر شان علم کی تجلی ظہور پذیر ہوتی ہے معلومات اجمالیہ الٰہیہ کی تجلیات کے مظہر کامل بھی سرور کائنات صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں لیکن ظہور کے اعتبار سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اس کے مظہر ہیں اس لئے ان کے واسطہ سے فیض حاصل کیا جاتا ہے۔شونات الٰہیہ کی تجلیات کا رنگ سفید ہے۔

جب سالک مراقبہ لطیفہ روح کی تمام کیفیات کا حامل ہو جاتا ہے تو اس کو لطیفہ سر کا مراقبہ کرایا جاتا ہے تاکہ سالک پر لطیفہ سر کا راز اس طرح منکشف ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی شان علم کی تجلی جو حضرت موسیٰ علیہ السلام پر فرمائی تھی اور انہیں علم غیبی سے حصہ عطا فرمایا تھا۔یہاں سالک کو بواسطہ حضرت موسیٰ علیہ السلام شان علم سے بہرہ ور فرماتے ہیں۔

جب تک سالک مقام روح میں کامل انس پیدا نہ کرلے اس وقت تک مقام سر اس پر کھل نہیں سکتا جب وہ مقام روح سے کامل انہماک حاصل کر لیتا ہے تب تجلیات شونات الٰہیہ یعنی اجمالی معلومات الٰہیہ سے فیض حاصل کر سکتا ہے بعد فنائے سر سالک خود کو اور تمام ممکنات کو شونات حق سبحانہ تعالیٰ میں مستہلک پاتا ہے اور اس کو ہر ذرہ میں شونات الٰہیہ کا جلوہ نظر آتا ہے چونکہ قربیت و ولایت اس لطیفہ کی بواسطہ حضرت موسیٰ علیہ السلام حاصل ہوتی ہے اس لئے اس ولی کو موسوی المشرب کہتے ہیں۔

تخم میں درخت جڑ شاخیں پھول پتے اور پھل وغیرہ سب کچھ اجمالی طور پر موجود رہتے ہیں۔بعینہ حقیقت ممکنہ میں بھی تمام مخلوقات کا اجمالی صوری نقشہ موجود ہے۔اس لئے اس حالت کو شونات یا اجمالی معلومات الٰہیہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور درخت کے نشو ونما پا کر بار آور ہونے کے بعد ہی تخم کی حقیقت کھلتی ہے۔اسی طرح اجمالی معلومات الٰہیہ کی صوری نقشہ سے جب کائنات کا ظہور ہوا تو اس کی حقیقت ظاہر ہوئی اس لئے اس حالت کو اعیان ثانیہ یا تفصیلی معلومات الٰہیہ سے موسوم کیا گیا ہے۔

مراقبہ لطیفہ خفی:

تجلیات صفات سلبیہ (**لم یلد ولم یولد۔ لا جسم لا جوھر** وغیرہ) الٰہیہ سے فیض آتا ہے۔اوپر خفی مبارک حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وہاں سے فیض آتا ہے اور پر خفی مبارک حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وہاں سے فیض آتا ہے۔ بواسطہ خفی مبارک پیران کبار کے اور میرے پیر کے خفی مبارک سے میرے خفی کے اوپر۔

ف:

صفات سلبیہ الٰہیہ کا تعلق صفت القدرت سے ہے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا رب ہے اس کے مظہر اتم تو حضور پرنور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی ہیں لیکن باعتبار ظہور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس کے مظہر ہیں اس لئے آپ کے واسطہ سے فیض حاصل کیا جاتا ہے جب تک سالک مقام سر سے بہرہ ور نہ ہو اس وقت تک مقام خفی میں نہیں پہنچ سکتا مقام سر سے کامل طور پر بہرہ ور ہونے کے بعد ہی صفات سلبیہ الٰہیہ کی تجلیات سے فیضیاب ہو سکتا ہے۔تجلیات صفات سلبیہ الٰہیہ کا رنگ سیاہ ہے۔

جب سالک مراقبہ سر سے جو اس کا راز واقف ہوتا ہے تو اس کو مراقبہ لطیفہ خفی کراتے ہیں تاکہ مراقبہ لطیفہ خفی کا راز بھی سالک کے مشاہدہ میں آجائے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ظہور عطا فرمایا جس کو تجلیات صفات سلبیہ سے تعبیر کرتے ہیں اسی طرح یہاں سالک کو اپنے وجود کے ظہور میں بھی وہی تجلی منکشف ہوتی ہے۔

اس مراقبہ میں سالک کو جمیع عالم سے حق سبحانہ تعالیٰ کی تجرید وتفرید مشہود ہوتی ہے۔وحدت شہود کی حقیقت بھی یہی ہے۔اسی کو فنا فی الفناء کہتے ہیں۔قربیت وولایت اس لطیہ کی بواسطہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام حاصل ہوتی ہے اس لئے اس ولی کو عیسوی المشرب کہتے ہیں۔

مراقبہ لطیفہ اخفیٰ:

تجلیات شان جامع (ذات جامع جمیع صفات کمال) الٰہیہ سے فیض آتا ہے۔ اوپر اخفی مبارک حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاں سے فیض آتا ہے۔ بواسطہ اخفی مبارک پیران کبار کے اور میرے پیر کامل کے اخفی مبارک سے میرے لطیفہ اخفی پر۔

ف:

اخفی انسانی کا تعلق صفت العلم سے ہے جو آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا رب ہے اور وہ شان جامع جمیع صفات کمالیہ وکیانیہ الٰہیہ کا مظہر ہے اس لئے یہاں تجلیات مذکورہ کے ورود کا مراقبہ کرایا جاتا ہے شان جامع الٰہیہ کی تجلیات کا رنگ سبز ہے۔

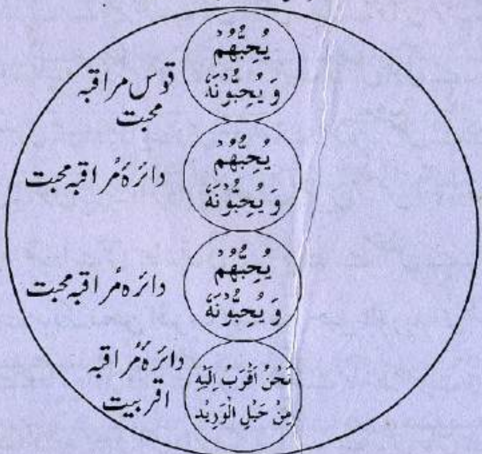
جب سالک مراقبہ لطیفہ خفی کے راز سے واقف ہوتا ہے تو لطیفہ اخفی کا مراقبہ کرایا جاتا ہے۔

لطیفہ اخفی سے مراد شان جامع جمعیع صفات کمالیہ وکیانیہ ہے۔ اس صفت کے مظہر کامل آنحضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہیں۔ اس لئے اس مراقبہ میں سالک بواسطہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان جمیع صفات کے فیضان سے بہرہ ور ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے کائنات کو ظہور بخشنا چاہا تو تخلیق اول میں جو نور پیدا کیا گیا وہ یہی ذات اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نور ہے چنانچہ "اول ماخلق نوری" [1] کا اشارہ اسی طرف ہے۔

۱۔ عبدالرزاق، مصنف، ج۱، ص۲۷۴

اس مراقبہ میں بقا بعد فنا حاصل ہوتی ہے اور اس مقام میں سالک تخلقو باخلاق اللّٰہ کا مصداق بن جاتا ہے یعنی سالک سے اخلاق ذمیمہ کا زائل ہونا اس لطیفہ کی فنا اور تخلقو با خلاق اللّٰہ کا مصداق بننا اس لطیفہ کی بقاء ہے۔ اس لطیفہ کی اقربیت و ولایت آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ سے حاصل ہوتی ہے اس لئے اس ولی کو محمدی المشرب کہتے ہیں۔

مراقبات لطیفہ نفس



مراقبہ اقربیت:

جان کہ لطیفہ نفسی میں ساڑھے تین دائرہ ہیں۔ دائرہ اول میں مراقبہ اقربیت اس طور سے کرنا کہ میں دائرہ اول میں ہوں جو اقربیت کا ہے۔ نحن اقرب الیہ من حبل الورید [1] اللہ تعالیٰ نزدیک زیادہ ہے میرے تئیں میرے سے۔ اس ذات سے فیض آتا ہے۔ مرشد کے لطیفہ نفسی پر مع دائرہ اول وہاں سے فیض آتا ہے۔ میرے

۱۔ القرآن، ق، آیت ۱۶

لطیفہ نفسی پر مع دائرہ اول مع لطائف خمسہ عالم امر۔

ف:

ولایت کبریٰ درحقیقت انبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے۔

اور لطیفہ نفس انا کے فنا کا محل اور صحو ہوشیاری کا مقام ہے اسی کو ولایت انبیاء بھی کہتے ہیں جو مقامات عشرہ یعنی توبہ۔ انابت۔ زہد۔ قناعت۔ ورع۔ توکل۔ تسلیم۔ رضا۔ صبر۔ شکر کے طے ہونے کے بغیر نصیب نہیں ہوسکتی۔ سالک کو اس مرتبہ میں سیر وسلوک باتباع نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بطور رفاقت وضمنیت حاصل ہوتی ہے۔

ولایت کبری تین دوائر ایک قوس یعنی نصف دائرہ پر مشتمل ہے جو درحقیقت ایک دوسرے کے اصول یا بطون ہیں۔ دائرہ اولی کا نصف زیریں متضمن اسماء وصفات اور نصف بالا متضمن شونات واعتبارات حق سبحانہ تعالی کے تجلیات سے متعلق ہے۔ اس میں سالک مراقبہ اقربیت۔ آیت مبارکہ نحن اقرب الیہ من حبل الورید اس طرح کرتا ہے کہ اس ذات پاک سے جو دائرہ اولی ولایت کبری کا منشاء ہے بواسطہ حضرت پیرومرشد فیض آتا ہے۔ اسرار اقربیت وتوحید شہودی اسی دائرہ میں سالک کے شامل حال ہوتے ہیں۔ اس مراقبہ میں سالک کا لطیفہ نفس مع دائرہ اول و لطائف خمسہ عالم امر مورد فیض ہیں اس مراقبہ میں سالک مقام خلت ابراہیمی سے مناسبت پیدا کرکے اسماء وصفات الٰہی سے فیض حاصل کرتا ہے۔

حضور ونگہداشت وجذبات وعروج ونزول وغیرہ لطیفہ قلب کے مانند اس مقام میں بھی حاصل ہوتے ہیں بلکہ تمام بدن کو بتدریج انجذاب حاصل ہوتا ہے اس کے کیفیات وحالات بہ نسبت قلب کے بے رنگ وبے مزہ ہیں لیکن نسبت لطیفہ نفس قوی ہوجانے کے بعد حالات وواردات لطیفہ قلب فراموش ہوجاتے ہیں۔ فنائے قلب میں دل سے خطرات دور ہوجاتے ہیں لیکن دماغ میں باقی رہتے ہیں جو فنائے نفس کے بعد دور ہوجاتے ہیں اور

اسی دائرہ تک لطائف خمسہ عالم امر کا عروج ہوتا ہے اور وہ اپنی اصل میں (جو درحقیقت اسماء وصفات وشونات حق سبحانہ تعالی ہیں) فناء وبقاء حاصل کرلیتے ہیں۔

تزکیہ امارگی کے بعد نفس جس حالت میں پہنچ جاتا ہے۔ اس کو قرآن مجید میں نفس لوامہ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ یہاں سالک کو یہ نفس نصیب ہوتا ہے۔ ایسے نفس والا دنیا میں کم مشغول ہوتا ہے۔ اس مراقبہ سے تاختم سلوک ذکر تہلیل لسانی مع شرائط ترقی بخش ہوتا ہے اگر سالک زبان خیال ہی سے ذکر تہلیل (نفی واثبات) کرنا چاہیے تو بھی کوئی ہرج نہیں لیکن اس حالت میں فیوض وبرکات سے زبان محروم رہ جاتی ہے۔ اس لئے تھوڑا بہت ذکر زبان سے بھی کرنا ضروری ہے۔

اس کے بعد دائرہ ثانی میں جو دائرہ اولی کا اصل یا بطون ہے سالک کو سیر نصیب ہوتی ہے۔

مراقبہ محبت:

میں دائرہ ثانی میں ہوں جو اصل ہے۔ دائرہ اول کا یحبھم و یحبونہ[1] دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تئیں اور دوست رکھتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کے تئیں اس ذات سے فیض آتا ہے۔ مرشد کے لطیفہ نفسی پر مع دو دوائر وہاں سے فیض آتا ہے۔ میرے لطیفہ نفسی پر مع دو دوائر مع لطائف خمسہ عالم امر۔

ف:

دائرہ ثانی جو دائرہ اولی کا اصل یا بطون ہے۔ اس میں سالک مراقبہ محبت بفحوائے آیت مبارکہ یحبھم و یحبونہ دوست رکھتے ہیں۔ ہم کو اس طرح کرتا ہے کہ اس ذات

۱۔ القرآن، البقرہ، آیت ۱۶۵

پاک سے جو دائرہ ثانی ولایت کبری کا منشاء ہے بواسطہ لطیفہ نفس مع دو دوائر حضرت پیرو مرشد فیض آتا ہے۔ اس مراقبہ میں سالک کا لطیفہ نفس مع دو دوائر و لطائف خمسہ عالم امر مورد فیض ہیں اور یہاں سالک کا نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ ایسے نفس والا انسان معاملات دنیوی سے بے خبر رہتا ہے اور ایسے ہی نفس والے کو قرآن مجید میں بشارت دی گئی ہے کہ

یایتها النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية [۱]

اس مراقبہ میں سالک مقام صحبیت موسوی سے مناسبت پیدا کر کے شونات الٰہیہ سے فیض حاصل کرتا ہے۔

مراقبہ محبت:

میں دائرہ ثالث میں ہوں جو اصل ہے دائرہ ثانی کا **یحبهم و یحبونه** دوست رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے تئیں اور دوست رکھتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے تئیں اس ذات سے فیض آتا ہے۔ مرشد کے لطیفہ نفسی پر مع سہ دوائر مع لطائف خمسہ عالم امر۔

ف:

دائرہ ثالث جو اصل یا بطون ہے دائرہ ثانی کا اس میں بھی سالک مراقبہ محبت آیت مبارکہ "**یحبهم و یحبونه**" دوست رکھتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کو اور وہ دوست رکھتے ہیں۔ ہم کو اس طرح کرتا ہے کہ اس ذات پاک سے جو دائرہ ثالث کا منشاء ہے۔ بواسطہ لطیفہ نفس مع دوائر ثلاثہ حضرت پیرو مرشد فیض آتا ہے۔ اس مراقبہ میں سالک کا لطیفہ نفس مع سہ دوائر و لطائف خمسہ عالم امر مورد فیض ہیں۔ لطیفہ نفس دائرہ دوم کے مقابلہ میں یہاں نسبت حبیت زیادہ ہوتی ہے جو بوجہ تکلم بذریعہ وحی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ہونے کے باعث اس مقام میں سالک پر الہام ہوتا ہے اور یہاں سالک کا نفس

۱۔ القرآن، الفجر، آیت: ۲۷۔۲۸

مطمئنہ سے ملہمہ بن جاتا ہے۔ اس درجہ میں جو قرب و محبت نصیب ہوتی ہے اس کی بنا پر یہ نفس ذات اقدس تبارک وتعالیٰ سے ہم کلامی کی خواہش کرتا ہے اگر سالک کی خوش نصیبی سے کلام کا سلسلہ شروع ہو جائے تو اس کو الہام کہتے ہیں۔

اور ایسے نفس کو نفس ملہمہ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ الہام کی تین اقسام ہیں۔ یہ الہام نفس پر ہو تو ہاتف۔ قلب پر ہو تو القاء۔ روح پر ہو تو بشارت کہلاتا ہے۔

یہ مرتبہ بہت کٹھن ہے۔ بغیر کامل اتباع آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم و کثرت ذکر نصیب ہونا ناممکن ہے۔

مراقبہ محبت:

میں قوس میں ہوں جو اصل ہے دائرہ ثالث کا **یحبهم و یحبونه** دوست رکھتا ہے اللہ تعالیٰ ہمارے تئیں اور دوست رکھتے ہیں ہم اللہ تعالیٰ کے تئیں اس ذات سے فیض آتا ہے۔ مرشد کے لطیفہ نفسی پر مع قوس مع دوائر ثلاثہ وہاں سے فیض آتا ہے۔ میرے لطیفہ نفسی پر مع قوس مع دوائر ثلاثہ مع لطائف خمسہ عالم امر۔

ف:

قوس جو اصل یا بطون ہے دائرہ ثالث کا اس میں بھی سالک مراقبہ محبت بموجب آیت مبارکہ **یحبهم و یحبونه** دوست رکھتے ہیں۔ ہم اللہ تعالیٰ کو اور وہ دوست رکھتے ہیں ہم کو اس طرح کرتا ہے کہ اس ذات پاک سے جو قوس ولایت کبری کا منشاء ہے بواسطہ لطیفہ نفع مع دوائر ثلاثہ و قوس حضرت پیرو مرشد فیض آتا ہے۔ اس مراقبہ میں بھی سالک کا لطیفہ نفس مع دوائر ثلاثہ و قوس و لطائف خمسہ عالم امر مورد فیض ہیں۔

اس مرتبہ میں سالک کو نسبت حبیت اتم و اکمل حاصل ہوتی ہے اور یہ مقام عالم

ارواح سے تعلق رکھتا ہے چونکہ عالم ارواح میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اسم مبارک ''احمد'' (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے اس لئے اس مراقبہ میں سالک مقام محبوبیت احمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے مناسبت پیدا کر کے ذات باری سے فیض حاصل کرتا ہے۔

یہ تینوں دوائر جو ایک دوسرے کے اصول یا بطون ہیں۔ درحقیقت حق سبحانہ تعالیٰ کے ان اعتبارات سے تعلق رکھتے ہیں جو شونات وصفات کے مبادی ہیں۔ یہ قوس نفس کا وہ مقام ہے جو نفس ملہمہ کے بعد حاصل ہوتا ہے۔ جس کو نفس رحمانیہ سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

مراقبات ولایت کبری جو انبیاء علیہم السلام کی ولایت ہے۔ اس میں تین دوائر اور ایک قوس ہیں۔ تین دوائر سے مراتب نفس لوامہ۔ مطمئنہ۔ ملہمہ مراد ہیں۔ قوس سے باہر رمز ظاہر ہوتا ہے کہ قوس تحتانی سے مراد آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نفس مبارک ہے۔ شب معراج میں جبکہ آپ کو کمال قرب ووصال باری تعالیٰ نصیب ہوا تو قوس فوقانی کی تکمیل ہو کر دائرہ مکمل بن گیا۔ یہ مقام حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفس مبارک ہی کا ہے جہاں آپ کو بدرجہ کمال قرب و وصال خداوندی نصیب ہوا جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا ہے:

''ثُمَّ دَنیٰ فَتَدَلّٰی فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی''[1]

سیر ولایت اکبری کے پورے ہونے کی یہ علامت ہے کہ اس وقت تک حصول فیوض و برکات کا جو احساس سالک کو دماغ سے ہوتا تھا وہ اب سینہ سے متعلق ہو جاتا ہے۔ اسی لئے اس مرتبہ میں انشراح صدر نصیب ہوتا ہے اور قضاء وقدر کے احکام بلا چوں وچرا قابل قبول ہو جاتے ہیں اور سالک مقام رضا کی طرف سرعت کے ساتھ عروج کرتا ہے۔

۱۔ القرآن، النجم، آیت ۸۔۹

مراقبہ اسم ظاہر:

هو الظاهر ۔ وہ ذات جو مسمّی ہے اسم ظاہر کا اس ذات سے فیض آتا ہے۔ مرشد کے لطیفہ نفسی پر مع قوس مع دوائر ثلاثہ وہاں سے فیض آتا ہے۔ میرے لطیفہ نفسی پر مع قوس مع دوائر ثلاثہ۔

ف:

ولایت صغریٰ اور ولایت کبریٰ کے تمام مراتب ظاہریت حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اور یہ سب کے سب تجلیات اسم **الظاهر** کے مظاہر ہیں۔ اس لئے ولایت کبریٰ کے مراقبات میں مزید قوت پیدا کرنے کیلئے اسم الظاہر کا مراقبہ کرایا جاتا ہے۔ اس مراقبہ کا تعلق بھی علم الٰہی سے ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے جب اپنے معلومات اجمالی کا ظہور دینا چاہا تو اسم **الظاهر** کی تجلی فرمائی جس سے کائنات کا ظہور ہوا۔ دنیا آثار وافعال الٰہیہ کے ظہور کا مقام ہے۔ ان آثار کی نفی کرنا اور ان سے موثر حقیقی کا پتہ چلانا اس مراقبہ کا ماحاصل ہے۔

سالک اس مقام میں انوار اسم الظاہر سے منور ہو کر مظاہر الٰہیہ سے باخبر ہوتا ہے اور مراقبات لطیفہ نفس کے بعد اسم الظاہر کا مراقبہ نسبت باطنی میں بڑی قوت اور وسعت کا موجب ہوتا ہے۔ اس مقام میں اسماء وصفات کی تجلیات وارد ہوتی ہیں اور اس مراقبہ میں لطیفہ نفس مع دوائر ثلاثہ وقوس مورد فیض ہیں۔ اس مراقبہ کے ذریعہ سیر آفاقی کیلئے سالک کو ایک بازو (پر پرواز) میسر آتا ہے۔

مراقبہ اسم باطن:

وہ ذات جو مسمّی ہے اسم باطن کا اس ذات سے فیض آتا ہے۔ مرشد کے عناصر ثلاثہ پر سوائے عنصر خاک کے وہاں سے فیض آتا ہے۔ میرے عناصر ثلاثہ پر سوائے عنصر خاک کے۔

ف:

ولایت کبریٰ واسم الظاہر کے سیر وسلوک کے بعد اسم الباطن میں سیر شروع ہوتی ہے اس کو ولایت علیاء اور ولایت ملائکہ کرام علیہم السلام کہتے ہیں۔اس وقت سوائے عنصر خاک کے عناصر ثلاثہ کی تہذیب وتکمیل ہوتی ہے۔اس مقام میں عناصر ثلاثہ باد۔آب۔آتش۔مورد فیض ہیں۔

جاننا چاہئے کہ ولایت صغریٰ وولایت کبریٰ سیر اسم الظاہر میں تھے اور یہ ولایت علیا کی سیر اسم الباطن میں ہے۔ان میں فرق یہ ہے کہ سیر اسم الظاہر تجلیات اسمائی وصفاتی تھے اور سیر اسم الباطن میں اگرچہ تجلیات اسماء وصفات ہی ہیں لیکن ان کے ساتھ تجلی ذات بھی پردہ ہائے اسماء وصفات میں مستور ہوتی ہے۔

ان ولایات کی مثال ظاہر وباطن کی ہے۔مثلاً ولایت صغری پوست ولایت کبریٰ مغز۔ولایت کبریٰ پوست ولایت علیا مغز عناصر ثلاثہ کی فنا وبقاء اسی دائرہ میں ہوتی ہے اور وہ اسم الباطن کے مسمیٰ میں مستہلک ہوجاتے ہیں۔اس مقام میں سالک ایسے تجلیات میں سیر کرتا ہے جو اسماء وصفات وذات سے ملی ہوئی ہیں۔

جب سالک کے اجزائے جسم کہ ان میں پانچ عالم امر کے تھے متقی ہوگئے اور نفس جو کہ عالم خلق سے ہے مزکی ہوگیا اور عناصر ثلاثہ باد۔آب۔آتش کے رذائل متبدل ہوکر صفات حمیدہ سے متجلی اور منور ہوگئے اور عنصر خاک جو انجام کاران تمام اجزائے جسم کی معیت میں بہت کچھ پاک وصاف ہوچکا ہوتا ہے تو سالک کو اس وقت دو پر پرواز عنایت ہوتے ہیں۔ایک ان میں سے سیر اسم الظاہر کا ہے جو ولایت کبریٰ کی نہایت (انتہا) ہے اور دوسرا سیر اسم الباطن کا ہے جو ولایت علیا کا منتہی ہے۔سالک اس مرتبہ میں تجلیات اسماء و صفات الٰہی سے گزر کر تجلیات ذات اقدس کی (جو مقصود حقیقی ہے) سیر کے قابل ہوجاتا

ہے۔اس مقام میں ذکر تہلیل ونوافل بطول قیام وقرات ترقی بخش ہوتے ہیں اور رخصت شرعی کا اختیار کرنا بھی غیر مستحسن ہے بلکہ عزیمت پر عمل کرنا اس مقام میں ترقی بخشتا ہے اس میں راز یہ ہے کہ رخصت پر عمل کرنا آدمی کو بشریت کی طرف کھینچ لے جاتا ہے۔عزیمت پر عمل کرنا ملکیت کے ساتھ مناسبت پیدا کرتا ہے کیونکہ یہ ولایت ملائکہ کرام علیہم السلام کی ہے اس لئے یہاں ملکیت کے ساتھ جس قدر مناسبت ہوگی اتنا ہی جلد ترقی میسر ہوگی۔

اس مقام کے حالات صرف اس قدر بیان کردینا کافی ہے کہ اس وقت سالک کا باطن اسم الباطن کے مسمّی ومصداق ذات اقدس تبارک وتعالیٰ کا مظہر بن جاتا ہے۔اس رمز کو جو سمجھنے والے ہیں وہی سمجھ جاتے ہیں۔اس ولایت سے سالک کے تمام بدن میں وسعت وفراخی پیدا ہوجاتی ہے اور لطیف احوال سارے جسم پر وارد ہوتے ہیں اور جوارباب کشف ہیں وہ رویت ملائکہ کرام سے مشرف بھی ہوتے ہیں۔لائق اخفا اور اسرار کی باتیں سالک کے ادراک میں آتی ہیں۔

غرض مراقبہ اسم الباطن بھی باعتبار عناصر ثلاثہ علم الٰہی سے ہے کہ عناصر ثلاثہ کی کیفیات میں انانیت وریا وغیرہ داخل ہیں ان خصائل رذیلہ کو دفع کرنا اور خالق عناصر کی طرف متوجہ رہ کر فیض حاصل کرنا اس مراقبہ کا ماحصل ہے۔

مراقبہ کمالات نبوت

وہ ذات جو منشاء ہے کمالات نبوت کا معراج ہے۔جمیع
اعتبارات سابقہ سے اور مبرا ہے ہمہ تعینات سے اس
ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے عناصر خاک پر مع
عناصر ثلاثہ وہاں سے فیض آتا ہے۔میرے عنصر خاک
پر مع عناصر ثلاثہ۔

ف:

سالک جب ولایت علیا کے فیضان و انوار سے مشرف ہوکر مرتبہ کمال پر پہنچتا ہے تو بفضل الٰہی اس پر کمالات نبوت کا مقام مشہود ہوتا ہے جو نہایت اعلیٰ و ارفع مقام ہے اور اس مرتبہ کے ولی کو اعلیٰ درجہ کے کمالات حاصل ہوتے ہیں جن کا پورے طور پر احاطہ و ادراک کرنا ولایات صغریٰ و کبریٰ اور علیاء کے اولیاء اللہ کیلئے دشوار ہوتا ہے۔

اس مقام میں تجلیات ذاتی بے پردہ اسماء وصفات وغیرہ سے سابقہ پڑتا ہے یہاں پر اس خیال سے مراقبہ کرتے ہیں کہ اس ذات بحت سے جو کمالات نبوت کا منشاء ہے۔ بواسطہ حضرت پیرومرشد میرے عنصر خاک پر مع عناصر ثلاثہ فیض آتا ہے۔ ذات بحت سے ذات حق سبحانہ تعالیٰ کا تمام اسماء وصفات اور شونات واعتبارات سے مبرا ومنزہ ہونا مراد ہے۔

یہ فیضان خاص طور پر عنصر خاک ہی کو نصیب ہوا ہے۔ لطائف خمسہ عالم امر و دیگر عناصر اسی خاک کی بدولت اس سعادت سے بہرہ ور ہوتے ہیں۔ اس سے عنصر خاک کے مرتبہ کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اس عالم میں وہ جس قدر پست واقع ہوا ہے اسی قدر اس کی قدر و منزلت اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک بلند و بالاتر ہے اور بجز عنصر خاک کے کسی لطیفہ عالم امر یا عنصر کو تجلی ذاتی ودائمی نصیب نہ ہوئی۔

مرتبہ کمالات نبوت وہ دولت کبریٰ ونعمت عظمیٰ ہے کہ اس مقام کی سیر بمقدار ایک نقطہ بھی جمیع مقامات ولایت سے بہتر واعلیٰ ہے یہاں حالات سابقہ مثل ذوق وشوق و بے تابی وشدت طلب زائل ہوجاتے ہیں۔ حضور بے جہت۔ یقین۔ تمکین اور تسکین اس مقام عالی کی خصوصیات سے ہیں اس مقام کے علوم ومعارف بس یہی ہیں کہ تمام علوم ومعارف مفقود اور باطن کے تمام حالات بے شناخت ہوجائیں غرض اس مقام کے معارف وحالات

کی تحریر سے زبان وقلم عاجز ہیں۔ آیت مبارکہ **لَا تُدْرِكُهُ الْأَبْصَارُ**[1] اس اظہار صداقت کیلئے کافی ہے۔

حقیقت ایمان واتباع شریعت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کمال وسعت نسبت باطن، بے کیفی، حیرت اور اپنی نسبت سے لاعلمی اس مقام کے خصوصیات ہیں۔ یہاں وصول ہی وصول ہے حصول نہیں۔

اس مرتبہ کی نسبت سے لاعلمی کی یہ وجہ ہے کہ اس سے قبل سالک کی نسبت ولایت سے متعلق تھی جہاں اسماء وصفات وشونات میں اس کو فنا وبقا کا مرتبہ حاصل تھا اور اس مرتبہ کی نسبت سے (جو تجلیات ذات بحت سے متعلق ہے) وہ بالکل بے بہرہ تھا۔ سالک کی قوت ادراک ایسی نہ تھی کہ نسبت مرتبہ ذات بحت کو سمجھ سکے۔ اس لئے یہاں کی نسبت کا ادراک اس کیلئے دشوار ہے۔

اس مقام کے معارف انبیاء کرام کی شریعتیں ہیں اور یہ مقام انبیاء علیہم السلام کیلئے مخصوص ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علی وآلہ وسلم کے تابعین کو کمال اتباع کی برکت سے بطور وراثت نصیب ہوتا ہے۔

باطن کی وسعت اس قدر ہوتی ہے کہ اس کے مقابلہ میں وسعت باطنی ہرسہ ولایات کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ ہرسہ ولایات کی نسبت ایک دوسرے سے صوری مناسبت رکھتی تھی جس سے امتیاز ہوسکتا تھا لیکن یہاں اس نسبت کا پتہ بھی نہیں چلتا۔

اس مرتبہ میں شیخ کامل واکمل کی توجہات اور طالب کی استعداد کے موافق رویت حق کا نمونہ پیش آتا ہے اگرچہ وہ رویت نہیں ہوتی اس لئے کہ وعدہ دیدار تو آخرت ہی سے متعلق ہے لیکن جو معاملہ یہاں پیش آتا ہے وہ مشاہدہ ولایات کے مقابلہ میں رویت

۱۔ القرآن، سورہ انعام، ۱۰۳

کے مانند ہوا کرتا ہے۔ غرض اس مقام میں بوجہ اتباع آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تبارک وتعالیٰ سے ایک خاص اتصال پیدا ہو جاتا ہے۔ البتہ تعجب خیز امر تو یہ ہے کہ اس مقام کی بلندی و بے رنگی کے باوجود جب پورا پورا انکشاف ہوتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ اس سے پہلے بھی یہ مقام ہماری نظروں کے سامنے تھا اور حیرانی بڑھ جاتی ہے کہ یہ مقام اس قدر قریب اور نظروں کے سامنے ہونے کے باوجود اس وقت تک اس کے نظر نہ آنے کی وجہ کیا تھی اور اب تک ہم نے آنکھیں کیوں نہ کھولیں اور اپنے مقصود کی تلاش میں کیوں بھٹکتے رہے۔ قرآن مجید کی باترتیل تلاوت اور بآداب وبطول قیام وقرات نماز کی ادائیگی اور جواذ کار احادیث شریفہ سے ثابت ہیں یہ سب اس مقام میں ترقی بخش ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مراقبہ کمالات نبوت میں عنصر خاک پر فیض لیتے ہیں اس سے مراد یہ ہے کہ خاک کی خاصیت انتہائی عجز وانکساری ہے جس کی وجہ سے انسان اللہ تبارک وتعالیٰ کے نزدیک تمام اعتبارات وتعینات انسانی سے بالاتر مقام حاصل کرتا ہے ان خصائل کے حامل انبیاء کرام علیہم السلام ہیں بایں وجہ کمالات نبوت سے فیض حاصل کرایا جاتا ہے تا کہ سالک میں بھی انہیں خصائل کا پرتو ظاہر ہو۔

مراقبہ کمالات رسالت

وہ ذات جو منشاء ہے کمالات رسالت کا اس ذات سے فیض آتا ہے۔
مرشد کے ہیاۃ وحدانی پر (یعنی مجموعہ لطائف خمسہ عالم امر) وہاں
سے فیض آتا ہے۔ میرے ہیاۃ وحدانی پر۔

ف:

سیر کمالات نبوت کے بعد اگر تائید الٰہی یاوری کرتی ہے تو سالک کو کمالات رسالت کی سیر نصیب ہوتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو اللہ تعالیٰ سے بمقابلہ کمالات نبوت زیادہ قریب ہے جس طرح نبوت و رسالت میں فرق ہے اسی طرح مراتب کمالات نبوت د

رسالت میں بھی فرق رہتا ہے۔ رسالت کا مرتبہ درگاہ خداوندی میں نبوت کے مرتبہ سے ایک قدم آگے ہے جس طرح کل انبیاء علیہم السلام میں مرسلین کا درجہ بلند ہے۔ اسی طرح گزشتہ مقامات کے مقابلہ میں یہ ایک خاص مقام ہے اور اس مقام کا فیضان بھی ان تمام مقامات سے زیادہ ہے اور انوار و برکات بھی نہایت لطیف۔ اس مقام میں مراقبہ اس خیال سے کرتے ہیں کہ اس ذات سے جو کمالات رسالت کا منشاء ہے بواسطہ حضرت پیر و مرشد اپنی ہیاۃ وحدانی پر فیض آتا ہے۔

سالک کے لطائف خمسہ عالم امر بعد تصفیہ قلب وتجلیہ روح وتخلیہ سر وفنا وبقاء خفی اخفٰی ایک خاص صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ اس مجموعی حالت کو ہیاۃ وحدانی کہتے ہیں جو اس مرتبہ مقدسہ سے تا ختم مقامات سلوک مورد فیض ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ چند مختلف التاثیر اجزاء ادویہ سے ایک معجون تیار کرنا ہو تو پہلے ان میں سے ہر ایک جزو کو کوٹ کر رکھ لیا جاتا ہے۔ بعد ازاں ان تمام اجزاء کو قند یا شہد کے قوام میں ملا کر یک جسم کرنے سے تمام اجزاء ایک دوسری ہیاۃ اور خواص پیدا کر کے ایک خاص معجون کہلاتے ہیں۔ ایسے ہی جب سالک کے لطائف خمسہ عالم امر ایک دوسری شکل وصورت اختیار کر کے عروج حاصل کر لیتے ہیں تو اس کیفیت کو ہیاۃ وحدانی کہتے ہیں۔

اس مقام میں عروج ونزول وانجذاب تمام بدن کو نصیب ہوتا ہے اور اس مقام کا معاملہ محض افضال الٰہی پر منحصر ہے جس میں کسی کو دخل نہیں جس کو چاہتے ہیں عطا فرماتے ہیں اور جس پر یہ نوازش ہوتی ہے اس پر ورود، انوار و وسعت و بے رنگی مقام سابق (کمالات نبوت) سے زیادہ اس مرتبہ میں شامل حال ہوتی ہے۔ ولایت صغریٰ میں تجلیات ظلال اسماء وصفات کے ساتھ بعد عروج ولایت کبریٰ میں تجلیات اسماء وصفات کے ساتھ یہ سیر وابستہ تھی جو ایمان شہودی کے مراتب ہیں۔ ان مدارج سے بدرجہ کمال عروج ہونے پر معاملہ سیر سالک ذات بحت سے وابستہ ہوا جو ایمان حقیقی کا مرتبہ ہے۔ ایمان شہودی مثل بدر کامل ہے جو آسمان ولایت پر چمکتا ہے اور ایمان حقیقی مثل خورشید خاور ہے جو فلک نبوت پر طلوع ہوتا

ہے اور یہاں ذوق وشوق کے بجائے بے مزگی و بے آرامی اور حلاوت وصل کے بجائے ملال ناکامی سالک کے حصہ میں آتی ہیں۔ اسی لئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہمیشہ متفکر ومحزون نظر آتے تھے جیسا کہ کان رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم دائم الحزن و متواصل الفکر کہا گیا ہے۔

جب سالک مراقبہ کمالات رسالت سے فیض حاصل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے علم سے اس کو بہرہ ور فرما کر اپنا اور اپنے انبیاء ومرسلین علیہم السلام کا نائب بنا کر لوگوں کو ہدایت اور اپنی عظمت سے واقف کرانے والا بناتے ہیں اس مرتبہ میں ان کیفیات سے فیضیاب کرایا جاتا ہے۔

مراقبہ کمالات اولوالعزم

''وہ ذات جو منشاء ہے کمالات اولوالعزم کا اس ذات
سے فیض آتا ہے۔ مرشد کے ہیاۃ وحدانی پر ہاں سے فیض آتا ہے
میرے ہیاۃ وحدانی پر''

ف:

سیر مرتبہ کمالات رسالت ختم ہونے کے بعد بفضل تعالیٰ وتوجہ شیخ کامل واکمل بلند نصیبوں کو کمالات اولوالعزم میں سیر کرائی جاتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو سالک پر کمالات رسالت کی انتہاء میں منکشف ہوتا ہے اس مقام کے انوار وبرکات فیضان کمالات ورسالت سے بھی اعلیٰ وارفع ہیں اور یہاں ذات بحت سے زیادہ تقرب حاصل ہوتا ہے اس مقام کا واصل شدہ ولی ایک جماعت اولیاء کا سردار بن جاتا ہے اور اکثر طالبان حق اس کے حکم کی تعمیل کر کے فیوض باطنی سے مستفیض ہوتے ہیں جس طرح تمام مخلوقات میں انبیاء علیہم السلام سب سے بہتر مخلوق ہیں۔ کل انبیاء کرام میں مرسلین کا درجہ بلند ہے اور ان میں بھی اولوالعزم مرسلین کے مراتب ومدارج تو بیان سے باہر ہیں اسی طرح اس مرتبہ کے فیوض وبرکات کا

حال ہے۔ اس مقام میں مراقبہ اس طرح کرتے ہیں کہ اس ذات سے جو کمالات اولوالعزم کا منشاء ہے۔ بواسطہ حضرت پیر ومرشد ہیاۃ وحدانی پر فیض آتا ہے۔

ان ہر سہ کمالات کی نسبت اس قدر لطیف ہوتی ہے کہ سالک کی فہم وادرک ان کے سمجھنے سے قاصر ہے اور ان ہر سہ مراتب میں یہ نسبت لطیف تر ہوتی جاتی ہے۔ بہ سبب کمال لطافت ان مقامات میں سالک کو یہ گمان ہوتا ہے کہ اس کی نسبت باطنی میں کوئی ترقی نہیں ہو رہی ہے۔ اس مرتبہ میں بھی بدرجہ اتم وصول ہی وصول ہے اس لئے نسبت باطنی سالک کی نظر وجدان میں نہیں آتی۔

اس مرتبہ عالیہ میں اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وکمال وسعت نسبت باطنی اور بے کیفی و بے مزگی یاس وحرمان سالک کو نصیب ہوتے ہیں حالانکہ اس مقام میں کثرت درود تجلیات ذاتیہ و انوار لاتناہیہ سے باطن سالک معمور ہو جاتا ہے۔ اس مقام کی نسبت سابقہ جملہ مراتب کی نسبت سے برتر ہے لیکن ان ہر سہ کمالات میں نسبت کی ترقی و بے رنگی ولطافت میں اضافہ ہونے سے سالک کو اپنی نسبت کا ادراک نہیں ہو سکتا۔ قطع نظر اس کے ابتدائے سلوک سے سالک اسماء وصفات اور شونات کے تجلیات کی سیر سے روشناس تھا۔ ان مراتب مقدسہ میں تجلیات ذاتی سے سابقہ پڑا جس سے سالک کو اس وقت تک کسی قسم کی مناسبت نہ تھی یہی وجہ اس کی عدم ادراک نسبت کی ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس مقام کی کمال لطافت و بے رنگی اور بے کیفی کی وجہ سے ممکن ہے کہ یہاں کی نزدیکی سے سالک دوری پسند کرے۔

مراقبات کمالات نبوت ورسالت کے بعد یہ مراقبہ اس لئے کرایا جاتا ہے کہ ان ہر دو مراقبات سے سالک پر جو کیفیات طاری ہوتی ہیں۔ ان میں مزید ترقی ہو کر سالک ایک ممتاز کیفیت کا حامل بن جائے۔ اولوالعزم مرسلین علیہم السلام میں جن کا تعلق سلوک نقشبندیہ مجددیہ سے ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوع علیہ السلام، حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام وآنحضور علیہم الصلوٰۃ والسلام

ہیں جن کے حالات سے کون واقف نہیں اس مراقبہ میں سالک کو ان افضال ایزدی سے جو ان اولوالعزم مرسلین علیہم السلام کے شامل حاصل رہے۔ بہرہ ور کرانے کی سعی کی جاتی ہے جو اس مراقبہ کا ماحصل ہے۔

اس میں شک نہیں کسی مقام میں بھی بغیر فضل الٰہی کے ترقی ہو نہیں سکتی لیکن اعمال خیر از کار و اشغال اسباب کے مانند ہیں اور ازالہ کدورت بشریٰ کیلئے مفید و موثر ہوتے ہیں لیکن اس مرتبہ سے ختم سلوک ترقی کا معاملہ محض فضل الٰہی و توجہات پیر کامل پر موقوف ہے تاہم یہاں پر ان اذکار کے ساتھ تلاوت قرآن مجید و نماز بطول قیام و قرات ترقی کیلئے ممد و معاون ہوتے ہیں اور اس فیضان کا وصول مکمل طور پر شیخ کامل کے عنایات و توجہات پر مبنی ہے۔ اس لئے کہ پیر کامل کے عنایات میں حق سبحانہ تعالیٰ کے افضال بھی شامل ہیں۔

یک لحظہ عنایت تو اے بندہ نواز بہتر ز ہزار سالہ تسبیح و نماز

(اے بندہ نواز آپ کی ایک لمحہ کے لیے عنایت ہزار سالہ تسبیح و نماز سے بہتر ہے۔)

مراقبہ حقیقت کعبہ

وہ ذات جو حقیقت کعبہ ہے مسجود لہ جمیع ممکنات اس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے ہیاۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے میرے ہیاۃ وحدانی پر۔

ف:

رتبہ کمالات اولوالعزم کے بعد سالک کو اس مرتبہ مقدسہ کی سیر نصیب ہوتی ہے اس مقام میں مراقبہ اس طور سے کیا جاتا ہے کہ وہ ذات جو حقیقت کعبہ ہے مسجود لہ جمیع ممکنات اس ذات سے بواسطہ حضرت پیر و مرشد میرے ہیاۃ وحدانی پر فیض آتا ہے۔

حقیقت کعبہ حق سبحانہ تعالیٰ کی عظمت و کبریائی کے ظہور کو کہتے ہیں جو درحقیقت مسجود لہ جمیع ممکنات ہے اس مقام میں سالک کو عظمت و کبریائی کی تجلی جس کا تعلق ذات

مجردہ سے ہے مشہود ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ دریائے ہیبت و جلال خداوندی میں مستغرق ہو جاتا ہے۔

جب فنا و بقاء! اس مرتبہ عالیہ میں حاصل ہوتی ہے تو سالک اپنی ذات کو اس مرتبہ کی شان سے متصف پایا ہے یعنی جمیع ممکنات کی توجہ اپنی طرف معلوم ہوتی ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ تمام مخلوق میری ہی عبادت کر رہی ہے۔ جس طرح اگر کسی بادشاہ کے پاس کوئی خادم کھڑا ہو جو بھی دربار شاہی میں آئے اور بادشاہ کو سلام کرے تو خادم کو ایسا معلوم ہوگا کہ سب آنے جانے والے اسی کو سلام کر رہے ہیں۔ اس مقام میں سالک کا بھی یہی حال ہوتا ہے کہ تمام مخلوق اسی کی عبادت میں مشغول ہے حالانکہ وہ عبادت ذات تبارک و تعالیٰ کیلئے ہوتی ہے جیسا کہ سلام بادشاہ کیلئے ہوتا ہے سالک کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر بجا جائے اور ممکنات کی توجہ اپنی جانب نہ سمجھے ورنہ سخت گمراہی و ضلالت کا اندیشہ ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں اسماء صفات اور اعتبارات کو بھی باوجود کمال محرم راز ہونے کے اس شان سے متصف ہونے میں دخل نہیں ہے۔

اس مقام میں حقائق الٰہیہ کی نسبت عالی جو کمالات ثلاثہ کے مقابلہ میں لطیف تر اور بہت ہی بے رنگ ہے سالک کے ادرک میں آجاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کمالات ثلاثہ میں اس کو فنا و بقاء حاصل ہوئی اور ان مدارج کے اخلاق سے متخلق ہو کر فیوض و برکات سے مستفیض ہوا تو (اس وجہ سے کہ کمالات ثلاثہ کی نسبت اور فوقانی نسبت ایک ہی نوعیت کے ہیں۔ اگرچہ یہ مناسبت کسی قسم کی کیوں نہ ہو) سالک کے مدرکہ وجدانی میں ایک نوع کی ایسی قوت پیدا ہو جاتی ہے جس کے باعث مقامات فوقانی کی نسبت بھی اس کے ادراک میں آسکے۔

اس مرتبہ میں سالک کی نسبت باطنی میں بے حد ترقی ہوتی ہے۔ اس لئے کہ یہاں تجلیات ذاتی دائمی ہوتے ہیں۔ حضرت مجدد الی ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے مکتوبات میں تحریر فرماتے ہیں کاملین کو بطفیل آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی عظمت و کبریائی سے

روشناس کر کے محرم بارگاہ قدس بنایا جاتا ہے جس کے باعث ان کے ساتھ وہی معاملہ پیش آتا ہے جو انبیاء علیہم السلام کے ساتھ پیش آتا ہے۔

خانہ کعبہ جو بظاہر ہمارا قبلہ اور مسجود لہ ہے یہ مظہر صوری ظلی اسی حقیقت کعبہ کا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ صورت کو حقیقت کے ساتھ اور ظل کو وصل کے ساتھ ایک نسبت ہوتی ہے لہٰذا جو چیز ہماری قبلہ حقیقی اور مسجود لہ ہے وہ کعبہ صوری نہیں ہے بلکہ وہ حقیقت ہے جو ہزار بے چونی و بے چگونی اس چون و چگون محض سے ایک قسم کی مناسبت تعلق رکھتی ہے۔

جلوہ نور حقیقت در مجاز　　این طلسم الفت از بس ہست راز

(مجاز میں نور حقیقت کا جلوہ گویا یہ طلسم الفت ہے جو بہت بڑا ہے۔)

اس مرتبہ میں ذات الوہیت سے براہ راست اکتساب فیض کیا جاتا ہے۔

☆☆☆

مراقبہ حقیقت قرآن

وہ ذات جو حقیقت قرآن ہے مبدء وسعت بے چوں حضرت ذات اس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے ہیاۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے میرے ہیاۃ وحدانی پر۔

ف:

حقیقت کعبہ کی سیر ختم ہونے کے بعد سالک کو اس مرتبہ مقدسہ کی سیر کرائی جاتی ہے۔ حقیقت قرآن ذات تبارک وتعالیٰ کے صفت العلم سے تعلق رکھتی ہے جو ظہور عالم سے پہلے اللہ تعالیٰ کو حاصل تھا۔ اس مقام میں بایں خیال مراقبہ کیا جاتا ہے کہ مبدء وسعت بے چوں حضرت ذات سے کہ منشاء حقیقت قرآن ہے بواسطہ حضرت پیر و مرشد میرے ہیاۃ وحدانی پر فیض آتا ہے۔

حقیقت قرآنی سے حضرت ذات کی بے چونی و بے کیفی کی وسعت وفراخی کا ابتدائی مرحلہ مراد ہے اور حضرت ذات کی وسعت اسی مقام سے مشہود ہوتی ہے یعنی وہ حالات و کیفیات ظاہر ہوتے ہیں جو وسعت کے مشابہ ہیں اور لفظ وسعت کا اطلاق اس جگہ عبارت والفاظ کی تنگی کی وجہ سے ہے ورنہ یہاں وسعت سے کیا مناسبت ہے۔

کلام اللہ کے [1] بطون اسی مقام سے ظاہر ہوتے ہیں اور اس کا ایک ایک حرف معرفت کا دریائے مواج اور بحر زخار معلوم ہوتا ہے جو کعبہ مقصود تک [2] موصل ہے۔ ہر حرف سے تجلی کی چمک عرش مجید تک پہنچتی ہے اور اس تجلی کی روشنی میں سالک کو عالم ملکوت، عالم

۱۔ مخفی راز　　۲۔ پہنچانے والا

جبروت اور عالم لاہوت کی سیر نصیب ہوتی ہے۔

بعض خوش نصیبوں کو ایک آواز بسیط بھی جسے صوت سرمدی کہنا چاہئے (کیونکہ وہ درحقیقت آواز نہیں ہوتی) محسوس ہوتی ہے یہ آواز بسیط صوت حق ہے کہ ازل سے ابد تک متکلم بہ یک کلام ہے اور اسی صوت سے جمیع صحائف الٰہیہ ظہور میں آئے ہیں۔ قرآن مجید بھی اسی سے ظاہر اور توریت و زبور و انجیل وغیرہ صحائف بھی اسی سے متخرج ہیں چنانچہ حضرت مجدد الف ثانی حضرت محمد معصوم و حضرت غلام علی شاہ نقشبندی مجددی رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال سے ظاہر ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے بندوں سے کلام فرماتے ہیں جس میں حروف ہوتے ہیں نہ آواز اسی طرح اس مقام میں سالک کو بھی شرف تکلم حاصل ہوتا ہے۔

قرآن مجید کی تلاوت کے وقت زبان قاری شجر موسوی کا حکم پیدا کرتی ہے جس سے صدائے [1] انی انا ربك حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سنی تھی اور اس کے بعد ہی شرف ہم کلامی نصیب ہوا۔ بوقت تلاوت [2] قاری کا تمام قالب زبان کے مثل ہوجاتا ہے گویا زبان قاری سے حق سبحانہ تعالیٰ کلام فرماتے ہیں اور یہاں ان کی قدرت کاملہ اور اسرار بالغہ ظہور میں آتے ہیں اس مقام میں سالک کو بلندی نسبت اس درجہ کی ہوتی ہے کہ کمالات ثلاثہ کی نسبت باوجود اپنی تمام علو وسعت کے اور نسبت حقیقت کعبہ معظمہ باوجود اپنی عظمت و کبریائی کے نسبت حقیقت قرآن کے تحت مشہود ہوتے ہیں۔ یعنی حقیقت قرآن کی نسبت سب پر غالب رہتی ہے۔

کلام مجید جس شکل میں ہمارے سامنے پیش ہے وہ بہ تقاضائے حالات عالم ناسوت ہے ورنہ عالم بالا میں کہیں تو وہ نور محض اور کہیں نور علی نور ہے۔ انوار قرآن مجید کے انکشافات کی علامت یہ ہے کہ قاری کے باطن پر ایک بوجھ محسوس ہو اور اس پر احکام الٰہی

۱۔ میں ہوں تیرا رب   ۲۔ تلاوت کرنے والا

کے اسرار و حکم و مصالح کا ظہور ہوجائے۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مرتبہ علیاء حقیقت کعبہ ربانی (جو نور صرف ہے) کے بعد ایک ایک مرتبہ عالی حقیقت قرآن پیش آتا ہے۔ کعبہ معظمہ بحکم قرآن مجید قبلہ آفاق ہوکر دولت مسجودیت سے مشرف ہوا ہے۔

انسان جس طرح علم الٰہی کا احاطہ کرنے سے عاجز ہے اسی طرح قرآن مجید کے رموز و مطالب کا احاطہ کرنے سے بھی مجبور ہے۔ اس لئے اس مراقبہ میں سالک پر ان باطنی کیفیات کے وارد کرانے کی کوشش کی جاتی ہے۔ اس مرتبہ مقدسہ میں حروف [1] مقطعات [2] متشابہات قرآنی کے اسرار سالک پر کھلتے ہیں اگرچہ یہ مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے مختص ہے لیکن آپ کی اتباع کامل کے باعث آپ کے پس خوردہ میں سے سالک کو بھی کچھ حصہ مل جاتا ہے جو اس کی انتہائی خوش بختی کا موجب ہے۔ ان اسرار کا بیان انسانی حوصلہ سے باہر ہے اگر کچھ بیان بھی کیا جائے تو متکلم بے تاب اور سامع بے ہوش ہوجائے۔

مراقبہ حقیقت صلوٰۃ

وہ ذات جو حقیقت صلوٰۃ ہے کمال وسعت بے چوں حضرت ذات
سے اس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے ہیاۃ وحدانی پر وہاں سے
فیض آتا ہے میرے ہیاۃ وحدانی پر۔

ف:

مرتبہ حقیقت قرآن کی سیر کے بعد جب اللہ تعالیٰ کا فضل سالک کے شامل حال

۱۔ مثلاً: الٓمٓ۔ کہیعص، حمعسق   ۲۔ وہ آیات قرآنی جن کا ظاہری مطلب مراد نہیں ہوتا اور اصلی مطلب کو خدا اور رسول کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

ہوتا ہے تو اس کو اس مرتبہ مقدسہ یعنی حقیقت صلوٰۃ میں سیر نصیب ہوتی ہے۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سالکوں کے سیر قدمی کی انتہاء ہے۔ اس مقام میں سالک پر نماز کی حقیقت کھلتی ہے اور انوار و برکات کا مشاہدہ ہوتا ہے اور حق سبحانہ تعالیٰ سے انتہائی قربت حاصل ہوتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور بندہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں رہتا۔ یہاں اس خیال سے مراقبہ کرتے ہیں کہ کمال وسعت بے چوں حضرت ذات سے کہ منشاء حقیقت صلوٰۃ ہے۔ بواسطہ حضرت پیر و مرشد میری ہیاۃ وحدانی پر فیض آتا ہے۔ اس مرتبہ کی وسعت و بلندی خارج از تحریر ہے۔ اس وجہ سے کہ حقیقت کعبہ ربانی اس مقام کا ایک جزو اور حقیقت قرآن مجید دوسرا جزو ہے۔

نماز ایک رابطہ قدسی ہے جو عبد کو رب سے ملاتا ہے اور انوار ربوبیت و معبودیت مطلقہ سے عبد واصل کو مالا مال کرتا ہے۔ عبدیت و معبودیت کا لطیف تعلق اور اس کا سربستہ راز اور اس مرتبہ کی رفعت و بے مثالی اسی مقام سے ظاہر ہوتی ہے اور اسی سے یہ پتہ چلتا ہے کہ بارگاہ احدیت سے جناب نبوی صلی اللہ علیہ آلہ وسلم کو عبدہ کے خطاب خاص سے کیوں مخاطب فرمایا گیا تھا اور حضرت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہر ادا سے کس طرح کمال عبدیت کا جلوہ ظاہر ہوتا ہے۔ یہ عبدیت نماز کامل ہی سے نصیب ہوتی ہے۔ سالک کو چاہئے کہ اس فریضہ کی اہمیت کا اندازہ کرتے ہوئے کمال بندگی کے ساتھ اس کی ادا میں منہم اور **ان تعبد اللّٰہ کانك تراہ** [1] میں کوشاں رہے۔

یہ نماز ہی ہے جو بندگان الٰہی کیلئے بطور تحفہ عالم قدس سے بدست محسوس مقدس بیادگار سفر معراج و مقام قرب محمدی و احمدیؐ سے بھیجا گیا ہے اسی سے اس کی جامعیت اور مقبولیت کا اندازہ کر لیجئے کہ کس کا تحفہ ہے کس مقام سے آیا ہے اور کون لایا ہے۔

اے خدا قربان احسانت شوم　　　این چہ احسان است قربانت شوم

امام الطریقہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں نماز

۱۔ مسلم، الجامع الصحیح، کتاب الایمان، باب اول الایمان، ج ۱، ص ۲۴

تمام عبادات کی جامع ہے اور جزو ہے جس نے جامعیت کے سبب کل کا حکم پید کرلیا ہے اور تمام اعمال قرب سے برتر ہوگئی ہے اور وہ دولت رویت۔ جو سرور عالمیان صلی اللہ علیہ وسلم کو معراج کی رات میسر ہوئی تھی مراجعت کے بعد بھی اس جہاں کے مناسب حال آپ کو وہ دولت نماز میں حاصل ہوئی اسی لئے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے **الصلوٰۃ معراج المومنین** اور **اقرب مایکون العبد من ربی فی الصلوٰۃ** [1] فرمایا ہے۔ آنحضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کامل تابعداروں کو اس جہاں میں اس دولت کا بہت سا حصہ نماز ہی میں حاصل ہوتا ہے اگر نماز کا حکم نہ ہوتا تو چہرہ مقصود سے نقاب کون کھولتا اور طالب کو مطلوب کی طرف کون رہنمائی کرتا۔ نماز ہی غمزدوں کی غمگسار ہے اور نماز ہی بیماریوں کیلئے راحت بخش ہے۔ **ارحنی یا بلال** اسی ماجرا کی رمز ہے۔ **قرۃ عینی فی الصلوٰۃ** [2] میں اسی مطلب کی طرف اشارہ ہے اسی لئے جو نمازی اس کی حقیقت سے آگاہ ہے ادائے نماز کے وقت گویا عالم دنیا سے نکل کر عالم آخرت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اس وقت اس دولت سے جو آخرت سے مخصوص ہے حصہ حاصل کر لیتا ہے اور ظلیت کی آمیزش کے بغیر اصل سے فائدہ پا لیتا ہے کیونکہ عالم دنیا کمالات ظلی پر منحصر ہے اور وہ معاملہ جو ظلال سے باہر ہے آخرت سے مختص ہے۔ پس معراج کے بغیر چارہ نہ ہوگا جو مومنوں کے حق میں نماز ہے یہ دولت اس امت کے ساتھ مخصوص ہے جو اپنے پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کمال اتباع و تابعداری کے باعث اس کمال کے ساتھ مشرف ہوئی اور اس سعادت سے فیضیاب ہوئی اور معراج کی حقیقت رویت الٰہی ہے جس سے شب معراج میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس عالم سے اس عالم میں پہنچ کر مشرف ہوئے تھے۔

جس سالک نے اس حقیقت مقدمہ سے کچھ بھی حظ حاصل کیا ہے وہ نماز میں اپنے محبوب حقیقی کو بالمواجہ دیکھتا ہے۔ درمیان میں کوئی حجاب حائل نہیں ہوتا اور برقعہ و

۱۔ بیہقی، شعب الایمان، باب الصلوٰۃ، ج ۳، ص ۳۹۔ ۲۔ کنز العمال، کتاب الصلوٰۃ، ج ۴، ص ۲۷۸

نقاب رویت محبوب میں فاصل نہیں ہوتا یہی وجہ ہے کہ اس مقام میں کمال وسعت بے چونی جلوہ گر ہوتی ہے اور نمازی کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اپنے معبود و مقصود کے دیدار کی خوشی میں والہانہ ادائے صلوٰۃ میں مشغول ہو جاتا ہے۔

تکبیر تحریمہ کے وقت دونوں جہاں سے ہاتھ اٹھا کر اور دونوں جہاں کو پس پشت ڈال کر اللہ اکبر کا نعرہ لگاتا ہوا حق سبحانہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر ہوتا ہے اور بارگاہ جل جلالہ کی عظمت و کبریائی کے مدنظر خود کو ذلیل و ناچیز خیال کر کے محبوب حق پر قربان ہو جاتا ہے اور وقت قرآت وجود موہوب سے جو اس عالم ناسوت کے لائق ہے۔ موجود ہو کر حضرت حق سبحانہ تعالیٰ کے ساتھ متکلم اور اس جناب سے مخاطب ہوتا ہے۔ اس وقت اس کی زبان شجر موسوی بن جاتی ہے جب رکوع میں غایت درجہ کا خشوع ہوتا ہے تو اور زیادہ قرب کے ساتھ ممتاز ہوتا ہے۔ تسبیح کہنے کے وقت ایک اور خاص کیفیت سے مکیف ہو جاتا ہے تو حمد و ثناء کرتا ہوا قومہ کرتا ہے اور دوبارہ اللہ تبارک وتعالیٰ کے حضور میں کھڑا ہو جاتا ہے کہ قیام سے سجدہ میں جانا موجب کمال عجز و انکسار ہے۔ جبین عجز و نیاز روبروئے محبوب دلی اور سر عبودیت پیش مطلوب حقیقی رکھ کر طالب وصل ہوتا ہے کہ ساری نماز کا خلاصہ سجدہ ہی ہے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ سجدہ کرنے والا تو اللہ تعالیٰ کے دونوں قدموں میں سجدہ کرتا ہے اور سورہ اقراء کی آیت سجدہ میں جو کچھ ارشاد باری تعالیٰ ہے اس میں اسی کی طرف اشارہ ہے اور چونکہ قرب سجود سے خیال ہوا تھا کہ مطلوب حقیقی کا وصل میسر آیا اس لئے اللہ اکبر کہتا ہوا جلسہ میں بیٹھ گیا اللہ تعالیٰ اس سے برتر ہیں کہ میں ان کی کامل طور پر عبادت کر سکوں اور پوری طرح مطلوب حقیقی کا قرب حاصل کروں اور اپنی اس سابقہ سوءِ ادبی کی جو خیال وصل کی صورت میں سرزد ہوئی جلسہ میں معافی مانگتا ہے۔ اللھم اغفرلی وارحمنی واھدنی و عافنی وارزقنی واجبرنی اور پھر اس سے زیادہ قرب طلب کرنے کیلئے دوبارہ سجدہ کرتا ہے۔ ازاں بعد تشہد میں بیٹھ کر اس نعمت قرب کے احسان و انعام پر باری تعالیٰ کے جناب میں شکر و تجلیات بجالاتا ہے۔ کلمہ شہادت پڑھنے کی یہ وجہ ہے

کہ یہ سارا قرب کا معاملہ توحید و رسالت کی تصدیق اور اقرار کے بغیر ناممکن ہے پھر درود شریف اس واسطے پڑھتا ہے کہ یہ تمام نعمتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کے طفیل میں حاصل ہوئی ہیں اور درود ابراہیمی اس وجہ سے اختیار کیا گیا ہے کہ ادائے نماز کے وقت محبوب حقیقی کے ساتھ خلوت میسر آتی ہے۔ ہم نشینی خاص خصوصیت کے ساتھ مصاحبت (منصب خلت) تو صرف حضرت سیدنا ابراہیم علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام ہے اس لئے اس مقام کی نسبت درود ابراہیمی پڑھ کر حاصل کرتا ہے۔

مراقبہ معبودیت صرف:

وہ ذات جو معبودیت صرفہ ہے اس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے
ہیاۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے میرے ہیاۃ وحدانی پر۔

ف:

حقائق الٰہیہ کے مرتبہ ثالثہ حقیقت صلوٰۃ کی سیر کے بعد سالک کو اس مرتبہ عالی میں سیر کرائی جاتی ہے۔ یہاں اس خیال سے مراقبہ کیا جاتا ہے کہ اس ذات سے جو معبودیت صرف ہے بواسطہ حضرت پیر و مرشد میرے ہیاۃ وحدانی پر فیض آتا ہے۔ اس مرتبہ میں قدم کی گنجائش نہیں اور روحانی قدمی سیر تمام ہو چکی کیونکہ وہ عبودیت ہی کے مقام حقیقت صلوٰۃ تک تھی البتہ روحانی نظارہ کی ممانعت نہیں ہے اور روحانی نظری سیر رہتی ہے چنانچہ معراج کی رات حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو "قف یا محمد (ﷺ)" [1] کا حکم دیا گیا وہ اسی طرف اشارہ کرتا ہے کہ یہ سیر قدمی کی انتہا ہے اور یہاں ذات اقدس کے وجوب و تجرد و تنزیہ کا آغاز ہوتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ کی حقیقت اور غیر اللہ کی نفی ثابت ہو کر بجز معبود حقیقی کسی اور کا مستحق عبادت نہ ہونا متحقق ہو جاتا ہے۔ کلمہ طیبہ لا الہ الا اللہ

۱۔ الحاکم، نیشاپوری، مستدرک، ج ۲، ص ۲۳۴

کے معنی مبتدیوں کیلئے لامقصود الا اللہ متوسطین کیلئے لامعبود الا اللہ اور منتہیوں کیلئے لامشہود الا اللہ معلوم ہو جاتے ہیں۔

درحقیقت ہر نوع کی عبادت کا استحقاق بجز ذات حضرت احدیت مجردہ اور کسی کو حاصل نہیں اگرچہ وہ اسماء وصفات الٰہیہ ہی کیوں نہ ہوں۔ ممکنات بے چارے سارے کے سارے جو بھی ہوں ان کی حقیقت ہی کیا ہے کہ اس قابل ہوسکیں اس مقام میں شرکت کی بالکل بیخ کنی ہو جاتی ہے۔

سالک کے مشاہدہ تجلیات اسماء وصفات وذات سے جمیع مراقبات میں بہرہ ور ہونے کے بعد اس کو معبودیت صرف یعنی خالص ذات سے اکتساب فیض کا مراقبہ کرایا جاتا ہے۔ اس مرتبہ میں سالک کو محسوس ہوتا ہے کہ اب تک اس پر جن تجلیات کا ظہور ہو چکا ہے یہاں معاملہ اس سے کہیں اعلیٰ وارفع ہے۔ اس مرتبہ مقدسہ میں ترقی وحدت بصر کا نام اور اس میں کثرت صلوٰۃ نوافل موجب ترقی ہیں۔

حقائق انبیاء علیہم السلام

مراقبہ حقیقت ابراہیمی:

وہ ذات جو منشاء ہے حقیقت ابراہیمی کا ذات کی انسیت ذات کے ساتھ۔ اس ذات سے فیض آتا ہے۔ مرشد کے ہیاۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے۔ میرے ہیاۃ وحدانی پر۔

اس مراقبہ میں درود شریف التحیات کا بے حد مفید ہے۔

ف:

مراقبہ معبودیت صرفہ پر حقائق الٰہیہ کی سیر ختم اور مراقبہ حقیقت ابراہیمی سے حقائق انبیاء علیہم السلام میں سالک کی سیر شرع ہوتی ہے حقائق الٰہیہ میں سالک کی ترقی محض فضل الٰہی پر منحصر تھی یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ وفور محبت پر موقوف ہے۔

یہ حقیقت ابراہیمی کا مرتبہ ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کی ذات سے انس وقرب پیدا

ہونے کیلئے اس مفہوم کو ملحوظ رکھ کر مراقبہ کیا جاتا ہے کہ اس ذات سے جو حقیقت ابراہیمی کا منشاء ہے بواسطہ حضرت پیر ومرشد میری ہیاۃ وحدانی پر فیض آتا ہے۔

حق سبحانہ تعالیٰ جس طرح اپنی ذات کو دوست رکھتے ہیں ویسا ہی اپنے صفات و افعال کو بھی دوست رکھتے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک کی محبت دو اعتبارات رکھتی ہے ایک محبت دوسرے محبوبیت۔

کمالات صفاتی ومحبوبیت اسمائی کا ظہور حضرت ابراہیم علی نبینا وعلیہ والصلوٰۃ والسلام میں ہے۔ یہاں سالک کی سیر کمالات صفائی یعنی حقیقت ابراہیمی ومقام خلت میں ہوتی ہے جو انس وموانست حق سبحانہ تعالیٰ کو اپنے شئون واعتبارات کے ساتھ ہے اسے خلت کہتے ہیں اور اسی انس وموانست کا ظہور حقیقت ابراہیمی میں ہوا۔ اس لئے آپ کا لقب خلیل اللہ رکھا گیا۔

یہ مقام نہایت عجیب وغریب اور کثیر البرکات ہے۔ اس مقام کی نسبت کمالات ثلاثہ [۱] سے بھی زیادہ بلند بالاتر اور وسیع ولطیف ہے۔ باوصف اس کے اس مرتبہ کی نسبت میں بمقابلہ کمالات ثلاثہ کے ایک ذوق وکیفیت پیدا ہوتی ہے۔ اس مقام میں مرتبہ خلت حق سبحانہ تعالیٰ کے انوار واسرار فائز ہونے سے سالک کو حضرت ذات کے ساتھ ایک خاص انس اور خصوصیت خلوت پیدا ہو جاتی ہے اور اس طرف سے بھی اسی قسم کی عنایات سالک کے شامل حال ہوتی ہیں۔ محبوبیت صفائی جو اس عالم مجاز کی مناسب سے حسن وجمال ظاہری ہے، جلوہ گر ہوتی ہے۔ اسی لئے یہاں کامل بے رنگی نہیں ہے۔

جمیع انبیاء کرام اس مقام میں حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے تابع ہیں۔ یہاں تک کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی اتباع ابراہیمی کا حکم دیا گیا ہے۔ جیسا کہ فا اتبعوا ملة ابراهیم حنیفا [۲] سے ثابت ہے اسی لئے آپ نے صلوٰۃ وبرکات مطلوبہ خود کو صلوٰۃ وبرکات ابراہیمی سے تشبیہ دی ہے یعنی اللھم صلی علی سیدنا محمد وعلی

۱۔ ثبوت رسالت، اولوالعزم   ۲۔ آل عمران، آیت: ۹۵

آل سيدنا محمد كما صليت على سيدنا ابراهيم وعلى آل سيدنا ابراهيم وصل علينا معهم انك حميد مجيد۔ اللهم بارك على سيدنا محمد و على آل سيدنا محمد كما بركت على سيدنا ابراهيم وعلى آل سيدنا ابراهيم و بارك علينا معهم انك حميد مجيد[1] اس درودشریف کی کثرت اس مقام میں ترقی بخش ہے۔

اس مرتبہ میں سالک کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ اس طرح کا انس پیدا ہوجاتا ہے کہ وہ غیر اللہ کی طرف (اگر چہ وہ اسماء وصفات الٰہیہ کیوں نہ ہو) رخ نہیں کرتا اور دوسری طرف متوجہ ہی نہیں ہوتا غیر سے استمداد واستغانت اس کو پسند نہیں آتی۔

جس پر اس واقعہ سے روشنی پڑتی ہے کہ جب حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کو آتش نمرود میں ڈالا جارہا تھا آپ منجنیق سے چھوٹ چکے تھے اور آگ میں گرنے کے قریب تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا ابراہیم کیا میری مدد کی ضرورت ہے۔آپ نے فرمایا کہ جبرائیل علیہ السلام تم خود آئے ہو یا کسی کے حکم پر جواب ملا کہ میں خود آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا مجھے تمہاری مدد کی ضرورت نہیں۔ جبرائیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ کیا اللہ تعالیٰ سے عرض کروں، آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کو میرے اس حال کی خبر ہے۔اس لئے اس کی بھی ضرورت نہیں، تم میری راہ سے ہٹ جاؤ۔

ایسے نازک وقت میں بھی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے نسبت قرب وانس کا پتہ چلتا ہے۔ بالآخر آپ آگ میں جھونک دیئے جاتے ہیں۔اس کے بعد کا واقعہ توسب کو معلوم ہی ہے کہ آتش نمرود نے گلزار ابراہیمی کی شکل اختیار کرلی۔ سالک کو اس مقام میں اسی نسبت ابراہیمی سے فیض حاصل ہوتا ہے۔

۱۔ بخاری، الجامع الصحیح، کتاب صفت الصلوٰۃ، باب الدعاء قبل السلام، ج۱، ص ۲۸۶

مراقبہ حقیقت موسوی:

وہ ذات جو منشاء ہے حقیقت موسوی کا محبّ ذات اس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے ہیاۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے میرے ہیاۃ وحدانی پر۔

اس مراقبہ میں یہ درودشریف بھی مفید ہے۔ اللهم صل على سيدنا محمد وعلى آل سيدنا محمد وعلى جميع الانبياء والمرسلين خصوصاً على كليمك سيدنا موسىٰ و بارك وسلم۔

ف:

مرتبہ حقیقت ابراہیمی کے سیر کے بعد سالک کو مرتبہ حقیقت موسوی کی سیر کرائی جاتی ہے اور یہاں اس خیال سے مراقبہ کرتے ہیں کہ اس ذات سے جو محبّ خود اور منشاء حقیقت موسوی ہے۔ بواسطہ حضرت پیرومرشد میری ہیاۃ وحدانی پر فیض آتا ہے۔اللہ تعالیٰ کی ذات سے محبت پیدا ہونے کیلئے یہ مراقبہ کیا جاتا ہے۔ سالک کو اس مقام میں نسبت موسوی سے فیض حاصل ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان محبیت یعنی اپنی ذات سے محبت ودوستی جو حقیقت موسوی کے نام سے موسوم ہے اس مقام میں بھی عجیب وغریب کیفیات بہ قوت تمام باطن سالک پر طاری ہوتی ہیں اور سالک کو اللہ تبارک وتعالیٰ کے ساتھ کمال درجہ محبت پیدا ہوتی ہے۔ یہ اسی کمال محبت کا تقاضہ تھا کہ جناب موسیٰ علیہ السلام نے رَبِّ اَرِنِیْٓ اَنْظُرْ اِلَیْكَ[1] عرض کرکے اس ذات مطلق کی بے پردہ رویت چاہی کیونکہ انوار وشونات کے پس پردہ ذات مطلق سے شرف تکلم کی وجہ سے اس محبت صادق کو شوق دیدار الٰہی نے بے چین وبے قرار کررکھا تھا کہ کسی طرح اپنے محبوب حقیقی کا دیدار نصیب ہو اور ذات باری تعالیٰ کا ارشاد

۱۔ القرآن، اعراف، ۱۴۳

لَنْ تَرَانِیْ ۱؎ ہوتا رہا۔

اس جواب کا راز یہ ہے کہ ذات مطلق کی رویت محبوب ذات مطلق آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے مختص ہو چکی تھی اور کلام ذات مطلق کا سننا جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حصہ میں آیا تھا۔ اس سے تو آپ بہرہ ور ہی تھے عادت اللہ کے تحت اس میں تبدیلی ممکن نہ تھی۔ غرض حضرت موسیٰ علیہ السلام دیدار الٰہی کیلئے متقاضی رہے اور ادھر سے ہر وقت یہی ارشاد ہوتا رہا کہ موسیٰ تم دیکھ نہ سکو گے چونکہ آپ کو اللہ تعالیٰ سے والہانہ محبت تھی اس لئے چالیس رات دن کوہ طور پر گزارنے کا حکم دیا گیا جس کی بجا آوری کے بعد حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والہانہ انداز میں پھر وہی التجائے دیدار کرنے پر اللہ تبارک وتعالیٰ نے انگوٹھے کے پورے برابر اپنی ذات کی تجلی کوہ طور پر فرمائی جس کے دیکھتے ہی ادھر حضرت موسیٰ علیہ السلام جذب محبت الٰہی میں بے ہوش ہو گئے اور ادھر کوہ طور ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اسی سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حب ذات کا پتہ چلتا ہے۔

ہر محب جان نثار پر لازم ہے کہ سوائے اپنے محبوب حقیقی کے ساتھ وابستہ رہنے کے کسی اور کے ساتھ دلی تعلق نہ بڑھائے کہ کمال محبت کا یہی تقاضہ ہے۔

یہ مقام محب ذات خاص حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے جس خوش نصیب کو چاہتے ہیں اس دولت سے سرفراز فرماتے ہیں۔

اس مقام میں سالک کو کامل طور پر نہ صرف رضا وتسلیم میسر ہوتی ہے بلکہ وہ اس سے بھی عروج حاصل کر کے بلا یعنی مصائب ومشکلات میں بھی وہی لذت پاتا ہے جو عطا یعنی آرام وآسائش میں ہوتی ہے۔

مراقبہ حقیقت محمدی:

وہ ذات جو منشاء ہے حقیقت محمدی کا محب ومحبوب خود اس ذات سے

۱۔ا۔القرآن، اعراف، ۱۴۳

فیض آتا ہے مرشد کے ہیاۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے میرے ہیاۃ وحدانی پر۔ اس مراقبہ میں یہ درود شریف بہت مفید ہے۔ اللھم صلی علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ افضل صلواتك وعدد معلوماتك وبارك وسلم روزانہ ہزار بار پڑھے اگر نہ ہو سکے تو تین سو تیرہ بار ضرور پڑھے۔

ف:

سیر مرتبہ حقیقت موسوی کے بعد بافضال ایزدی وتوجہ پیر کامل سے اس مرتبہ مقدسہ میں سالک کو سیر کا شرف حاصل ہوتا ہے۔ اس مقام کی رفعت ومنزلت کا کیا بیان ہو سکے۔ اس مرتبہ میں بایں خیال مراقبہ کرتے ہیں کہ اس ذات سے جو آپ ہی اپنی محب اور محبوب اور منشاء حقیقت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے بواسطہ حضرت پیرو مرشد میری ہیاۃ وحدانی پر فیض آتا ہے۔

اللہ تبارک وتعالیٰ نے اسم مبارک محمد آنخضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے مختص فرما دیا تھا چنانچہ آپ سے قبل کسی کا یہ نام نہ تھا۔ اس اسم مبارک میں جو دو میم ہیں ان سے صحبیت اور محبوبیت کا امتزاج ظاہر ہوتا ہے اور کائنات کا ذرہ ذرہ انہیں دو میں سے کسی ایک کے ساتھ وابستہ ضرور ہے کسی کی وابستگی باقتضائے شان محبوبیت ہے اور کسی کی باقتضائے شان محبوبیت غرض کوئی طالب ہے تو کوئی مطلوب کوئی مرید ہے تو کوئی مراد۔ ہر ایک میں ان دونوں شئون میں سے کوئی نہ کوئی شان کارفرما ہے۔ کوئی فرد افراد موجودات میں سے اس سے خالی نہیں ہے ہاں فرق مراتب یہ ہے کہ کسی میں ذات بحت کی شان صحبیت کا ظہور ہے مثلاً کلیم اللہ اور کسی میں شان محبوبیت ذاتی کا ظہور ہے مثلاً حبیب اللہ اور کسی میں باعتبار جملہ صفات محبوبیت کا ظہور ہے۔ مثلاً خلیل اللہ اور کسی میں باعتبار کسی ایک اسم یا صفت کے انہیں شون کا ظہور ہے جن کی کوئی حدو انتہا نہیں ہے اور حقیقت محمدیہ ان

سب کی جامع ہے کیونکہ وہ محبیت ومحبوبیت مطلقہ کی مظہر ہے اور سب اسی کے مقیدات اور تفصیلات ہیں۔

اس مقام میں فنا وبقاء بدرجہ اتم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ ایک خاص قسم کا ربط وتعلق پیدا ہو کر رفع توسط کی حقیقت عیاں ہو جاتی ہے کہ تابع متبوع سے کامل مشابہت پیدا کر لینے کے باعث یوں معلوم ہوتا ہے کہ جمعیت ہی درمیان سے اٹھ گئی ہے اور گمان ہونے لگتا ہے کہ تابع ومتبوع ہر دو ایک ہی سرچشمہ سے سیراب ہو رہے ہیں اور باہم مثل شیر وشکر ہیں باوجود ان حالات کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک خاص محبت پیدا ہوتی ہے اور اس مقام میں حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ کے اس قول کا مفہوم واضح ہو جاتا ہے کہ ”خدائے عز وجل کو میں بایں درجہ دوست رکھتا ہوں کہ وہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا خدا ہے۔

اور یہ قول آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وفور محبت میں صادر ہوا ہے اور معاملات دینی ودنیوی بلکہ جمیع حرکات وسکنات میں کامل اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بدرجہ کمال سالک کے مرغوب خاطر ہونا اس مقام کے خصوصیات سے ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہر شعبہ زندگی میں آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی کامل اتباع کیا کرتے تھے۔ اسی اتباع سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت اور اسی کا فیضان تھا کہ حضرت حنظلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مجالس مبارک میں جب جنت ودوزخ اور دیگر مغیبات کا ذکر ہوتا تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ ہم ان مغیبات کا مشاہدہ کر رہے ہیں۔ سالک پر اس مرتبہ میں یہی کیفیات طاری ہوتی ہیں یہ مقام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے مختص ہے اور سالک کو محض آپ کی کامل اتباع کے باعث عطا ہوتا ہے۔ اس مقام میں چونکہ محبیت اور محبوبیت کا امتزاج ہے اس لئے یہاں سالک ہی کو شیفتگی نہیں ہوتی بلکہ اس طرف سے بھی آثار فریفتگی ومحبت ظاہر ہوتے ہیں۔

محبّ ومحبوب خود اللہ تبارک وتعالیٰ کی ذات سے انس ومحبت کو درجہ کمال پر

پہنچانے کیلئے یہ مراقبہ کرایا جاتا ہے۔ اس مراقبہ کی بدولت سالک محبّ ومحبوب بن جاتا ہے۔

مراقبہ حقیقت احمدیؐ

وہ ذات جو منشاء ہے حقیقت احمدیؐ کا محبوب خود اس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے ہیاہ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے۔ میرے ہیاۃ وحدانی پر۔

ف:

مرتبہ مقدسہ حقیقت محمدیؐ کے بعد وصول سالک مرتبہ، حقیقت احمدیؐ میں ہوتا ہے۔ یہاں مراقبہ اس خیال سے کرتے ہیں کہ اس ذات سے جو آپ ہی اپنی محبوب اور حقیقت احمدیؐ کا منشاء ہے۔ بواسطہ حضرت پیر ومرشد میرے ہیاۃ وحدانی پر فیض آتا ہے۔ اس مرتبہ میں بھی وہی درود شریف مندرجہ مراقبہ حقیقت محمدیؐ ترقی بخش ہے۔ اس مقام میں نسبت کا علو اور انوار کا غلبہ اور بعض خاص اسرار اور ایسی کیفیات عجیبہ وحالات وغریبہ وارد ہوتے ہیں جو خارج از تحریر ہیں۔

مرتبہ خلت یعنی محبوبیت صفاتی کا حسن وجمال ظاہری سے تعلق ہے اس مرتبہ حقیقت احمدیؐ میں محبوبیت ذاتی کا انکشاف ہوتا ہے۔ محبوبیت ذاتی سے یہ مراد ہے کہ محبوب کی ذات ہی کمال وشدت محبت کی موجب ہو یہاں محبوبیت صفاتی کے برخلاف ذات محبوب میں وہ آن وادا ظاہر ہوتی ہے جس پر محبوبیت صفاتی بھی فدا ہے۔ یہ ایک ذوقی کیفیت ہے جب تک ذوق پیدا نہ ہو یہ کیفیت سمجھ میں نہیں آسکتی۔

حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دو مبارک نام ہیں۔ محمدؐ واحمد ان ہر دو اسماء مبارک کی صراحت قرآن مجید میں اس طرح موجود ہے کہ محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ومبشرا برسول یاتی من بعدی اسمعہٗ احمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ان ہر دو اسماء مبارک میں سے ہر ایک اسم مبارک

کی شان جدا جدا ہے۔ شان محمدیؐ کا اگرچہ محبوبیت ہی سے تعلق ہے لیکن اس میں محبوبیت خالص نہیں بلکہ محبیت کا امتزاج بھی ہے اور شان احمدی محبوبیت خالصہ اور شان محمدیؐ سے اعلیٰ و ارفع ہے اس لئے کہ مطلوب سے قریب اور محبّ کو مرغوب تر ہے کیونکہ محبوب میں محبوبیت جس قدر کامل ہوگا اسی قدر نظر محبّ میں دقیع ہوگا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی فرمایا ہے کہ حقیقت کعبہ و حقیقت احمدیؐ بعینہ ایک ہی ہیں گو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ حقیقت کعبہ معظمہ حقائق الٰہیہ سے اور حقیقت احمدیؐ حقائق انبیاء سے ہے پھر یہ مناسبت کیسی؟ حقیقت یہ ہے کہ عظمت کبریائی اور مسجودیت بھی محبوب کا خاصہ ہے اور محبوبیت ذاتی بھی اسی کی ایک شان ہے۔

فنا و بقاء دو قسم کی ہے۔ ایک وہ جو مدارج ولایت میں سالک کو میسر آتی ہے جو ایک نظری اعتبار ہے جس میں صفات بشری معدوم نہیں بلکہ کالعدم ہوتے ہیں اور ایک وہ جو اس مرتبہ عالیہ میں سالک کو نصیب ہوتی ہے اس میں صفات بشریٰ زوال پذیر اور جسد عنصری روح کی مماثلت پیدا کرلیتا ہے لیکن اس موقف میں بھی بندہ بندہ رہی رہتا ہے۔ البتہ ذات حق سبحانہ تعالیٰ سے قریب تر ہوکر معیت ذاتی سے مشرف ہوجاتا ہے۔ محبت ذاتی فنا کی علامت ہے اور فنا سے مراد ماسوی اللہ کا فراموش ہوجانا ہے۔

اللہ تعالیٰ بذات خود محبوب ہیں سالک کے اپنے اعمال و افعال سے فنائیت تامہ حاصل کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اس کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنی محبوبیت کے جذبہ سے جسد مبارک کے ساتھ معراج کرایا اسی طرح ہر سالک کو اسی جذب سے اس کی حیثیت کے مطابق عروج عطا فرماتے ہیں۔

حقیقت احمدیؐ سے مراد باعتبار تخلیق دوم روح محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) ہے جہاں شعور عطا ہونے سے ذات الٰہی اور اپنے آپ کا ادراک ہوا۔

مراقبہ حب صرفہ:

وہ ذات جو حب صرفہ ہے اس ذات سے فیض آتا ہے۔ مرشد کے ہیاۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے میرے ہیاۃ وحدانی پر۔

ف:

سیر مرتبہ مقدسہ حقیقت احمدیؐ کے بعد سالک کو بافضال ایزدی اس مرتبہ عالیہ حب صرفہ [۱] کی سیر نصیب ہوتی ہے جو اس کی انتہائی خوش بختی کی علامت ہے۔ یہاں اس خیال سے مراقبہ کرتے ہیں کہ اس ذات سے جو منشاء حب صرفہ ہے۔ بواسطہ حضرت پیرو مرشد میری ہیاۃ وحدانی پر فیض آتا ہے۔ یہاں بھی وہی درود شریف جو مراقبہ حقیقت محمدیؐ میں مذکور ہوا ہے ترقی بخش ہے۔

یہ مرتبہ ذات مطلق ولاتعین سے قریب تر ہے جس کے باعث یہاں کی سیر میں سالک کو بے حد بلندی و بے رنگی رونما ہوتی ہے۔ سب سے پہلے ذات مطلق سے جو شان ظہور پذیر ہوئی وہ یہی شان ہے حب صرفہ جس کو نور محمدیؐ کہا جاتا ہے جو محو ذات تھا اور یہی شان ظہور کائنات کا منشاء اور تمام مخلوقات کے خلق کا مبداء ہے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے انا من نور الله و كل شئى من نورى۔[۲] تحقیق سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ یہی حب صرفہ حقیقت احمدؐ کا باطن ہے۔

چنانچہ حدیث قدسی میں آیا ہے کہ **لولاك لما خلقت الا فلاك لولاك لما اظهرت الربوبية**۔[۳]

یہ مقام بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مختص ہے۔ دیگر انبیاء کرام کے

۱۔ خالص ذات کی محبت ۲۔ عبدالرزاق، مصنف، ج ۱، ص ۲۷۴، ۳۔ آلوسی، روح المعانی، ج ۱۵، ص ۱۰۵، نواب وحید الزماں، ہدیۃ المھدی، ص ۵۶

حقائق اس مرتبہ سے وابستہ ہیں۔ آپ کا نور محبت خالص ہے اور اسی وجہ سے آپ رحمۃ اللعالمین اور رؤف رحیم ہیں اور آپ ہی مظہر رب العالمین ہیں۔

اسی لئے آپ نے من رانی فقد را الحق فرمایا ہے۔ اس سے واضح ہے کہ تمام اسماء الٰہیہ جو جملہ حقائق کائنات اور موجودات کے ارباب ہیں ان سب کو آپ ہی کی حقیقت الحقائق سے فیض مقدس پہنچتا ہے۔

توی آں مبدء فیاض اول   کہ فیض تست بر عالم مسلسل

(آپ ہی فیض انسانی کا سرچشمہ ہیں، اس لیے کہ آپ ہی کا فیض دنیا پر جاری ہے۔)

مرتبہ حب صرفہ حقائق احمدیؐ و محمدیؐ ایک دوسرے کے بطون یا ظلال ہیں اور یہ تینوں مراتب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے متعلق ہیں گویا آپ ہی حقیقت جامعہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ اس مرتبۂ بے چون و بے چگون یعنی بلاتعین کی تعین اول یا موج اول ہیں۔ یہی حب صرفہ ہے کہ محبوبیت کی شان کے ساتھ متعلق ہو تو اسے حقیقت احمدیؐ اور محبیت و محبوبیت دونوں شؤن کے ساتھ وابستہ ہو تو اسے حقیقت محمدیؐ کہتے ہیں یا یوں کہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مع جسد و روح حقیقت محمدی علی مظہرھا الصلوٰۃ و تسلیمات کے مظہر ہیں اور آپ کی روح مقدس حقیقت احمدیؐ علی مظہرھا الصلوٰۃ و التحیۃ کی مظہر ہے اور آپ کا نور جو مصباح روشن اور سراج منیر اور مظہر قیوم کائنات و موجودات ہے۔ حب صرفہ کا مظہر ہے۔

الغرض اس مراقبہ میں افعال و صفات الٰہی سے گزر کر خالص ذات سے فیض کا اکتساب کرایا جاتا ہے۔ اس مقام میں سالک اپنی کامل فنائیت محسوس کرتا ہے۔ سالک کا یہ احساس خالص ذات کے تجلیات کا پرتو ہے۔

اس مقام میں سالک پر کائنات کی ابتداء کے اسرار و رموز تفصیلاً منکشف ہوتے ہیں اور یہ مقام حقائق انبیاء کا آخری مقام ہے اور سب مقامات کا لب لباب ہے۔ جس کی انتہا میں قرب خداوندی کے سوا کچھ نہیں ہے۔ اس کی انتہا میں صحرائے انوار منکشف ہوتا ہے جو

مقام لامکانی ہے صوفیائے کرام اسے مرتبہ لاتعین کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔

مراقبہ لاتعین

وہ ذات جو لاتعین ہے اس ذات سے فیض آتا ہے مرشد کے ہیاۃ وحدانی پر وہاں سے فیض آتا ہے میری ہیاۃ وحدانی پر۔

ف:

سیر مرتبہ عالیہ حب صرفہ کے بعد سالک کو جب مرتبہ مقدس میں سیر نظری نصیب ہوتی ہے وہ مرتبہ لاتعین ذات مطلق ہے۔ اس مرتبہ میں سفر قدمی روحانی کی گنجائش نہیں البتہ سیر نظری روحانی کی اجازت ہے چونکہ ذات جل شانہ کی کوئی انتہا نہیں ہے اور نظر محدود ہے اس لیے بے چاری نظر بھی یہاں حیران و سرگردان ہے۔ یہ وہ مقام ہے جو بے نام و بے نشان اور بے وہم و بے گمان جس میں ذات بحت کی خاص تجلی جلوہ گر ہے بلکہ یہ مقام ذات بحت ہی کیلئے مختص ہے اور امت محمدی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے اولیاء کاملین کو اتباعی طور پر یہاں سیر نظری نصیب ہوتی ہے۔

یہ مقام بھی مختص بہ حضرت سید الموجودات و افضل المخلوقات علیہ وعلی آلہ و اصحابہ اتم الصلوٰۃ و اکمل التحیات

دیگر حقائق انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کا یہاں پتہ نہیں چلتا۔

اس مقام میں مراقبہ اس طرح کرتے ہیں کہ اس ذات سے جو تعینات سے مبرا و منزہ ہے۔ بواسطہ حضرت پیر و مرشد میری ہیاۃ وحدانی پر فیض آتا ہے۔ اس مقام پر سالک کو ایک ایسی نعمت عظمیٰ و دولت کبریٰ سے بہرہ ور ہونے کی سعادت حاصل ہوتی ہے جس کا فیض فہم و فراست انسانی سے بالا ہے۔

سیر قدمی کا ذکر ہی کیا سیر نظر بھی محدود ہونے کی وجہ سے اس لامحدود مقام کے نظارہ سے عاجز رہتی ہے۔ البتہ جس سالک کے لطائف سبعہ مزکی و مصفی ہو جائیں اور اس کا

معاملہ ہیاۃ وحدانی کے ساتھ متعلق ہوکر اس کے جسد نے روح کی مماثلت پیدا کرلی ہو اور ایک ایک وجود موہوب سے مشرف وممتاز ہوگیا ہو بوجہ اتباع کامل جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وتوجہات پیر کامل ایک حد تک فیض لاتعین کی یافت سے مشرف کیا جاتا ہے۔
المعجز عن درك الادراك ادراك اس کے وردزبان رہا کرتا ہے۔

وہ پاک ذات اکبر جن کی صفات برتر۔ پیغمبروں کی عقلیں عاجز ہیں۔

جن سے یکسر حضری جامی رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مرتبہ لاتعین وہ محبت ہے جو حق سبحانہ تعالیٰ کو اپنی ذات کے ساتھ ہے۔ اس محبت کے اعتبار سے وہ ان اللّٰہ لغنی عن العالمین [1] جو منشاء استغناء وکبریائی ہے۔ اس کمال بے نیازی سے تمام مقربین بارگاہ ہر وقت لرزاں وترساں ہیں۔

"یار بے پرواست مظہر بر نماز خود نماز"

تمام محبین میں اسی شان بے نیازی کے لحاظ سے شورالاماں برپا ہے اور سب کے سب اس آستانہ جلالت پر باامید فضل وکرم جبین نیاز رکھے ہوئے ہیں۔ سب کے تو سب اس مقام پر ان کے محبوب مطلق آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی یہی فرماتے ہیں کہ میں آپ کا بندہ آپ کے بندہ اور بندی کا بیٹا ہوں اور میری جان آپ کے قبضہ قدرت میں ہے۔

اس مرتبہ میں اکتساب فیض ذات لاتعین سے کرایا جاتا ہے جس طرح ذات تعینات واعتبارات سے مبرا ومنزہ ہے۔ اسی طرح سالک اپنے آپ کو ان تجلیات کے پرتو کی وجہ سے کائنات عالم میں لاتعین محسوس کرتا ہے۔

دادیم ترا از در مقصود نشانے — گر ما نرسیدیم شاید تو برسی

(آپ کو ہم نے در مقصود کا کچھ پتہ دے دیا، اگر ہم نہ پہنچ سکیں شاید آپ پہنچ جائیں۔)

۱۔ القرآن، آل عمران، ۱۹۷

اختتام بیاض سلوک:

اللھم ارزقنا حبك و حب من یحبك وحب عمل یقرب الی حبك یا ارحم الراحمین۔

ترجمہ: اے اللہ ہمیں اپنی محبت عنایت فرمایئے اور ان لوگوں کی محبت ہم کو عنایت کیجئے جو آپ سے محبت رکھتے ہیں اور ایسے عمل کی محبت ہم کو عنایت کیجئے جو کہ آپ کی محبت کا ذریعہ بنے اپنی رحمت سے یاارحم الراحمین۔

ان تمام اذکار وعبادات وریاضات سے نسبت یعنی عشق الٰہی کا حاصل کرنا مقصود ہے جب سالک کھانا وسونا اور بات کرنا کم کرکے اذکار واطاعات وعبادات پر مداومت کرتا ہے تو اس کا دل روشن ہوجاتا ہے اور اس کی ذات میں کیفیت تشبیہ ملکوت یعنی فرشتوں کے خصائل پیدا ہوجاتے ہیں اور عالم ملکوت کے احوال اس پر ظاہر ہوتے ہیں اور محبت ماسوی اللہ کی اس کے دل سے محو ہوجاتی ہے اور نسبت یعنی صفت محبت وعشق الٰہی اس کے دل میں خوب محکم ومضبوط ہوجاتی ہے۔ سالکوں کا مقصود اعظم یہی حاصل کرنا ہے۔

باقی ایں گفتہ آید بے زبان — در دل آں کس کہ دارد نور جان

عشق اس کا تجھ کو اے درویش بس — بھی نکو کس بات کی تو کر ہوس

ف:

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ کے معمول بہ اذکار ومراقبات سلوک کے اصل مقاصد یہ ہیں کہ سالک کے قلب کا تزکیہ ہوکر اس میں "نسبت" استوار ہوجائے جس کے باعث شگفتگی ونیاز مندی اور اخلاق اس کے پیش نظر رہے۔ اس کا ظاہر آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع سنت سے آراستہ اور باطن ماسوی اللہ سے منقطع ہوکر سالک دوام حضور کے مرتبہ پر پہنچ جائے اور اخلاق حمیدہ سے متصف ہوکر تشبیہ ملکوت یعنی فرشتوں کے خصائل سے عروج کرکے تخلقوا باخلاق اللّٰہ کا نمونہ بن جائے تاکہ اس کو بلحاظ مناسبت معنویہ

قرب خداوندی نصیب ہو اور سالک واقعات وحوادث زمانہ کو تقدیر یا مشیت ایزدی جان کر توکل وتسلیم ورضا کا خوگر بن جائے سالکوں کا مقصود اعظم یہی ہے۔

قرب نے بالا و پستی رفتن است   قرب حق از قید ہستی رستن است

(اوپر اور نیچے جانا قرب حق نہیں، حق تو قید ہستی سے چھوٹ جانا ہے)

اس موقع اور محل کی مناسبت سے بزرگوں کے چند ارشادات افادہ واستفادہ کی غرض سے درج ذیل ہیں تاکہ سالکین ان کی روشنی میں اپنی زندگی کا لائحہ عمل بنا کر منزل مقصود کی راہ لیں۔

ارشادات بزرگان کرام

حضرت ابو محمد سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے ایسے لوگوں کا زمانہ پایا ہے کہ جب ان کی عمر 40 سال کو پہنچ جاتی تو آخرت کی تیاری میں ایسا مشغول ہو جاتے کہ انہیں کسی اور بات کا خیال ہی نہ رہتا۔

حدیث شریف میں آیا ہے جس شخص کا یہ حال ہو کہ چالیس سال کی عمر کے بعد اس کی برائیوں پر بھلائیاں غالب نہ ہوں تو اس کو دوزخ میں جانے کیلئے تیار رہنا چاہئے۔[1]

حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ سالک کیلئے ضروری ہے کہ اپنے عقائد کو فرقہ ناجیہ اہل سنت والجماعت کے موافق درست کرے تاکہ آخرت میں نجات حاصل ہو سکے۔ وہ اعتقاد جو اہل سنت والجماعت کے خلاف ہو زہر قاتل ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ بعض لوگ قیامت کے دن پہاڑ کے برابر نیک عمل رکھتے ہوں گے مگر فساد عقیدہ کی وجہ سے ان کے سب اعمال ایسے ارکارت ہو جائیں گے جیسے ہوا میں ریت اڑ جاتی ہے۔[2]

۱۔ الطبرانی، المعجم الکبیر، ج ۴، ص ۳۲۸، ۲۔ احمد بن حنبل، مسند، ج ۸، ص ۳۱۲

اخلاص یہ ہے کہ تمہارے سارے کام خدائے تعالیٰ کے واسطے ہوں جو کام بھی تم کرو اس میں تمہارا دل مخلوق اور اس کی مدح وثناء کی طرف ذرا بھی مائل نہ ہو اور اس کی ناپسندیدگی سے تمہارے دل میں پژمردگی پیدا نہ ہو۔

عبادت کا آلہ بھوک ہے اس لئے کہ جب معدہ بھر جاتا ہے تو بدن گراں اور اعضاء سست ہو جاتے ہیں، عبادت کا لطف حاصل نہیں ہوتا۔

نفس کی خواہش کے موافق کھانا دنیا وآخرت دونوں میں ذلیل کرتا ہے اور قلب کی آنکھ کو اندھا کر دیتا ہے۔ رات میں بھوک سے کم کھانا صبح تک قیام سے اچھا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ سیر ہو کر کھانے سے نور معرفت کا چراغ گل ہو جاتا ہے کوئی متقی اس وقت تک تقویٰ کی حقیقت کو نہیں پہنچ سکتا جب تک اللہ عزوجل کے پاس جانا اس کے نزدیک اس دنیا میں رہنے سے زیادہ محبوب نہ ہو۔[1]

اللہ تعالیٰ کی سب مخلوق سے عاجزی کرو مگر اس سے ہرگز عاجزی نہ کرو جو تم سے عاجزی کا خواہاں ہو اس لئے کہ یہ خواہش غرور کی علامت ہے اگر تم اس کے ساتھ عاجزی کرو گے تو اس کے غرور میں تم بھی معاون ہو جاؤ گے۔

گناہ سے دل پر کدورت آتی ہے اور حجاب پیدا ہو کر اللہ تعالیٰ سے دوری ہو جاتی ہے۔ اس لئے گناہ ہوتے ہی فوراً توبہ کا طریقہ یہ ہے کہ دو رکعت نماز پڑھ کر سر بسجود ہوں اور آہ وزاری کے ساتھ معافی گناہ کی دعا مانگیں اس ترکیب سے توبہ قبول ہوتی ہے۔

تمام گناہوں کی دوا استغفار ہے۔ استغفار کیا کرو سارے گناہ ایک پل میں دھل جاتے ہیں اور استغفار یہ ہے استفر اللّٰہ ربی من کل ذنب واتوب الیہ استغفار ایک توبہ ہے اور توبہ چھ معنوں کا ایک اسم ہے۔

(1) کئے ہوئے گناہوں پر شرمندہ ہونا، (2) پھر گناہ نہ کرنے کا مضبوط ارادہ

۱۔ دیلمی، مسند الفردوس، ج ۱، ص ۱۰۳، حدیث ۳۴۱،

رکھنا، (3) جو فرائض ضائع ہوئے ہوں ان کا اعادہ کرنا، (4) گوشت اور چربی جو حرام مال سے پیدا ہوئے ہیں انہیں گلا دینا، (5) جسم کو عبادت سے دکھ دینا جس طرح کہ معصیت سے راحت کا مزہ پایا ہے، (6) حقوق العباد جو تلف ہوئے ہوں ان کا ادا کرنا۔

جو شخص جھوٹ بولتا ہے اس کے چہرے کی رونق جاتی رہتی ہے اور وہ ذلیل وخوار ہو کر حقارت کے ساتھ دیکھا جاتا ہے اور اس میں بدخلقی اور کجروی پیدا ہوتی ہے اور اس کا رنگ تنگ ہو جاتا ہے۔

جس شخص کے قلب میں دنیا کی ذرہ برابر محبت ہوتی ہے وہ رضائے الٰہی کا درجہ حاصل نہیں کر سکتا۔ حب دنیا کی یہ علامت ہے کہ آدمی ہمیشہ شکم سیر اور کم غور کرنے والا ہو جو شخص ہمیشہ اہل دنیا کی طرف مائل اور ان کو سلام کہلا بھیجتا ہو تو سمجھ لو کہ وہ حب دنیا میں مبتلا ہے۔

جو شخص اس کی خبر رکھے کہ کون سی چیز اس کے پیٹ میں جاتی ہے۔ ناجائز ہونے کی صورت میں اس سے محترز رہے تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ صدیق ہے۔

اگر کوئی شخص رات دن اللہ تعالیٰ کی عبادت میں رہے لیکن اس کو اس کی خبر نہ ہو کہ جو کچھ کھاتا ہے حرام یا حلال تو اس کی کوئی عبادت قبول نہ ہوگی۔

مشتبہ ایک درہم کا واپس کر دینا ایک درہم خیرات کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔

سالک کیلئے زبان کی حفاظت ضروری ہے اس لئے حتی الامکان خاموشی اختیار کرو جو شخص زیادہ باتیں کرتا ہے اس کا دل اندھا ہو جاتا ہے اور زیادہ باتیں کرنا دل کو سخت اور بدن کو سست کرتا ہے۔

جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کا خاتمہ بخیر کریں تو اس کو چاہئے کہ لوگوں کے ساتھ حسن ظن رکھے دنیا آخرت کی کھیتی ہے۔ دنیا کی اس تھوڑی سی فرصت کو غنیمت جانو اور نیک اعمال کر کے بے انتہا ثمرات حاصل کرو۔ دنیا خدا کے اولیاء اور اعداء دونوں کی دشمن ہے۔ اولیاء کو رنج پہنچاتی ہے اور اعداء کو مغالطہ دیتی ہے۔

دنیا کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی شخص پیاس بجھانے کیلئے کھارا پانی پئے۔ جتنا زیادہ پئے گا اتنی ہی پیاس بڑھتی جائے گی۔

دنیوی مال ومتاع کی کثرت انسان کو غنی نہیں بناتی بلکہ جو دنیا کا مالک ہوا مصیبت میں گرفتار ہوا اور جس نے اس سے محبت کی اس کا غلام بن گیا جس نے دنیا سے منہ پھیرا اس کی ذرہ برابر نیکی بڑے بڑے عابدوں کی عبادت سے افضل ہوتی ہے۔

دنیا عقوبت کا گھر ہے اس کو وہی جمع کرتا ہے جس کو عقل نہیں اور اس سے اسی کو مغالطہ ہوتا ہے جس کو علم نہیں۔ اس لئے اس میں ایسے رہو جیسے کوئی مسافر رات گزارنے کیلئے سرائے میں قیام کرے۔

حضرت سیدنا علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں دنیا ایسا گھر ہے جس کے تندرست، بیمار اور اس کے چاہنے والے پشیمان جو فقیر محتاج ہے وہ غمگین وحزین اور جو امیر و مستغنی ہے وہ مصیبتوں میں مبتلا اس کے حلال میں حساب ہے اور حرام میں عذاب اور مشتبہ صورت عتاب۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس شخص کی ساری ہمت دنیا طلبی میں ہو خدائے تعالیٰ کے نزدیک اس کی کچھ قدرت ومنزلت نہیں ہے اور وہ چار آفتوں میں مبتلا رہتا ہے۔

(1) غم جو اس سے کبھی جدا نہ ہو، (2) شغل جس سے کبھی فارغ نہ ہو، (3) احتیاج جو کبھی اس کو دولت مند ہونے نہ دے، (4) خواہشات نفسانی جس کی انتہا نہ ہو۔

کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کی یاد میں پوری زندگی گزار دے لیکن دنیا کو دوست رکھے تو میدان قیامت میں اس کی نسبت منادی دی جائے گی کہ فلاں شخص نے اس چیز کو دوست رکھا تھا جس کو اللہ تعالیٰ نے دشمن قرار دیا تھا۔ اس وقت اس شخص کا یہ حال ہوگا کہ مارے شرم کے پانی پانی ہو جائے گا اگر تم دنیا کو کسی اور وجہ سے بری نہیں سمجھتے تو اس سبب سے تو بری سمجھو کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانیاں کثرت سے ہوتی ہیں۔

دنیا کی طلب بھی ایک عذاب ہے جس میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو مبتلا فرما دیتے

ہیں جس کا نفس دنیا سے محبت نہیں رکھتا اس کو اہل زمین دوست رکھتے ہیں اور جس کا قلب دنیا سے محبت نہیں رکھتا اس کو اہل آسمان دوست رکھتے ہیں۔

آغاز ذکر کے وقت اگر ذاکر کے گناہ پہاڑوں جیسے بھی ہوں تو جب وہ ذکر کر کے اٹھتا ہے تو ان گناہوں میں سے ایک بھی باقی نہیں رہتا۔

جس نے اللہ تعالیٰ کے ذکر میں رات گزاری ہو جو صبح اس کی حالت ایسی ہو جاتی ہے گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہے۔ اے لوگوں تم ذاکروں کے ساتھ بیٹھا کرو اس لئے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی ڈیوڑھی پر پڑے ہوئے ہیں جس نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کے ذکر کی دولت نہیں پائی وہ آخرت میں دیدار الٰہی کی نعمت سے بھی محروم رہے گا۔ مومن وغیرہ مومن سب پر بلا تخصیص بجلیاں گرا کرتی ہیں لیکن تجربہ شاہد ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے مومنوں پر کبھی بجلی نہیں گرتی۔

حضرت مطرف بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اپنے مکان میں تنہا ہوتے تو مکان کی ہر چیز آپ کے ساتھ ذکر الٰہی میں مشغول ہو جاتی تھی۔ آپ فرماتے ہیں سب سے بڑا گناہ گار وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل ہو جائے۔

جب تم کسی کو ذاکر الٰہی سے غافل پاؤ تو سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو اپنے فضل و کرم سے محروم کر دیا ہے۔ ناگواری تقدیر کی رسی کو جب تم تسلیم و رضا کی تلوار سے کاٹ دو گے اسی وقت تم اللہ تعالیٰ کو صحیح معنوں میں یاد کر سکو گے اور تب ہی عظمت الٰہی کے تجلیات دل پر جلوہ ریز ہوں گے۔ ورنہ ذکر سے پورا نفع نہ ہوگا پھر بھی ذکر الٰہی نفع سے خالی نہیں اس لئے کہ کثرت ذکر ہی حصول تسلیم و رضا کا ذریعہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ جس شخص کا دل ہماری یاد سے غافل ہو تو ہم اس پر ایک شیطان مسلط کر دیتے ہیں۔ نتیجتاً انسان کی جو سانس یاد الٰہی سے غفلت میں گذرتی ہے اس وقت اس پر شیطان مسلط رہتا ہے جب تم ذاکرین کے پاس جاؤ تو ان کے ساتھ ذکر الٰہی میں ضرور مشغول ہو جاؤ اگر ایسا نہ کرو گے تو یاد رکھو کہ تمہارا یہ فعل اللہ تعالیٰ کی ناراضی کا موجب ہوگا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کی بارگاہ عالی سے کسی کے نکالے جانے کی یہ علامت ہے کہ اس کا دل ذکر الٰہی سے غافل ہو جائے۔

کوئی شخص اس وقت تک سچا بندہ نہیں کہلاتا جب تک وہ اس حالت میں بھی راضی اور خوش نہ رہے جبکہ اللہ تعالیٰ دنیا کو اس سے سمیٹ کر دوسروں کے حوالہ کر دیں۔

اللہ تعالیٰ کے اپنے بندوں سے ناراض ہونے کی علامات میں سے تین باتیں بھی ہیں۔

(1) لہو لعب میں مبتلا ہو جانا، (2) ہر کسی کا مذاق اڑانا، (3) غیبت کرنا۔

جب تم ایسے زمانہ میں پہنچو کہ عمل کے بجائے لوگ قول سے خوش ہوں تم اپنے آپ کو برے لوگوں اور برے زمانہ میں سمجھو۔

شب بیداری اور رات کے قیام پر مداومت کیا کرو جو زیادہ ہوتا ہے۔ قیامت میں نیکیوں سے خالی ہاتھ ہوگا۔ رات کا قیام جہنم کے شعلوں کو بجھا دیتا ہے اور پل صراط پر قدم مضبوط کرتا ہے۔ قیامت کے دن رات کا قیام مومن کیلئے ایک نور ہوگا جو اس کے گرد حلقہ کے مانند گھومتا رہے گا اس کے علاوہ تاریکی شب میں نماز پڑھنے سے قبر کی تنہائی اور وحشت دور ہوتی ہے اور قرب الٰہی حاصل ہوتا ہے۔

جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بتلائے ہوئے راستہ پر چلتا ہے وہ اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتا ہے۔ دل کی صفائی اور سینہ کی کشادگی اس وقت حاصل ہوتی ہے کہ مومن سنت کی پیروی کرے اور بدعت سے بچتا رہے جو شخص اپنے کو اتباع سنت سے آراستہ رکھتا ہے حق سبحانہ تعالیٰ اس کے دل کو نور معرفت سے منور فرما دیتے ہیں۔

حدیث شریف میں آیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں کہ جس نے میری سنت پر عمل کیا وہ فائزین سے اور جس نے اسے ترک کیا وہ خاسرین سے ہے اور

جس نے میری سنت کو ضائع کیا اس پر میری شفاعت حرام ہے۔

سخاوت سے مال میں زیادتی اور عمر میں برکتی ہوتی ہے۔ سخی پر جان کندنی کی سختی آسان ہو جاتی ہے اور قبر میں رحمت کے فرشتے اس کے مونس اور غمگسار ہوتے ہیں۔ قیامت کے دن سخی کے سر پر سایہ ہوگا اور سخاوت جنت کی طرف رہنمائی ہوتی ہے۔

سخی کی سخاوت اس وقت کارآمد ہوتی ہے جبکہ وہ اپنی عطاء کو حقیر سمجھے اور سائل کو اپنے سے بہتر جانے اور اس کا احسان مانے۔

جب میں سنت کی اتباع کرنے والوں کو دیکھتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا میں نے صحابہ کرام میں سے کسی کو دیکھا ہے اور اگر میں کسی بدعتی کو ہوا پر اڑتے ہوئے دیکھتا ہوں تو بھی میرے دل میں اس کی ذرہ برابر وقعت نہیں ہوتی۔

طلب شہرت سے بچتے رہو۔ زہے نصیب اس مرد صالح کے جس کو اللہ تعالیٰ گمنام کریں۔ پسندیدہ مرید کی علامت یہ ہے کہ غیر جنس لوگوں سے ہرگز صحبت نہ رکھے اگر مجبوراً ''اتفاق'' ہو تو ان میں اس طرح بیٹھے جیسے منافق مسجد میں یا نو آموز بچہ مدرسے میں یا قیدی مجلس میں۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ علماء کی صحبت اختیار کرو اور حکیموں کی باتیں سنا کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ مرے ہوئے دلوں کو نور حکمت سے یوں زندہ کرتے ہیں جیسے سوکھی ہوئی زمین کو مینہ کے پانی سے۔[1]

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے عرض کیا گیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے اچھا شخص کون ہے کہ ہم اس کے پاس بیٹھا کریں۔ ارشاد ہوا: ایسا شخص جس کا دیکھنا تم کو اللہ کی یاد دلائے اور اس کی گفتگو تمہارے علم دین میں ترقی دے اور اس کا عمل تم کو آخرت کی طرف مائل کرے۔[2]

۱۔ یعلی، مسند، ج ۲، ص ۴۲۶ ۔ ۲۔ ہیثمی، مجمع الزوائد، ج ۱۰، ص ۷۶،

امیروں اور رئیسوں کی صحبت سے بچو۔ ان کی صحبت میں انسان یاد الٰہی سے غافل ہو کر دنیا کی چمک و دمک پر فریفتہ ہوتا ہے۔

درویشوں کی صحبت چھوڑ کر دولت مندوں کی صحبت اختیار کرنے سے اللہ عزوجل اس کو دل کی موت میں مبتلا کر دیتے ہیں اور بازاریوں کی ہم نشینی غافل بنا دیتی ہے۔

حضرت بکر بن عبداللہ مزنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے اپنے اعمال خیر میں سے جس عمل پر سب سے زیادہ وثوق ہے وہ مرد صالح کی صحبت ہے۔

کم خورد کم خسپ و کم گو ہم بجہلا کم نشین ۔۔۔ دائما در ذکر باش و خویش را بیں بدترین

با عاشقاں نشین و غم عاشقی گزین ۔۔۔ با ہر کہ نیست عاشق کم کن از و قرین

(کم کھاؤ، کم سوؤ، کم بولو، جاہلوں کے ساتھ نہ بیٹھو، ہمیشہ یاد الٰہی میں رہو، اور اپنے آپ کو سب سے بدتر سمجھو، اللہ سے عشق و محبت رکھنے والوں کے ساتھ بیٹھو اور عشق و محبت کا غم قبول کرو۔)

اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ صاف رکھنا تصوف ہے اور اس کی اصل دنیا سے پھر جانا ہے جب تم صوفی کو اپنے ظاہر کی پرداخت کرتے دیکھو تو سمجھ لو کہ اس کا باطن خراب ہے۔

جس کے کپڑے صاف ستھرے ہوں اس کا رنج کم ہوتا ہے۔

جب سالک کا ظاہر و باطن ایک ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں واقعی یہ میرا بندہ ہے۔ عارف کی نشانیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کو سب سے بڑی فکر نیکی اور عبادت کی ہو۔ خبردار معرفت کا دعویٰ نہ کرنا، زہد کو پیشہ نہ بنانا، عبادت پر ناز نہ کرنا اور ہر چیز سے اپنے پروردگار کی طرف بھاگنا۔

اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ وہ کسی پر اپنی اطاعت آسان کر دیں اور اس کو اس اطاعت پر ناز نہ کرنے دیں۔

میزان میں وہی عمل سب سے زیادہ وزنی ہوگا جو اس وقت نفس انسانی پر زیادہ دشوار ہو جس نے نیک اعمال میں جان کھپائی وہ پورا اجر پائے گا اور جس نے اعمال خیر نہ کئے

وہ دنیا سے خالی ہاتھ جائے گا۔

وہ شخص عقلمند نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ کو اطاعت وعبادت میں تو بھول جائے اور اپنی حاجت وضرورت کے موقع پر انہیں یاد کرے۔

غیبت دل کو راستی وہدایت سے محروم کر دیتی ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ خشک لکڑی میں آگ اتنا جلد اثر نہیں کرتی جتنا کہ بندے کے حساب کو غیبت برباد کر دیتی ہے۔[1]

غصہ کرنے سے بچنا چاہئے اس لئے کہ غصہ کی زیادتی مرد حلیم کے دل کو تباہ کر دیتی ہے۔ غصہ ایمان کو ایسا خراب کرتا ہے جیسے ایلوا شہد کو۔

حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص غصہ پی جائے اور قدرت ہونے کے باوجود غصہ نہ کرے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا دل اپنی محبت ورضا سے بھر دیں گے۔[2]

قرآن شریف کی تلاوت کے وقت ایک ایک حرف صاف طور پر ادا کر کے ایک پارہ پڑھنا جلد جلد پندرہ پارہ پڑھنے سے بہتر ہے۔ پورے طور پر حرف کے ادا کرنے میں تلاوت کا نور زیادہ ہوتا ہے۔ بوقت تلاوت دل حاضر اور معنی اور اللہ تعالیٰ کی عظمت وجلال کا خیال دل میں رہے۔ قرآن شریف باترتیل وتردید پڑھنا چاہئے تردید کا مطلب یہ ہے کہ جس آیت کے پڑھنے سے قاری پر رقت طاری ہو اسے بار بار پڑھتا جائے اگر معنی سے واقفیت نہ ہو تو خشوع اور خضوع سے کام لے۔ اس قسم کا پڑھنا بھی پر اثر ہوتا ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رب العزت کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا اے پرودگار عالم! کون سا عمل ایسا ہے جس کے باعث آپ کی قربت نصیب ہوتی ہے، ارشاد ہوا: اے احمد میرا کلام پڑھا کرو، میں نے عرض کیا: سمجھ کر یا بے سمجھے، حکم ہوا: سمجھ کر ہو یا بے سمجھے۔

۱۔ ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر، ج ۶، ص ۳۶۸، ۲۔ ابن ابی شیبہ، مصنف، ج ۵، ص ۹۴

مکاشفات وخواب میں حق سبحانہ تعالیٰ کو دیکھنا صورت مثالیہ میں سے کسی (رنگ) کا دیکھنا ہے جو مخلوق ہے اس کو تجلی مثالی کہتے ہیں۔ تجلی کا ادراک صرف قلب سے ہوتا ہے اگرچہ ظاہری آنکھیں بند ہوتی ہیں جو شخص اپنے قلب سے اللہ تعالیٰ کی طرف توجہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قلوب کے ذریعہ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

دو باتیں بندے کو اللہ تعالیٰ سے دور کرتی ہیں۔ ایک تو فرائض ضائع کر کے نوافل کو ادا کرنا، دوسرے بغیر صدق دل کے اعضاء سے عمل کرنا۔

لباس اور مکان میں جس قدر زیادتی ہوتی جائے اسی قدر اللہ تعالیٰ کی ناپسندیدگی میں اضافہ ہوتا ہے اور مال کے خرچ کرنے میں جس قدر بخل کیا جائے اسی قدر اللہ تعالیٰ سے دوری ہوتی ہے۔

سب سے بڑی تونگری اللہ تعالیٰ سے مانوس ہونا اور سب سے بڑا افلاس ہمیشہ ماسوی اللہ میں گرفتار ہونا ہے۔ دل معرفت کی جان ہے۔ سب سے پہلے اس کی درستی ہونی چاہئے۔ مخلوق کی طرف جھکنا دل کا سب سے بڑا حجاب ہے۔

جو شخص اپنے باطن کو ماسوی اللہ کی طرف متوجہ ہونے سے محفوظ رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کیلئے حجابات بعد سے نکلنے کے راستے کھول دیتے ہیں اور اس کو اپنا مشاہدہ جمال وقرب ووصال اس طرح فرماتے ہیں کہ اس کے شان وگمان میں بھی نہیں ہوتا۔

عزیز من تو خود غیر ہے نیز نفس بھی غیر ہے جتنی مخلوق ہے وہ بھی تیرے لئے غیر جہاں تک تیری نظر پہنچے اور تیری نظر میں کوئی صورت وشکل اور کوئی کیفیت آجائے وہ بھی غیر ہے۔ ان سب سے نظر ہٹا تب کہیں تیرا دل اغیار سے پاک اور تجلیات ربانی کے قابل ہوگا اور وہ اس میں سما سکیں گے۔

قلب مومن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے سمانے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ بذات خود مومن کے قلب میں رہتے ہیں بلکہ اس کا یہ مطلب ہے کہ تجلی ذات سما جاتی ہے۔

حق سبحانہ تعالیٰ نے جس طرح عالم کبیر میں حرم شریف کو بیت اللہ ہونے کا شرف عطا فرمایا

ہے۔ اسی طرح عالم صغیر میں مومن کے قلب کو عرش اللہ اور بیت اللہ قرار دیا ہے۔

بیت اللہ شریف میں جس طرح ہمیشہ باران رحمت برستی رہتی ہے۔ اسی طرح مومن کے قلب میں انوار الٰہی کا نزول ہوتا رہتا ہے جس طرح انسان آنکھوں کے نور سے آسمان کو دیکھتا ہے تو آسمان اس کی آنکھوں میں سما جاتا ہے لیکن آسمان آنکھوں کی پتلی میں گھس تو نہیں جاتا اور آنکھیں آسمان میں گھس جاتی ہیں۔ اسی طرح مومن اپنے قلب کے نور سے اللہ کو دیکھتا ہے اور جب قلب کو ان کی طرف رجوع کرتا ہے تو مومن کی قلب میں ان کی تجلی ذات سما جاتی ہے۔

جو شخص اپنے آپ کو کسی سے بھی افضل سمجھے تو ہنوز اس کی نظر اپنے نفس پر ہے۔ اس کا باطن کدورتوں سے پاک نہیں وہ معرفت الٰہی سے کوسوں دور ہے۔ کوئی عقل ذات باری تعالیٰ کی کنہہ کو نہیں پہنچ سکتی نہ کوئی نگاہ ان کا احاطہ کر سکتی ہے۔ نہ کوئی نگاہ ان کا احاطہ کر سکتی ہے اور نہ کوئی حواس ظاہری و باطنی ان کا ادراک کر سکتے ہیں۔ ان کی معرفت اسی دل کو حاصل ہو سکتی ہے جو عالم ناسوت کی تمام کدورتوں سے پاک ہو چکا ہو۔ حضرت مجدد الف ثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ معرفت خدائے جل وعلی اس پر حرام ہے جو اپنی ذات کو کافر فرنگ سے بہتر جانے۔

جب آئینہ دل غفلت عن اللہ سے زنگ آلود ہو جائے تو حقائق کا چہرہ مستور ہو جاتا ہے۔ الہام کی روشنی اس میں نہیں پہنچ سکتی اور وہ خیالات کے ہجوم اور اوہام کے بادلوں میں گھر کر یاد الٰہی سے محروم ہو جاتا ہے۔

آفتاب باوجود کمال درجہ روشنی کے اندھے کو کیا نفع دے سکتا ہے۔ اس کی آنکھیں ہی نہیں جو آفتاب کی روشنی اور رہنمائی کو قبول کر سکیں نیز روشنی سے کمزور آنکھ والوں کو کیا فائدہ جبکہ وہ روشنی کے متحمل ہی نہیں۔ ہم لوگ ایسی جگہ کھڑے ہیں جہاں آفتاب قدرت چمک رہا ہے اگر ہمارے دل کی آنکھیں کمزور ہیں، غفلت کے پردے ان پر پڑے ہوئے ہیں اس لئے

ا۔ بلحاظ انسان وبشر کے ورنہ کفر پہ تو اسلام کے فضیلت مسلم ہے۔

دیدار جمال کے قابل نہیں، نہ ہمارے دل اس عظمت وجلال کے متحمل ہو سکتے ہیں۔ اس لئے دل کی آنکھیں جلد کھولو کیونکہ زندگی کا کچھ اعتبار نہیں ہے۔

معاصی کفر کا پیغام ہیں جس طرح زہر موت کا پیغام ہے جس معصیت کے اول خوف اور آخر میں عذر ہو وہ معصیت بندہ کو حق سبحانہ تعالیٰ سے نزدیک کر دیتی ہے اور جس اطاعت کے اول انانیت اور آخر میں تکبر ہو وہ بندہ کو اللہ تعالیٰ سے دور کر دیتی ہے۔ مطیع شخص تکبر کے ساتھ عاصی ہے اور عاصی عذر کے ساتھ مطیع۔

حضرت امام مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ مونچھ منڈانے کو مکروہ ومعیوب سمجھتے ہیں اور اس امر کو ناک کان کٹانے کے مشابہ جانتے ہیں اس لئے کہ مونچھیں کتروانا سنت ہے نہ کہ منڈانا۔

جو شخص اپنے اوپر نیکی نیتی کا دروازہ کھولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر توفیق وہدایت کے ستر دروازے کھول دیتے ہیں اور جو شخص اپنے اوپر بدنیتی کا دروازہ کھولتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس پر رسوائی کے ستر دروازے ایسے مقام سے کھول دیتے ہیں جس کی اس کو خبر نہیں ہوتی۔

حضرت مطرف بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں مردوں کو دیکھا اور سلام کیا لیکن کسی نے بھی میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ وجہ دریافت کرنے پر انہوں نے کہا کہ سلام کا جواب دینا بھی نیکی ہے اور اب ہم یہ قدرت نہیں ہے کہ اپنی نیکیوں میں اضافہ کریں اس لئے سلام کا جواب دینے سے مجبور ہیں۔

شیطان خواہشات انسانی کی راہ سے آتا ہے اور اس کی منہیات کی طرف رہنمائی کرتا ہے اور نفس امارہ کی مدد سے جو گھر کا بھیدی ہے انسان پر غلبہ پاتا ہے اور اس کو اپنا فرمانبردار بنالیتا ہے۔ پس اول اپنے نفس کا تصفیہ کرو اور اس کی تابعداری کو چھوڑو اور اس کی مخالفت کر کے اس کو ذلیل وخوار کرو جس نفس تابع ہو جائے تو پھر وہ بیرونی دشمن شیطان اللہ تعالیٰ کی مدد سے بآسانی دفع ہو جاتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کی بھلائی چاہتے ہیں تو اس کو اپنے سے روگرداں ہونے نہیں دیتے اور دینداروں میں اس کو جگہ دیتے ہیں اور جب کسی بندے کی برائے

چاہتے ہیں تو اس کو اعمال خیر کی توفیق نہیں دیتے اور دنیا داروں میں اس کو جگہ دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ ایک چھوٹا سا نیک عمل بھی اس کو پہاڑ سے زیادہ بھاری معلوم ہونے لگتا ہے۔

جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو دوست رکھتے ہیں تو اس کی روزی تنگ کر دیتے ہیں اور جب کسی بندے سے ناراض ہوتے ہیں تو اس کی روزی فراخ کر دیتے ہیں۔

وقت برباد کرنے سے بچو وقت ایک تلوار ہے اگر سالک اس کو ضائع کرتا ہے تو وہ اس کو قرب الٰہی کے اعلیٰ درجہ سے کاٹ کر الگ کر دیتا ہے۔

وقت کی تلوار کا وار خالی نہیں جاتا یا تو تم اس سے کام لو اور عبادات واطاعات میں اس کو صرف کر کے نفس وشیطان کو کاٹ ڈالو اگر تم نے اس سے کام نہ لیا اور وقت ضائع کیا تو اس کا وار تم پر ہوگا اور وہ کاٹ کر موجودہ درجہ سے تم کو گرا دے گا۔

ہم موت کو بھولے ہوئے ہیں۔ ہماری زندگی مستعار اور عمر کی بنیاد ناپائیدار ہے۔ عنقریب ہم کو یہاں سے چلنا اور ایک دوسرا ہی عالم بسانا ہے۔ اس لئے جب تک ہم یہاں رہیں گے مسافروں کی طرح اور خدائے تعالیٰ کے سوا کسی سے دل نہ لگائیں۔ موت کا کچھ بھروسہ نہیں ہے کہ کس وقت آنے والی ہے اس لئے موت کو روزانہ یاد کرنے سے حظوظ دنیا کم ہو کر لذتوں کی جڑ کاٹ جاتی ہے اور آخرت کی سوجھنے لگتی ہے۔

ہم سب فنا کے راستوں پر چل رہے ہیں اور وہ عنقریب ہم کو موت کے گڑھوں میں گرا دیں گے جو ہماری نگاہوں سے اس وقت غائب اور چھپے ہوئے ہیں۔ ہم سب اپنی موت کی کشتیوں کو حرص کی ہواؤں اور طمع کے پردوں سے آرزو اور امید کے سمندروں میں چلا رہے ہیں جو عنقریب موت کی گہرائی میں غرق ہو جائیں گی۔ ہمارے خیالات وافکار دنیوی ضروریات کے پورا کرنے میں بٹے ہوئے ہیں حالانکہ ہم حوادث زمانہ کے تھپیڑے کھا رہے ہیں اور فنا وموت کے منادی ہم کو پکار رہے ہیں اور ہم ہیں کہ غفلت میں پڑے ہوئے ہیں اور موت کی چکی برابر چل رہی ہے۔ اس چکی کے چکر سے پناہ ڈھونڈنے والے کیلئے کوئی پناہ گاہ نہیں۔ ملک الموت ہر روز ہمارے آگے پیچھے پکارتے رہتے ہیں۔ تم جہاں

بھی ہو گے موت تمہیں پالے گی اور قبر کی تاریکیاں ہمارے وہاں پہنچنے کی منتظر ہیں اور ہم غفلت میں سرشار اور شہوات کے نشہ میں مست ہیں۔

او غافل انسان تو کب تک اپنے نفس کو راہ نجات کے بجائے ہلاکت اور بربادی کے راستہ پر ڈالتا اور اطاعت کے کھلے میدان سے ہٹا کر معاصی کی تنگ گھاٹیوں میں پھنسا جائے گا۔ تو اپنے آپ کو خطاؤں کی شراب اور گناہوں کی گندگی پلا کر فتنوں اور آفتوں کے سمندر میں غوطہ دے رہا ہے اور اگلی مصیبتوں کیلئے تیار کر رہا ہے۔

او غافل انسان تیرے سانس گنے ہوئے ہیں ایک نہ ایک دن یہ گنتی پوری ہو کر رہے گی۔ ایک دن ایسا ضرور آئے گا جس کے بعد رات نہ ہوگی ایک رات ایسی آئے گی جس کے بعد کوئی دن نہ ہوگا بس تو ہوگا اور تیرے اعمال ہوں گے۔ قبر کا تاریک گڑھا ہوگا۔ منکر ونکیر کے سوالات ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ سے براہ راست تیرا سابقہ ہوگا جو رحمٰن کے ساتھ جبار وقہار بھی ہیں۔

سنبھل او غافل سنبھل اب بھی موقع ہے تیرے لئے ابھی توبہ کا دروازہ کھلا ہے جو کچھ کرنا ہے آج ہی کر لے۔ کل کا کیا بھروسہ آئے نہ آئے۔

جامیا واقف دم باش عزیزاں رفتند   فکر عقبی بکن آخر کہ تو ہم مہمانی

(اے جامی اپنی زندگی باخبر رہ کہ تیرے عزیز واقارب چلے گئے ہیں اب آخرت کی فکر کر کہ تو بھی مہمان ہے)

بارالہا ہم کو ان لوگوں میں سے کر دیجئے جن کے اعضاء بدن پر آپ نے اپنے ذکر ومراقبہ کی مضبوط بیڑیاں لگا دی ہیں کہ وہ آپ کے سوا کسی اور کی طرف مائل ہی نہیں ہوتے۔ ان کے باطن پر آپ نے اپنے مشاہدہ کے مخفی گواہ قائم کر دیئے ہیں اور انہوں نے اپنا سر جھکا لیا ہے اور سجدے میں پیشانی رکھ دی ہے اور آپ نے اپنی رحمت کاملہ سے انہیں انتہائے مقصود بھی عطا فرمایا ہے۔

از طفیل خواجگان نقشبند   کار دنیا عاقبت محمود باد

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ختم خواجگان نقشبندیہ مجددیہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

سب سے پہلے بارواح پاک حضرت خواجگان نقشبندیہ مجددیہ رضی اللہ عنہم اجمعین فاتحہ گزار کراس ختم کوشروع کریں۔

ختم شریف یہ ہے:

(1) سورہ فاتحہ با بسم اللہ الرحمٰن الرحیم 7 بار، (2) درود شریف 101 بار، (3) سورہ الم نشرح با بسم الله الرحمن الرحيم 79 بار، (4) سورہ اخلاص قل هو الله احد با بسم الله الرحمن الرحيم 1001 بار، (5) سورہ فاتحہ الحمد الله رب العالمين با بسم الله الرحمن الرحيم 7 بار، (6) درود شریف 101 بار، (7) يا قاضى الحاجات 101 بار، (8) يا كافى المهمات 101 بار، (9) يا دافع البليات 101 بار، (10) يا رافع الدرجات 101 بار، (11) يا شافى الامراض 101 بار، (12) يا حل المشكلات 101 بار، (13) يا غياث المستغيثين 101 بار، (14) يا مجيب الدعوات 101 بار، (15) يا ارحم الراحمين 101 بار، (16) درود شریف 101 بار، (17) لا حول و لا قوه الا بالله 500 بار، (18) درود شریف 101 بار۔

اس کے بعد حسب سابق فاتحہ گزار کر اپنے مقصد کیلئے دعا کریں جس نیت و مقصد کیلئے بھی یہ ختم پڑھا جائے مجرب ہے اس ختم شریف کو ایک شخص تنہا یا کئی اشخاص مل کر بھی پڑھ سکتے ہیں لیکن پڑھنے والوں کی تعداد ہر حالت میں طاق ہونی چاہئے۔

☆☆☆

شجرہ حضرات نقشبندیہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یا فتاح

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الٰہی بحرمت شفیع المذنبین رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم

الٰہی بحرمت خلیفہ رسول حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت صاحب رسول حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت امام ہمام حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

الٰہی بحرمت سلطان العارفین قطب العاشقین حضرت خواجہ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت خواجہ ابوالقاسم گورگانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوعلی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ جہاں حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا محمد عارف ریوکری رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود الخیر فغنوی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عزیزان علی رامیتنی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت سید السادات حضرت سید امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ خواجگان پیر پیران امام طریقت حضرت خواجہ بہاء الدین نقشبند رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاؤ الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ

الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ناصر الدین عبیداللہ احرار رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت محمد شرف الدین زاہد رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمدؒ درویش رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ مولانا خواجگان محمد امکنگی رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت خواجہ خواجگان حضرت خواجہ محمدؒ باقی باللہ رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت محبوب صمدانی امام ربانی مجدد الف ثانی امام الطریقت حضرت شیخ احمد فاروقی سرہندی رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت عروۃ الوثقیٰ حضرت خواجہ محمد معصوم رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت ایشان حضرت شیخ سیف الدین رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت حافظ محمد محسن رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت سید السادات حضرت سید نور محمد بدایوانی رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت حضرت شمس الدین حبیب اللہ عارف باللہ قیوم زماں قطب جہاں مرزا مظہر جان جاناں رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت قطب الاقطاب فرد الافراد حضرت شاہ عبداللہ المعروف بہ غلام علی شاہ رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت شیخ و افضل مرشد کامل عارف باللہ حضرت شاہ سعد اللہ رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت شیخ وقت قطب دوراں عارف باللہ حضرت سید محمد پادشاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ
الٰہی بحرمت جمیع حضرات نقشبندیہ برفقیر ابوالحسنات سید عبداللہ رحم فرما و عاقبتش بخیر گرداں

بحرمتہ النبی و الہ الا مجاد

اما بعد .... را در طریقہ عالیہ
نقشبندیہ بیعت نمودہ داخل محفل گردانیدم حق سبحانہ تعالیٰ .... مذکور را از فیوضات مرشدان حفظ وافر نصیب متکاثر مع استقامت شریعت عطا فرما آمین یارب العالمین
وصلی اللہ تعالیٰ علی خیر خلقہ محمد و آلہ و اصحابہ اجمعین برحمتہ یا الرحم الراحمین۔

شجرہ حضرات قادریہ رضی اللہ عنہم اجمعین

یا فتاح

ذکر المولیٰ من کل اولیٰ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ الذی ارسل رسول یھدی الی طریق الایمان للعلمین وصیر وسیلتہ مرضیتہ للوصول الیٰ صراط النجاۃ والیقین والصلوۃ والسلام علیٰ رسولہ افضل النبین سید المرسلین حبیب رب العالمین محمد ن المصطفیٰ صلی اللہ علیہ و آلہ واصحابہ وسلم

اما بعد فھٰذہٖ شجرۃ قادریۃ من توسل الیھا وصل الی المرام

الٰہی بعجز وانکسار عبدک الضعیف ابوالحسنات سید عبداللہ کان اللہ لہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید محمد پادشاہ بخاری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید خواجہ احمد بخاری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید حسین بخاری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید محی الدین بادشاہ بخاری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید علی بخاری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سید علی صوفی بخاری قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ فرید الدین صوفی قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ الشیوخ حضرت شیخ علی صوفی قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت سلطان العارفین قطب المعاشقین سید شاہ عبد الطیف قادری لاابالی قدس سرہ
الٰہی بحرمت راز و نیاز حضرت شیخ احمد بن شیخ محمد الحموی قدس سرہ

☆☆☆

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمْ

جذب و وجد

تحریر

حضرت علامہ مولانا محمد ابراہیم نقشبندی سیفی

مترجم

حضرت علامہ پروفیسر ڈاکٹر محمد شہزاد مخلص المجددی سیفی

ناشر

دارالاخلاص

49-ریلوے روڈ لاہور

جذب و وجد

(قرآن وحدیث اور اقوال مفسرین کی روشنی میں)

الحمد لله و كفى و سلام على عباده الذين اصطفىٰ۔ اما بعد

بندہ فقیر محمد ابراہیم حنفی، سیفی عرض کرتا ہے کہ میں نے بہت سارے گمراہوں کو دیکھا کہ وہ صوفیائے کرام کے احوال و کیفیات اور ان کے وجد و تواجد پر حسد کے سبب اعتراض کرتے ہیں۔ ان حاسدین کے لیے اللہ تبارک وتعالیٰ کا یہ ارشاد کافی ہے۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ۔[1]

ترجمہ: بے حد بری چیز ہے وہ جس کے بدلے انہوں نے اپنی جانیں فروخت کیں۔ انہوں نے انکار کیا اللہ کے نازل کردہ کلام کا۔ ان کا حال یہ ہے کہ یہ حسد کرنے والے ہیں۔ اس پر جو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہا نازل کیا۔ یہ غضب در غضب میں گرفتار ہیں اور کافروں کے لیے بڑا ذلت ناک عذاب ہے۔

صوفیاء کرام پر ان لوگوں کے اعتراضات جہالت اور حسد پر مبنی ہوتے ہیں۔ ان منکروں کے لئے سے ماخوذ مفسرین کے ارشادات کافی ہیں۔ ہدایت منجاب اللہ۔ میں نے ارادہ کیا کہ ان اقوال کو یکجا کروں تا کہ ان لوگوں کی اصلاح اور ہدایت کا

ا۔ القرآن، البقرۃ۔ آیت نمبر ۹۰

باعث ہوں۔اولیاءاللہ سے دشمنی موجب ہلاکت ہے۔حدیث قدسی میں ہے۔ مـن عادی لی ولیا فقدا ذنتة بالحرب ہ۔۱؎

"جس نے میرے ولی سے دشمنی کی تحقیق اس نے میرے ساتھ جنگ کی۔"

حضرت علامہ آلوسی رحمہ اللہ صاحب تفسیر روح المعانی آیۃ کریمہ فَلَمَّا اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ کے تحت فرماتے ہیں۔

ای رجفه البدن التی ہی من مبادی صعقة الفناء عند طریان بوارق الانوار ظهور التجلیات الصفات من اقشعرار الجسد و ارتعاده۔

ترجمہ: یہاں رجفہ سے مراد بدن کا لرزنا ہے جو ابتدائی احوال اور مقام فنا کے انوار وتجلیات سے تعلق رکھتا ہے۔یوں بدن کا لرزنا اور کانپنا ہی اقشعرار و ارتعاد ہے۔

علامہ آلوسی لکھتے ہیں کہ اکثر یہ صورتحال سالکین ومریدین کو ذکر کے وقت سماعت قرآن وحدیث یا کسی بھی موثر کلام کے سننے پر پیش آتی ہے۔بعض اوقات ان پر ایسی کیفیت طاری ہوتی ہے کہ ان کے اعضاء جسمانی جدا جدا ہوتے نظر آتے ہیں۔پھر فرماتے ہیں کہ میں نے یہ کیفیت "خالدین" میں دیکھی ہے جن کا تعلق سلسلہ نقشبندیہ سے ہے۔بعض اوقات یہ لوگ دوران نماز بھی صدا بلند کرتے ہیں جس پر اکثر لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ میں نے بعض منکرین سے سنا جو کہتے ہیں کہ اگر یہ کیفیت با ہوش وحواش ہو تو بے ادبی اور مفسد نماز ہے اور اگر یہ حالت لاشعوری ہو تو وضو باقی نہیں رہتا۔(حیرت ہے کہ بعینہ یہی اعتراض آج کے مفسرین بھی کرتے ہیں۔وضاحت از مؤلف)۔

۱۔بخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، حدیث ۶۰۲۱،

ان سب کے لئے علامہ آلوسی رحمہ اللہ کا جواب کافی ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ یہ کیفیت عقل وشعور کے باوجود غیر اختیاری ہے جیسے چھینک اور کھانسی بے اختیار ہوتی ہے۔لہٰذا اس طرح نہ وضو ٹوٹتا ہے نہ نماز خراب ہوتی ہے۔

یہ لازم نہیں کہ بے اختیاری کیفیت بھی ہوش وحواس ہی ہو کیونکہ ثابت ہے کہ فالج زدہ کی حرکات باوجود عقل وشعور کے غیر اختیاری ہوتی ہیں۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دلیل وجہ انکار نہیں ہوسکتی۔۱؎

دوسرا قول

اس سلسلے میں مفسر ذیشان، قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمہ اللہ کا ہے۔تفسیر مظہری میں آپ آیۃ کریمہ:

تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۲؎

کے تحت معترضین کے اعتراض نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔ ان کیفیات کے طاری ہونے کا سبب کثرت نزول برکات وتجلیات اور سالک کا کم استعداد ہونا ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں کثرت سے ان کیفیات کے نہ ہونے کا سبب ان کی پختگی باطن اور کامل الاستعداد ہونا ہے جو صحبت نبوی کی برکت سے ان کو حاصل تھی۔صحابہ کرام علیہم الرضوان کے علاوہ بعض صوفیاء عظام پر جو ایسی کیفیات طاری نہیں ہوتی ہیں اس کے دو اسباب ہیں۔ پہلا سبب فیوض و برکات کی کمی اور دوسرا سبب صوفی کا وسیع الباطن ہونا ہے۔۱؎

ان مفسرین کے ارشادات سے معلوم ہوا کہ انہوں نے جذب وجود کے منکرین کو کیسے معقول اور مبسوط جوابات دیئے ہیں۔بعض منکرین وحاسدین تفسیر مظہری سے اعتراضات تو نقل کرتے ہیں لیکن ان کے جواب چھوڑ دیتے ہیں۔یہ از روئے قرآن یہودیوں کی علامت ہے جن کے بارے میں فرمان الٰہی ہے۔

۱۔آلوسی، تفسیر روح المعانی، ج۵ ص۸۶ ۔۔۔ ۱۔القرآن، الزمر، آیت:۲۳

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۔ ۲؎

ترجمہ: کیا تم قرآن کے کچھ حصے پر ایمان لاتے ہو اور کچھ حصے انکار کرتے ہو۔

تیسرا قول

تیسرا قول اسی سلسلے میں حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمہ اللہ کا ہے۔ آپ احیاء العلوم میں اللہ فرماتے ہیں: سماع (کلام پر درود وسوز) سے اللہ تبارک وتعالیٰ کی محبت میں اضافہ ہوتا ہے اور اس سے ایسا حال ہوتا ہے جس کی تعریف وتوصیف نہیں ہوسکتی اور اس لذت کو وہی سمجھ سکتا ہے جس نے چکھا ہو۔ اور جس شخص کے باطنی حواس خراب ہوں وہ ان کیفیات سے انکار کرتا ہے۔ ان ہی کیفیات کو صوفیاء کرام کی اصلاح میں "وجد" کہتے ہیں۔ یہ احوال بکثرت روحانی فوائد وثمرات کا باعث ہیں۔ کیونکہ دل ان کیفیات عشق کی آگ میں جل اٹھتے ہیں اور یہ آگ دلوں کو کثافت و آلودگی خواہشات سے پاک صاف کر کے نورانی جوہر بنا دیتی ہے۔ جس طرح آگ سونے کو تپا کر کندن بنا دیتی ہے۔ اہل عشق کا مقصد حقیقی ان احوال سے یہی ہے اور یہی تمام عبادات کا حاصل ہے وہ سخت دل اور نا اہل شخص جو ان اثرات و کیفیات سے محروم ہو، اہل عشق کی اس حالت پر تعجب کرتا ہے اور اس کے چہرے کا رنگ یوں بدلتا ہے جیسے مویشیوں کو پٹکڑی دی جائے تو ان کا چہرہ متغیر ہو جاتا ہے۔ دوسری مثال ان لوگوں کی زن خون اور ہیجڑوں جیسی ہے جو لذت مباشرت پر اظہار حیرت کرتے ہیں۔ یا پھر اس بچے جیسی ہے جو اہل حکومت وسلطنت کی شان وشوکت سے

ا۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی، تفسیر مظہری، ج ۸، ص ۲۰۸ ۲۔ القرآن، البقرہ، آیت: ۸۵

بیگانہ ہوتا ہے۔ ۱؎

چوتھا قول

چوتھا قول بھی حضرت امام محمد الغزالی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے آپ اپنی شہرہ آفاق کتاب "کیمیائے سعادت" میں فرماتے ہیں۔ "جان لو کہ جو شخص صوفیائے کرام کے حالات وواقعات پر اعتراض کرتا ہے یہ اس کی جہالت ہے اور وہ اس سلسلے میں معذور ہے کیونکہ جو واقعہ اس کے اپنے ساتھ پیش نہیں آیا اس پر اس کا یقین لانا مشکل ہے اور ایسا شخص نامرد کی مانند ہے جو صحبت ومباشرت کی لذت سے ناواقف ہے کیونکہ وہ شہوت سے محروم ہے۔ اور اگر نابینا لذت دیدار کا انکار کرے تو کچھ بعید نہیں کیونکہ وہ بینائی سے محروم ہے۔ جاننا چاہیے کہ لوگ خواہ عالم ہوں یا عوام صوفیاء کرام پر اعتراض کے سلسلے میں بچوں کی طرح ہیں۔ جو چیز ان تک نہ پہنچی ہو اس کا انکار کرتے ہیں۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

جو لوگ ذرہ بھر عقل رکھتے ہیں اعتراف کر لیتے ہیں کہ ہمیں یہ عظیم کیفیت حاصل نہیں ہے لیکن ان (سالکین) کو حاصل ہے وہ شخص جو شعور نہیں رکھتا انکار کرتا ہے۔ ایسے کا تعلق اس گروہ سے بنتا ہے جس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ کا فرمان ہے۔

وَاِذْ لَمْ يَهْتَدُوْا بِهٖ فَسَيَقُوْلُوْنَ هٰذَآ اِفْكٌ قَدِيْمٌ ۲؎

ترجمہ: اور جب وہ لوگ اس قرآن سے ہدایت حاصل نہیں کر پاتے تو کہتے ہیں یہ سب (پرانا) جھوٹ ہے۔

ا۔ غزالی، احیاء العلوم، ج ۲، ص ۲۷۹   ا۔ القرآن، احقاف، آیت: ۱۱

اس طرح بہت ساری معتبر کتابوں میں جذب وحال اور وجد کے بارے میں دلائل موجود ہیں۔

مثلاً تفسیر البیان ج ۸، ص ۹۹، عوارف المعارف، تفسیر احمدی ص ۶۰۲، الحاوی للفتاوی ص ۲۳۴، حضرات القدس ص ۲۵۴، قطب الارشاد ص ۵۶۰۔ ۴۶۴، احیاء العلوم ج ۲، ص ۲۵۷، کیمیائے سعادت ص ۳۸۴، ردالمختار ص ۳۳۷، الحدیقہ النقدیہ ص ۵۲۳، سیف المقلدین ص ۵۳۷

کسی بھی صاحب عدل وانصاف کے لیے ان علمائے کاملین کے اقوال کافی ہیں اور حاسد ومنکرین کے لئے دلائل کثیرہ بھی بے سود ہیں کیونکہ ارشاد خداوند ہے۔

وَ لَئِنْ اَتَیْتَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰیَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ۔ [۲]

ترجمہ: اور اگر آپ اہل کتاب کے پاس تمام نشانیاں لے آئیں تب بھی وہ آپ کے قبلہ کی پیروی نہ کریں گے۔

وجہ یہ ہے کہ ان لوگوں کی مخالفت کا سبب لاعلمی ونادانی نہیں حسد ہے۔

اللہ اعلم و من اللہ التوفیق o

قطعہ

اولیاء کو جو تنگ کرتا ہے
ساتھ اللہ کے جنگ کرتا ہے
منکر اولیاء کا حشر خدا
نجدیوں ہی کے سنگ کرتا ہے

از: محمد شہزاد مجددی سیفی

۲۔ القرآن، البقرۃ، آیت: ۱۴۵